حضرت میراں حُسین زنجانیؒ

پیر بھائی حضرت داتا گنج بخشؒ

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء

سینہ میراں حُسین اُم الکتاب اولیاء

شمعِ زنجان

مولف
صاحبزادہ سید افضال حُسین زنجانی

Marfat.com

شخصیات

١٥،١٩٥

قائد اہل سنت
علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ۰ پاکستان

Marfat.com

اگر گیتی سراسر باد گیرد   چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

ایران کے مشہور و معروف تاریخی شہر زنجان کے
خاندان سادات اکابرین کا مستند اور مفصل تذکرہ
جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام کے
سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا

موسوم بہ

شمع زنجان

مولف: صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی
سجادہ نشین دربار حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com

شخصیات

قائد اہل سنت

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور- کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب شمع زنجان

مولف صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

تعداد بار اول ایک ہزار

84683

سال اشاعت 2003

کمپوزنگ پرنٹنگ چراغ ربانی پرنٹرز رائل پارک ہجویری مارکیٹ لاہور

شجرہ سیّد محمد یوسف زنجانی ۔ سیّد افضال حسین زنجانی

پروف ریڈنگ پروفیسر سید فدا حسین زنجانی شاد باغ لاہور

سید سخاوت علی زنجانی ڈسٹرکٹ اینڈ لیبر آفیسر لاہور

محرک سید لیاقت علی زنجانی کینال ویو تاج باغ لاہور

قیمت 200.00 روپے

کتاب خریدنے کیلئے

1- چاند بک ڈپو دلاور روڈ چاہ میراں لاہور

2- لیاقت بک ڈپو چوک گھوڑے شاہ چاہ میراں لاہور

3- نوید بک ڈپو بازار قلعہ گجر سنگھ لاہور

4- کامران بک ڈپو مین بازار گنج مغل پورہ لاہور

5- رحمت منزل گلی نمبر 5 مکان نمبر 36 حکیم اشرف پارک چاہ میراں لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	شخصیات
مصنف	قائد اہلسنّت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
ترتیب وتقدیم	ڈاکٹر غلام زرقانی
تاریخ اشاعت	دسمبر 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	MT23
قیمت	[redacted]- روپے 175

84943

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

میں ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کو جملہ حقوق برائے اشاعت ''شخصیات'' تفویض کرتا ہوں اس کے علاوہ پاکستان میں کسی ادارہ یا پبلشرز کو یہ کتاب چھاپنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (ڈاکٹر غلام زرقانی)

Marfat.com

فہرست　　　شمع زبان　　　صفحہ نمبر

☆ کتابیات ---------- ٠
☆ ابتدائیہ ---------- ١
☆ زیر نظر ---------- ٣
☆ ہدیہ سپاس ---------- ٤
☆ منقبت ---------- ٧
☆ منقبت ---------- ٨
☆ منقبت ---------- ٩
☆ منقبت ---------- ١٠
☆ منقبت ---------- ١١
☆ منقبت ---------- ١٣
☆ منقبت ---------- ١٤
☆ سادات ---------- ١٥

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده

ونصلى على رسوله الكريم

وعلى آله

وصحبه اجمعين

شخصیات

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ زنجان---------------------۲۵

☆ خاندان---------------------۲۸

☆ شہرہ آفاق روایت---------------------۳۵

☆ لاہور آمد سے قبل---------------------۳۷

☆ سفر تبلیغ کے حالات---------------------۵۴

☆ مارگلہ میں آپکی کرامت---------------------۶۴

☆ گکھڑ میں قیام---------------------۶۵

☆ لاہور میں آمد---------------------۶۶

☆ مرشد کا خواب میں آنا---------------------۷۰

☆ ایک ہندو کا مسلمان ہونا---------------------۷۲

☆ مسلح راجپوتوں کا حملہ کرنا---------------------۷۶

☆ ہندو کسان کا مسلمان ہونا---------------------۸۳

☆ آپکی دُعا سے اولاد کا ہونا---------------------۹۰

☆ رام چند کا مسلمان ہونا---------------------۹۷

Marfat.com

شرف انتساب

غوث اعظم

محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

کے نام

جن کی خداداد شوکت واقتدار کا دائرہ زمین کی وسعتوں تک پھیلا ہوا ہے۔

دعا جو

غلام زرقانی

Marfat.com

فہرست　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر

☆ غیبی کھانا ---------------------- ۱۰۴
☆ ملاح سنتورام کا واقعہ ------------- ۱۰۷
☆ روحانی طاقت کا واقعہ -------------- ۱۱۰
☆ تین عقیدت مندوں کی حاضری ------ ۱۱۲
☆ آپکی پیش گوئی -------------------- ۱۱۴
☆ ارشادات عالیہ -------------------- ۱۲۰
☆ آپکے پیش رو ---------------------- ۱۲۳
☆ خواجہ صاحب کی حاضری ------------ ۱۲۴
☆ چلہ مبارک کی حقیقت --------------- ۱۲۷
☆ تعلیمات کی تشریح ------------------ ۱۲۸
☆ سلسلہ طریقت کے حالات زندگی.......... ۱۴۱
☆ اقوال پیر طریقت..................... ۱۴۴
☆ حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری.......... ۱۴۵

Marfat.com

مشمولات

افتتاحیہ: ڈاکٹر غلام زرقانی کے قلم سے ۱

تأثرات : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۵

پہلی شخصیت: غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی

جیلان کا تاجدار ۹

نقیبوں کی آواز ۱۰

امام حسن عسکری کی بشارت ۱۱

حضرت جنید بغدادی کی بشارت ۱۱

بلخ کے شیخ اعظم کی بشارت ۱۱

شیخ ابوبکر بطائحی کی بشارت ۱۲

خواب میں رسول الثقلین کی تشریف آوری ۱۲

حرم سرائے شوق کی کہانی ۱۳

غوثیت کبری کے نقوش ۱۶

دوسری شخصیت : سلطان الہند خواجہ غریب نواز

خواجۂ خواجگاں ۲۱

چشتی کہلانے کی وجہ ۲۱

نسب نامہ ۲۲

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ حضرت ابوبکر شبلیؒ ---------------------------- ۱۴۷
☆ کمالات وروحانیت ---------------------------- ۱۵۰
☆ حضرت جنید بغدادیؒ ---------------------------- ۱۵۴
☆ روزہ مبارک ---------------------------- ۱۶۲
☆ دربار کی سابقہ حالت ---------------------------- ۱۶۴
☆ دربار کی موجودہ حالت ---------------------------- ۱۶۹
☆ عرس مبارک ---------------------------- ۱۷۲
☆ سجادہ نشین ---------------------------- ۱۷۵
☆ حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان ---------- ۱۷۹
☆ آپ کی آمد کے بارے میں تاریخی اختلاف ---------- ۱۸۰
☆ وفات (پردہ کرنے کا دن) ---------------------------- ۱۸۳
☆ عرس مبارک ---------------------------- ۱۸۶
☆ حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ ---------------------------- ۱۸۷
☆ حضرت سید یعقوب زنجانیؒ کی اولاد ---------- ۱۹۱
☆ حضرت سید منصور مکی زنجانی کالووالی ضلع سیالکوٹ ---- ۱۹۵

Marfat.com

عہد طفلی کا ایک رقت انگیز واقعہ	۲۲
تعلیم وتربیت	۲۳
خراسان سے ہندوستان تک کا طویل سفر	۲۳
مرشد سے ملاقات	۲۴
حرمین طیبین کی حاضری	۲۶
خرقۂ خلافت	۲۷
ایام سفر کے عجائب وغرائب	۲۷
حضرت خواجہ کا مسلک	۳۲
اجمیر میں ورود مسعود اور فتح اجمیر	۳۲
شہاب الدین غوری ہند کی طرف	۳۴
وصال شریف	۳۵
پسماندگان	۳۶
دلوں کا مرکز عشق	۳۶
شہزادی جہاں آراء بیگم کی حاضری	۳۷

تیسری شخصیت :احسن العلماء سید مصطفی حیدر میاں

شبستان علم ورحانیت کی شمع فروزاں	۴۱

چوتھی شخصیت :مفتی اعظم ہند علامہ مصطفٰے رضا خاں

مفتی اعظم ہند ایک عہد ساز شخصیت	۴۹
سفر آخرت کا آنکھوں دیکھا حال	۵۶
غسل کے وقت کرامت کا ظہور	۵۹
مرض الموت کے عجیب وغریب واقعات	۶۰

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ پیر طریقت سید کرم علی شاہ زنجانیؒ ---------------- ۱۹۷

☆ پیر سید احمد شاہ زنجانیؒ ---------------------- ۱۹۹

☆ پیر سید مدد علی شاہ زنجانیؒ -------------------- ۲۰۱

☆ پیر طریقت سید شفقت علی شاہ زنجانیؒ ------------ ۲۰۳

☆ پیر سید سردار علی شاہ زنجانیؒ ------------------ ۲۰۶

☆ پیر سید احمد حسن شاہ زنجانیؒ خانوہارنی شریف -------- ۲۰۸

☆ حضرت سید امام علی الحق شہید سیالکوٹ ---------- ۲۱۱

☆ تحقیقی جائزہ ---------------------------- ۲۱۶

☆ حضرت شیخ اسماعیل بخاریؒ -------------------- ۲۳۵

☆ حضرت سید علی ہجویریؒ ---------------------- ۲۳۸

☆ سلسلہ بیعت ------------------------------ ۲۴۲

☆ اتباع شریعت ----------------------------- ۲۴۴

☆ مقام ابوحنیفہؒ ------------------------------ ۲۴۵

☆ میراں حسین زنجانیؒ کا جنازہ --------------------- ۲۴۷

☆ شیخ حسام الدین سے ملاقات ------------------- ۲۴۸

Marfat.com

پانچویں شخصیت :صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی

شہید حجاز ۶۳

چھٹی شخصیت: غزالئ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی

ایک عبقری شخصیت ۷۷

ساتویں شخصیت :قطب مدینہ ضیاء الدین احمد مدنی

قطب مدینہ کا سفر آخرت ۸۷

آٹھویں شخصیت :حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی

ایک شخصیت ساز استاذ ۹۷

حافظ ملت کے عشق مبین کی فتح ۱۰۳

حافظ ملت اور تحریک اشرفیہ ۱۰۷

حافظ ملت اور احیاء دین کی تحریک ۱۱۱

نویں شخصیت :محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی

محسن ملت جدوجھد کی ایک تاریخ ۱۲۸

دسویں شخصیت :شیخ المشائخ شاہ محمد تیغ علی

حیات شیخ المشائخ ۱۳۹

دیدۂ شوق کو دعوت نظارہ ۱۳۹

سلسلۂ طریقت ۱۴۲

عہد طفلی ۱۴۳

مجذوب سے ملاقات اور زمانۂ تعلیم کا واقعہ ۱۴۴

منزل کی طرف پہلا قدم ۱۴۵

باطنی دنیا میں جشن مسرت ۱۴۷

Marfat.com

فہرست　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر

☆ شیخ ہندی کا قبول اسلام ---------------------- ۲۴۹
☆ مسجد سے متعلق ایک کرامت ----------------- ۲۵۱
☆ تبلیغ و فیوض و برکات --------------- ۲۵۴
☆ حضرت علی ہجویریؒ کی لاہور میں دوبارہ آمد ------------- ۲۵۵
☆ حضرت علی ہجویریؒ کی تصفینات ------------- ۲۵۵
☆ حضرت علی ہجویریؒ کے ارشادات عالیہ ------------- ۲۶۰
☆ وصال مبارک ------------------------ ۲۶۳
☆ حضرت شیخ ابوالسعید لاہوریؒ ---------------- ۲۶۵
☆ حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ -------------- ۲۶۶
☆ حضرت حسام الدین لاہوریؒ ---------------- ۲۶۹
☆ شیخ ہندی لاہوریؒ ------------------ ۲۷۰
☆ حضرت عزیزالدین پیر مکی جنیدیؒ ------------- ۲۷۷
☆ حضرت سید احمد توختہ لاہوریؒ ---------------- ۲۸۴
☆ قبروں کی زندگی -------------------- ۲۸۶

Marfat.com

روحانی ترقیوں کا زمانہ ۱۴۸
حیرت انگیز مجاہدہ ۱۴۹
مسند خلافت وارشاد پر جلوہ گری ۱۵۰
کشور قلوب میں ولایت کا غلغلہ ۱۵۱
شیخ المشائخ کا مسلک ۱۵۲
سرکانہی شریف میں ایک دارالعلوم کا قیام ۱۵۳
کشف وکرامات ۱۵۴
ملفوظات ۱۵۹
خصائص وشمائل ۱۶۲
آخری لمحات ۱۶۴
سجادہ نشیں ۱۶۷
خلفاء ۱۶۷

گیارھویں شخصیت:

شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی

ایک پیکر وفا ۱۷۱

بارھویں شخصیت :مجاھد ملت علامہ حبیب الرحمن

ایک عہد ساز شخصیت ۱۷۹

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ حضرت جلال الدین سیوطی کا عقیدہ ۲۸۷
☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ کا عقیدہ ۲۸۸
☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عقیدہ ۲۹۰
☆ شیخ علامہ نبہانیؒ کا عقیدہ ۲۹۲
☆ صاحب نورالایضاحؒ علامہ شرنبلالی کا عقیدہ ۲۹۴
☆ علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کا عقیدہ ۲۹۴
☆ حضور سیدنا غوث پاکؒ کا عقیدہ ۲۹۶
☆ حضرت شیخ علی بن ہیتیؒ کا عقیدہ ۲۹۷
☆ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ ۲۹۸
☆ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عقیدہ ۲۹۹
☆ حضرت خواجہ غریب نواز کا عقیدہ ۳۰۱
☆ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کا عقیدہ ۳۰۱
☆ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عقیدہ ۳۰۲
☆ حضرت جامیؒ کا عقیدہ ۳۰۳

Marfat.com

افتتاحیہ

بزم ''شخصیات'' میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے میرے فرحت وانبساط کا عجیب عالم ہے........عالم تصورات میں خود کو ....کبھی اقلیم ولایت کے تاجداروں کی چوکھٹ پر سجود نیاز لٹاتا ہوا دیکھتا ہوں ....کبھی علم وحکمت کے آفتاب و ماہتاب کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرتا ہوا..........کبھی خداداد شوکت واقتدار کے حاملین درویشوں کے پائے ناز سے لپٹا ہوا..........پھر والد گرامی قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت اور یکتائے روزگار طرز تحریر کا خیال ....اور پھر اپنے سراپائے ناچیز کی تصویر جوں ہی پردۂ تخیلات پر مرتسم ہوتی ہے، وفور جذبات کے تلاطم میں پلکوں کا دامن بھیگ جاتا ہے کہ یہ ''عمل جلیل'' اور وہ بھی میرے ہاتھوں سے۔

Marfat.com

فہرست　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر

☆ حضرت امام شافعیؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۰۶

☆ عارف باللہ علامہ صاوی مالکیؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۰۷

☆ حضرت صوفی حمید الدینؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۰۷

☆ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۰۸

☆ حضرت جامیؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۰۹

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۱۰

☆ علامہ ابن عابدین شامیؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۱۱

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۱۲

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا عقیدہ ---------------- ۳۱۳

☆ شجرہ خاندان سادات زنجانیہ ----------------

Marfat.com

یہ بلاشبہ کارسازئ قدرت کا فیضان عظیم ہے کہ فرماں روائے قرطاس وقلم کے ان بکھرے ہوئے مضامین کو یکجا کرنے کی سعادت مجھ بے بضاعت کے حصہ میں آئی جن کا تعلق ......خاصان خدا سے ہے ......علمائے ربانین سے ہے ......فقہائے کرام سے ہے......فعال ومتحرک قائدین ملت اسلامیہ سے ہے.....اور معمار قوم وملت سے ہے۔

یاد ''رفتگاں'' کی شعاؤں سے اپنی محفلوں میں زندگی کا اجالا بکھیرنا فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت ہر دور میں جاں نثاروں نے اپنے ممدوحین کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا خراج پیش کیا ہے۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ کرنے والا یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہر قوم اپنے اسلاف سے آنے والی نسلوں کو روشناس کرانے کے لیے اپنی قومی تاریخ مرتب کرتی ہے تا کہ موروثی روایات کے تحفظ وبقا کو یقینی بنایا جاسکے۔

ذرا سوچیے تو سہی! انسانیت دشمن عناصر دنیا میں مخرب اخلاق تہذیب وتمدن کی تشہیر کے لیے اپنے اسلاف کو یادرکھیں اور ہم ان روحانی، علمی، دینی اور تقدس مآب شخصیات کو فراموش کردیں؟..................جن کی یادیں ظلمت وتاریکی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو ہدایت کے نور آشنا کرتی ہیں..............خود فراموشی کے غربت زدہ ماحول میں واہب لایزال کے تصورات سے دل بستگی کا سامان فراہم کرتی ہیں..............دنیاوی عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ناعاقبت اندیشوں کو روحانی کیف وسرور کے جام سے سیراب کرتی ہیں.......مادی منفعت کی خاطر کمزوروں کا خون چوسنے والے سرکشوں کے دلوں میں خدمت انسانیت کا جذبہ مسیحائی بیدار کرتی ہیں............اور انسانی آبادیوں میں رواداری، بھائی چارگی، پیار ومحبت، ادب واحترام، شفقت والتفات، حسن سلوک، اصلاح نفس، تزکیہ باطن اور تواضع وانکساری کے جذبات پیدا کرکے انہیں پھر سے صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں معاون ومددگار ہوتی ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ یہی وہ داعیہ ہو جس کی رفاقت میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ

Marfat.com

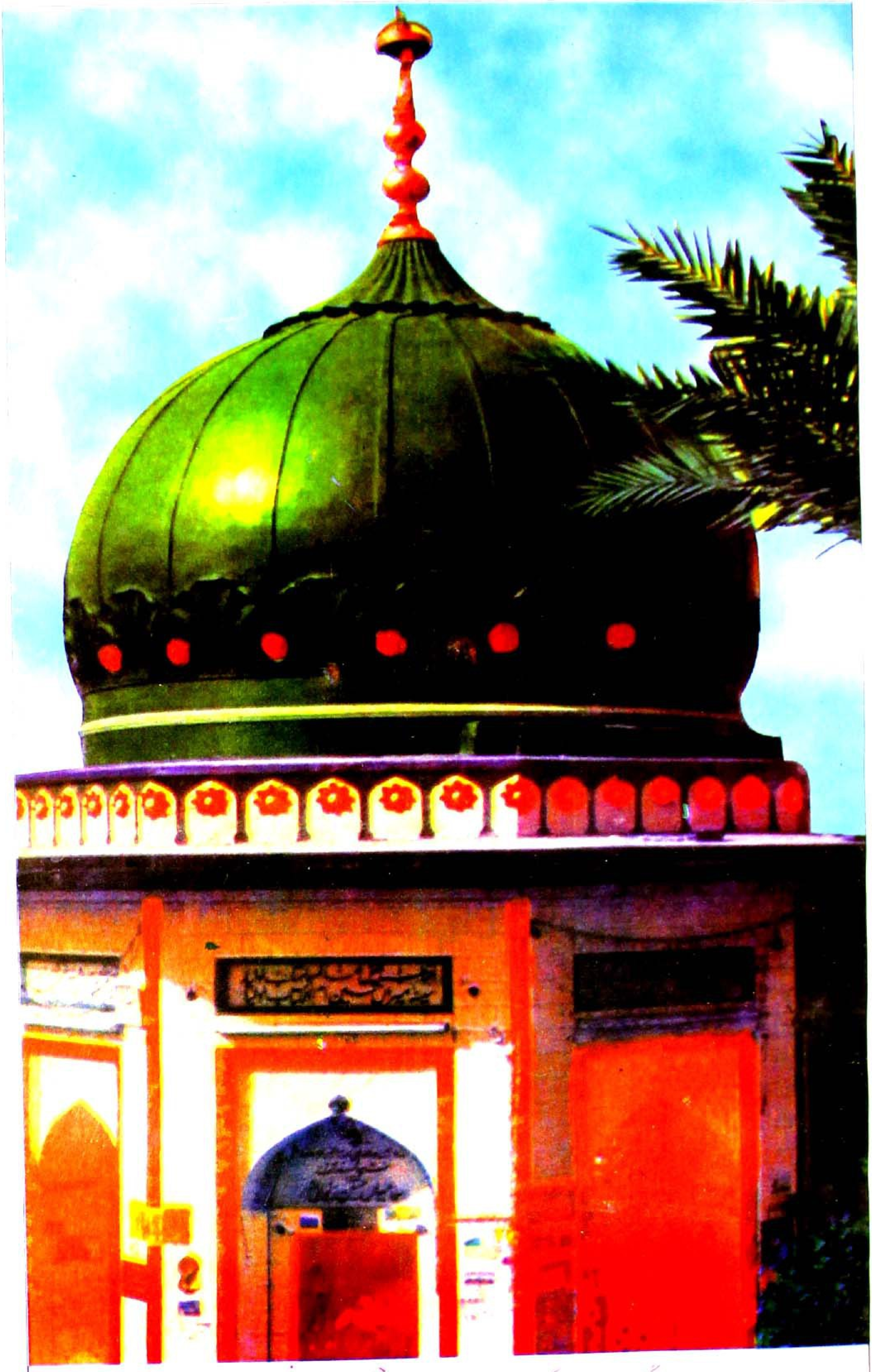

گنبد مزار مبارک حضرت سید میراں حسین زنجانی

Marfat.com

نے تاریخ اسلامی کی چند معزز ترین اور عہد ساز شخصیات کی بارگاہ میں اپنی خوش عقیدگی کا خراج پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ متاثر تو کئی اسلاف کرام سے تھے، لیکن بے پایاں جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے چاہتے ہوئے بھی بہتوں کی خدمت میں قلمی نذرانۂ محبت نہ پیش کر سکے۔ مثال کے طور پر رئیس المناظرین مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

"....... یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظرہ کے اصول و رموز، بحث و استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے، وہ حضور مجاہد ملت ہی کا عطا کردہ ہے۔"

اور خواہش بھی رہی کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی تاریخ ساز شخصیت کے حوالے سے اپنے احساسات کو قلمبند کریں جیسا کہ فرماتے ہیں؛

"......فی الحال اس نمبر کے ذریعہ عامہ مسلمین اہل سنت تک یہ پیغام ضرور پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ نے چاہا تو مستقبل قریب میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی کے اس گوشے پر ایک طویل مضمون یقیناً شائع کروں گا۔"

(نوائے حبیب کلکتہ، مجاہد ملت نمبر، ۱۹۸۶ء، ص:۱۰)

بہر حال یہ چند تذکرے گو کہ ضخامت میں کسی قدر کم ہیں لیکن کیف کے اعتبار سے ان کا مقام بہت بلند ہے کہ ایک دیدہ ور نقاد، عہد شناس مصنف اور ہمہ جہت شخصیت نے اپنے قلبی واردات سے ہمیں روشناس کرانے کی سعی جمیل کی ہے۔ اس میں بعض ایسے ہیں جو جام نور کلکتہ، رفاقت پٹنہ، اہل سنت کی آواز دہلی، محسن ملت رائے پور، اشرفیہ مبارکپور اور شان ملت پٹنہ کے شماروں میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو اب تک مخطوطہ کی شکل میں تھے اور پہلی بار نظر قارئین ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

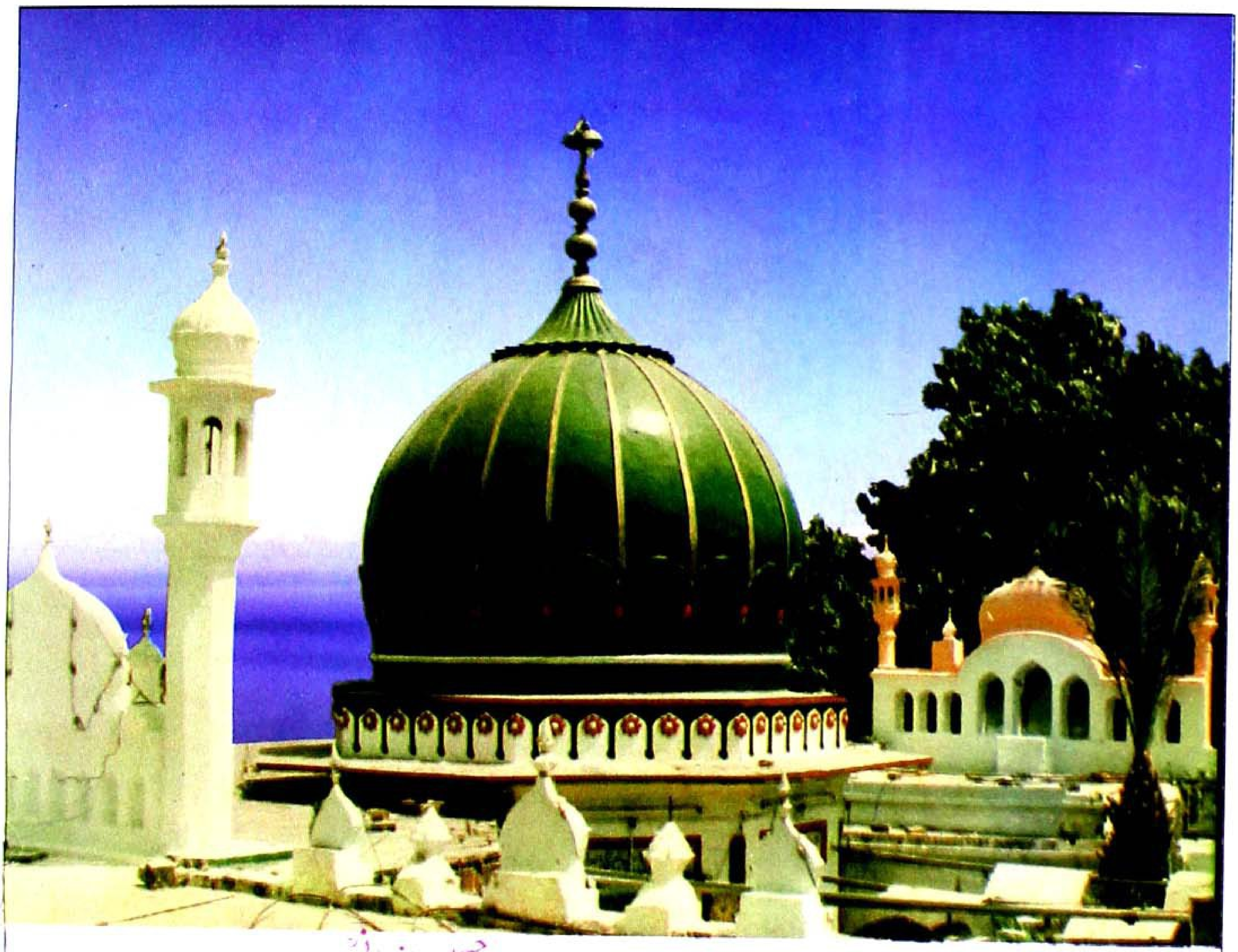

گنبد مزار مبارک حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com

بزم ''شخصیات'' کے مشمولہ مضامین کی حصولیابی میں جن احباب نے تعاون فرمایا ان سب کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جن میں جناب پروفیسر سید مجتبیٰ احمد مارہروی جناب مفتی وفاء المصطفیٰ صاحب، محترمی جناب مولانا محمد علی فاروقی صاحب، محترم ڈاکٹر شکیل اعظمی صاحب، علامہ فداء المصطفیٰ اعظمی اور فخر صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح اپنی اہلیہ کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہر ممکن تعاون کیا۔

خدائے عز وجل سبھوں کو دونوں جہان کی برکتوں سے نوازے۔

خیر اندیش

غلام زرقانی قادری

(جانشین قائد اہل سنت علیہ الرحمہ)

ہیوسٹن، ۱رفروری ۲۰۰۷ء

Marfat.com

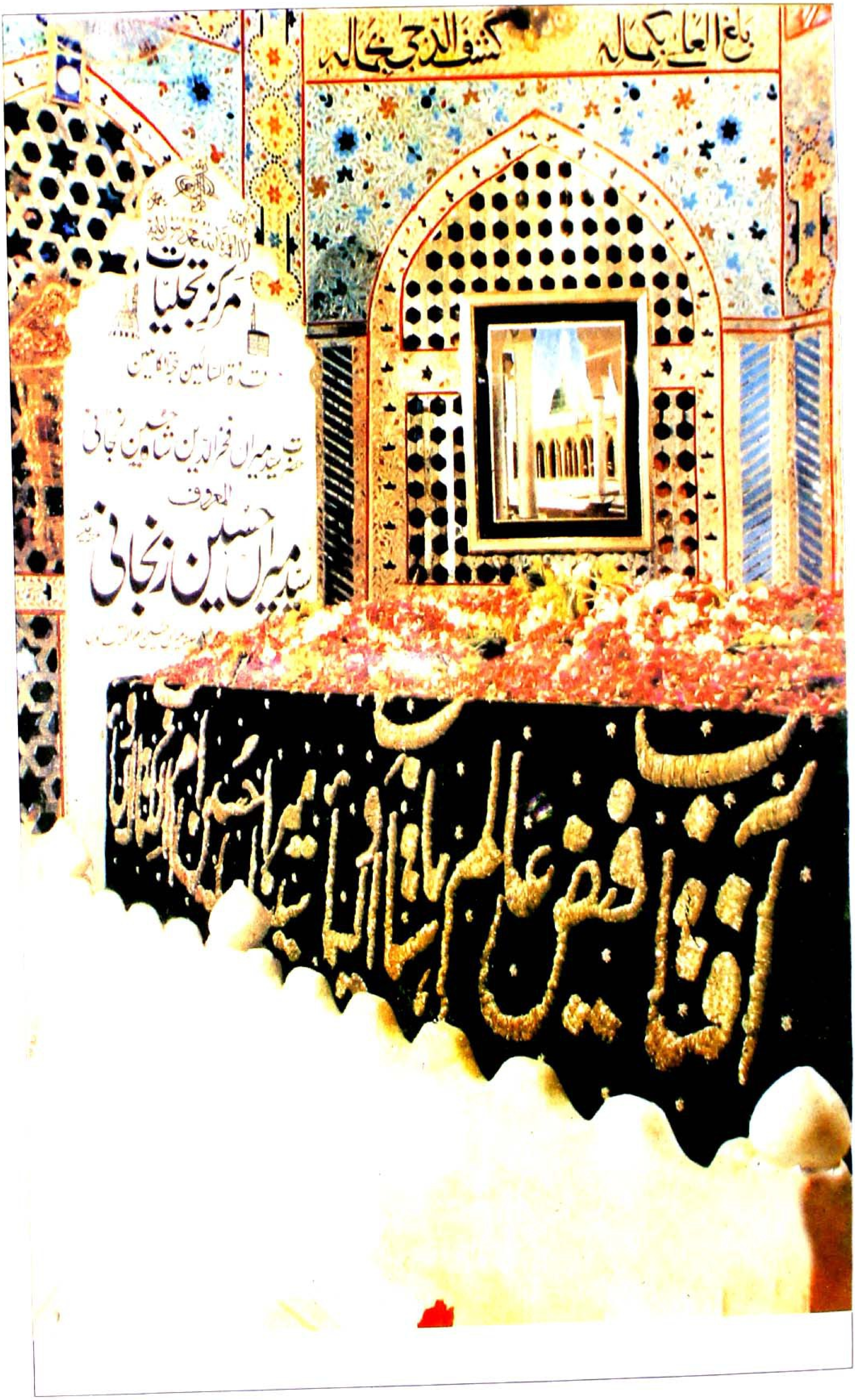
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
مرکز تجلیات
المعروف
سید میراں حسین زنجانی

Marfat.com

تأثرات

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

(ایم اے، پی ایچ ڈی، اعزاز فضیلت)

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے ان کی تصانیف کے ذریعہ تعارف تو پہلے ہی سے تھا اور فقیر بھی اپنی تصانیف کی وجہ سے پہلے سے متعارف تھا، مگر جب ۱۹۷۹ء میں مولانا حسن رضا خان نے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ پر بہار یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کرنا چاہا تو حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے علمی تعاون کے لیے پہلا مکتوب شریف ارسال فرمایا، پھر تعارف کا یہ سلسلہ غائبانہ سے بالمشافہ ہوگیا۔ غالبا پہلی ملاقات دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ہوئی جب وہ ''دعوت اسلامی'' کے لیے خلوت میں لائحۂ عمل تیار کر رہے تھے تو فقیر کو بھی اس میں شریک کرلیا......پھر دوسری ملاقات ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں ہوئی......تیسری ملاقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس کراچی میں ہوئی......پھر چوتھی ملاقات غریب خانے پر ہوئی جب فقیر نے ان کو مدعو کیا......پھر پانچویں ملاقات مکتبہ جام نور دہلی میں ہوئی جب فقیر کی علامہ علیہ الرحمہ نے

Marfat.com

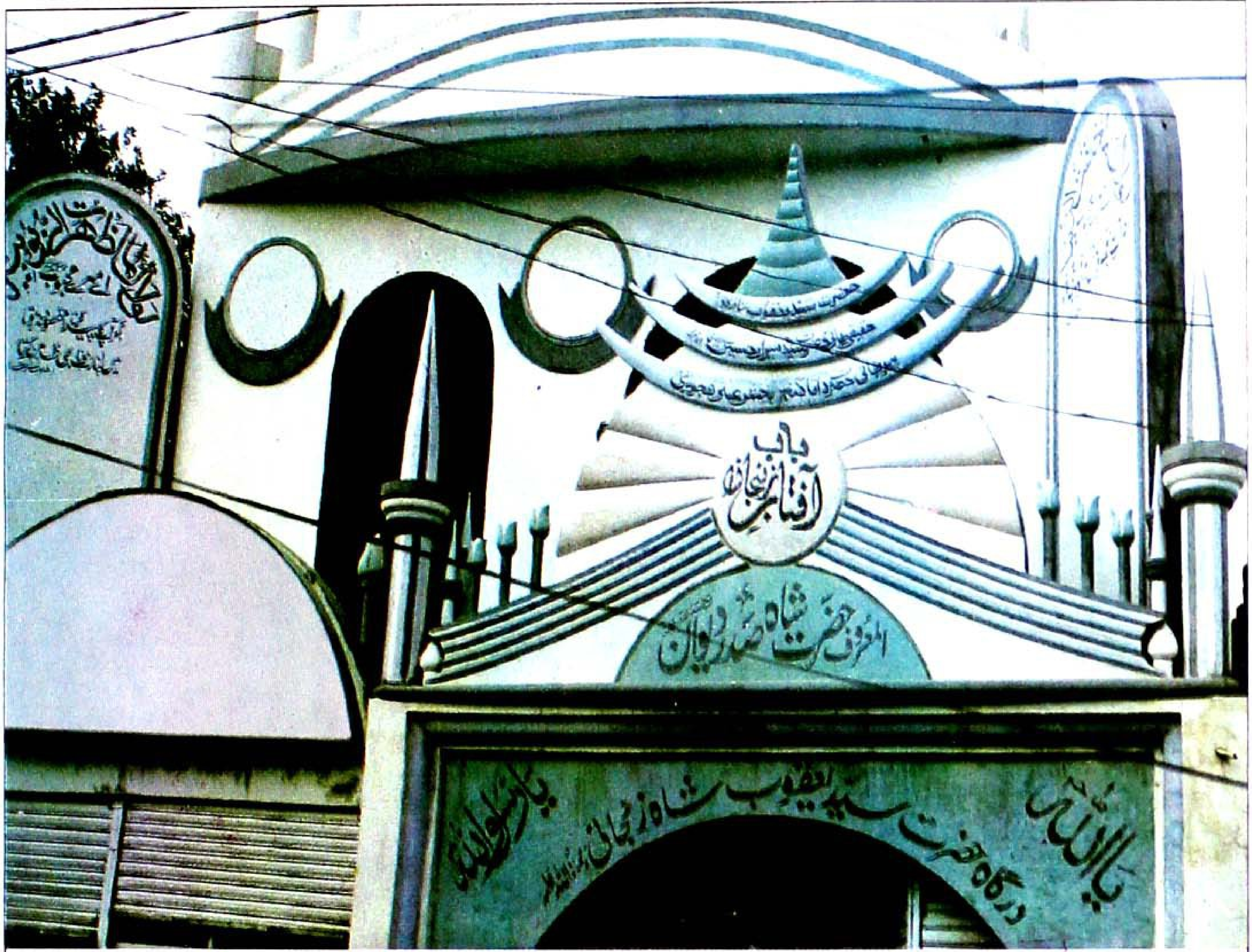

دروازہ جنوب کی جانب حضرت سید یعقوب شاہ زنجانیؒ

چلہ گاہ خواجہ معین الدین چشتی

Marfat.com

دعوت کی ....اور پھر آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب انہوں نے جامعہ حضرت نظام الدین نئی دہلی کے معائنہ کے لیے یاد فرمایا۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سراپا حرکت تھے اور لگن کے پکے۔ سخت سے سخت بیماری بھی ان کی راہ عمل میں حارج نہ ہوئی۔ کراچی کے زمانہ قیام میں بار بار بے ہوش ہوتے اور کئی کئی گھنٹے بے ہوش رہتے، لیکن جب ہوش آتا تو کام میں لگ جاتے........وہ جوانان اہل سنت کے لیے بے مثال عملی نمونہ تھے........انہوں نے کئی ادارے قائم کیے جن میں فیض العلوم جمشید پور، ادارۂ شرعیہ پٹنہ، اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ انگلینڈ، جامعہ مدینۃ الاسلام ہالینڈ، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ صاحب طرز ادیب تھے۔ ان کی نگارشات دل آویز ہوتیں اور حوالوں سے مزین بھی.........دل و دماغ دونوں کے لیے کشش رکھتیں ....اور ایک خاص خوبی یہ کہ دوست بھی مائل اور دشمن بھی قائل...........وہ اپنے قاری کو تنہا نہ چھوڑتے ....بلکہ اپنے ساتھ لے کر چلتے........پھر اپنا بنا لیتے۔ یقین نہ آئے تو ان کی مشہور زمانہ تصانیف زلزلہ، زیروزبر، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی وغیرہ دیکھ لیں۔

انہوں نے میدان صحافت میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ جام نور، جام کوثر، رفاقت اور شان ملت نام کے رسالے اس کی روشن مثالیں ہیں۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی زید مجدہ لائق تحسین ہیں کہ علامہ موصوف کے بکھرے ہوئے قلمی اثاثے کو حسن ترتیب کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ میں ''شخصیات'' کی اشاعت پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ مولی تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

Marfat.com

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید یعقوب زنجانی

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید موسیٰ زنجانی

Marfat.com

غوث اعظم حضرت
شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

مزار مبارک کا اندرونی حصہ

Marfat.com

کبھی آنکھوں میں کبھی خانہ ٔ دل میں رہنا
روح بن کر مری رگ رگ میں سمانا یاغوث

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

Marfat.com

دروازہ شمال کی جانب

دروازہ مشرق کی جانب

Marfat.com

2

جیلان کا تاجدار

نام .... سید عبد القادر رضی اللہ عنہ

کنیت .... ابو محمد

لقب .... محی الدین، غوث اعظم اور محبوب سبحانی

مقام ولادت .... جیلان نام کا قصبہ

تاریخ ولادت .... یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ہجری

تاریخ وصال .... ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ ہجری

مرقد انور .... بغداد مقدس

سلسلۂ نسب ...... والد ماجد کی طرف سے سبط رسول حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سبط پیغمبر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

Marfat.com

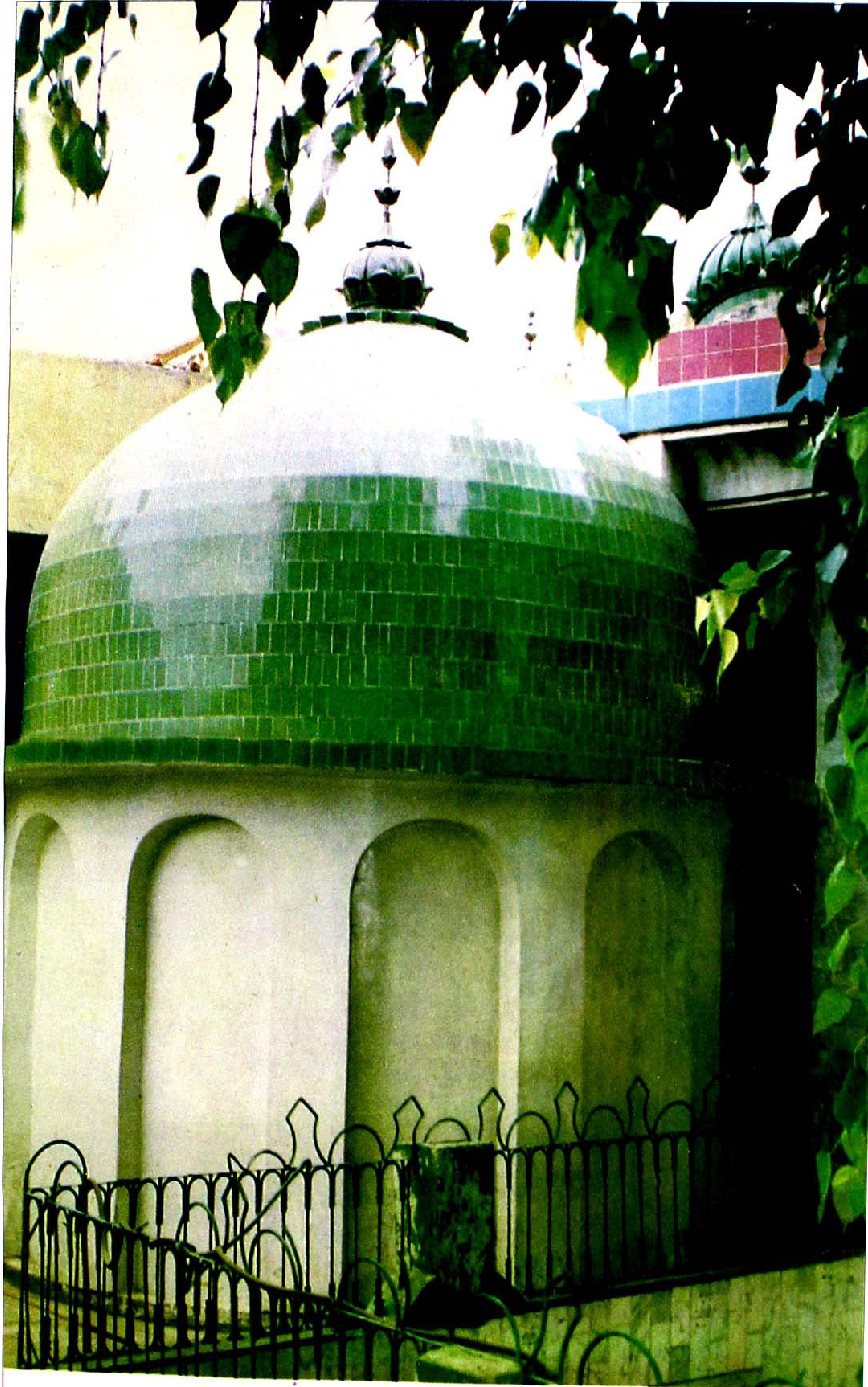

گنبد مزار مبارک حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ

Marfat.com

خراج عقیدت

کونین کا وہ عظیم دستگیر جس کی جلالت شان کا ڈنکا کائنات ہستی کے شش جہات میں بج رہا ہے اور جس کی خداداد شوکتوں کے پرچم پہاڑوں کی چوٹیوں پہ لہرا رہے ہیں، اس کے مدح سراؤں اور منقبت خوانوں کی ہزاروں میل لمبی صف میں کہیں بھی جگہ پا جانا زندگی کا سب سے بڑا اعزاز سمجھتا ہوں۔

نقیبوں کی آواز

سرکار غوث الوریٰ کی عظمت مقام کا کیا پوچھنا؟ کہتے ہیں کہ ابھی فرش گیتی قدموں کی ٹھوکر سے سرفراز بھی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے خورشید کمال کا سپیدۂ سحر دلوں کے آفاق پر چمک رہا تھا۔ رحمت و نور کے کتنے ہی آبشاروں نے اس بحر بیکراں سے زندگی کی خیرات مانگی اور وقت کے بڑے بڑے مسند نشینوں نے اپنے امیر کشور کی آمد کے غلغلے بلند کیے، سرکار غوث الوریٰ کی کتاب زندگی کا یہی وہ باب ہے جسے پڑھنے کے بعد اقلیم ولایت میں ان کی شہنشاہی کا یقین چمکنے لگتا ہے۔

انبیاء سابقین نے ہزاروں سال پیشتر اگر مطلع رسالت پر ایک آفتاب کے طلوع ہونے کی خبر دی تھی تو یہاں بھی مظہر اتم کی شان یوں جلوہ گر ہوئی کہ ظہور سے سینکڑوں سال قبل روئے زمین کے اولیاء کاملین نے ولایت کے آفاق پر ایک خورشید کے چمکنے کی بشارتیں دیں، ان کے مناقب و محامد کے خطبے پڑھے اور ہراول دستوں کی طرح دلوں کی سرزمین کو ایک شہنشاہ کی جلوہ گری کے لیے ہموار کیا۔

Marfat.com

تشکر

برادارم عزیزی سیّد افضال حسین زنجانی سجادہ نشین کی تصنیف " شمع زنجان " ایک منفرد اور تاریخی دستاویز ہے۔ جو حضرت سیّد میراں حسین زنجانیؒ کے حالات زندگی اُنکی تعلیمات آپکی لاہور آمد اور خاندان زنجانیہ پر ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین کی سالہا سال کی تحقیق کے بعد انہوں نے کتاب کے ٹائیٹل ڈیزائن خوبصورت تصویر کے علاوہ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے عہد کے تعین کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کے علاوہ انہوں نے تاریخی لحاظ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیٰؒ کی شہرہ آفاق کتاب "فوائد الفود" کے صفحہ نمبر 57 میں جو خواجہ صاحبؒ نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ بلاشبہ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین نے تحقیقی جائزہ پیش کر کے تمام امور کو " شمع زنجان " میں سمو دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ سید میراں حسین زنجانیؒ حضور داتا گنج بخشؒ کے پیر بھائی ہیں۔ انہوں نے کتاب کو خوبصورت ٹائٹل اور ڈیزائن سے مزیّن کیا ہے۔ اور ایک خوبصورت اسلوب دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک گرانقدر اور قابل تحسین کوشش ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دُعا گو ہوں پروردگار انہیں اس کاوش پر اجر کثیر عطا فرمائے۔

آمین

سگ درگاہ میراں

شیخ محمد افضل، شیخ محمد نعیم

اشرفی ٹاور لبرٹی مارکیٹ

گلبرگ لاہور

اور دربار میراں حسین زنجانیؒ

مورخہ یکم جون 2003

Marfat.com

امام حسن عسکری کی بشارت

خانوادۂ اہل بیت کے چشم و چراغ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں خاندان کا مقدس خرقہ اپنے وارث کے حوالے کیا اور ارشاد فرمایا کہ پانچویں صدی کے اخیر میں عراق کی سرزمین سے ایک عارف باللہ کا ظہور ہوگا، جس کا نام عبدالقادر اور لقب محی الدین ہوگا۔ یہ امانت بحفاظت تمام اس تک پہنچا دی جائے۔ چنانچہ وہ مقدس امانت نسل در نسل منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ ماہ شوال ۴۹۹ھ ہجری میں ایک امین وقت کے ذریعہ سرکار غوثیت تک پہنچ گئی۔ (مخزن القادریہ)

حضرت جنید بغدادی کی بشارت

ایک دن عالم کیف میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے "قدمه علی رقبتی .... قدمه علی رقبتی" (ان کا قدم میری گردن پر، ان کا قدم میری گردن پر) یہ الفاظ سن کر لوگ حیران رہ گئے۔ حالت کیف کے افاقے کے بعد دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ کشف باطن کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی میں عارفوں کا تاجدار پیدا ہوگا، جو مشیت یزدانی کا اشارہ پا کر ارشاد فرمائے گا.. قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله (میرا یہ قدم سارے اولیاء کی گردن پر ہے) اضطراب شوق میں آج ہی اس کی جلالت شان کے آگے میری گردن خم ہوگئی اور عالم کشف میں یہ الفاظ بے ساختہ زبان پر جاری ہوگئے۔ (ترغیب الناظر)

بلخ کے شیخ اعظم کی بشارت

شیخ بلخ حضرت خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی کہ پانچویں صدی کے اخیر

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی کتاب شمع زنجان کے متعلق

ناچیز:۔ مخدوم سید چن پیر گیلانی سجادہ نشین حضرت میاں میرؒ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں میرے ہر دل عزیز جناب سید افضال حسین زنجانیؒ سجادہ نشین دربارھذا کی کتاب شمع زنجان تقریباً تین سال کی شب روز کی محنت، محبت، سچائی اور شب بیداری کے مرحلوں سے گزار کر لکھی اور مجھے مطالعہ کے لئے دی گئی اور کہا گیا کہ میں اس کتاب کے تعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں کیونکہ کتاب مکمل ہو کر چھپنے کے مراحل میں داخل ہو چکی ہے میرے خیال میں تو صرف ایک ہی بات ہے کہ کوئی حال لکھنے کیلئے کوئی حال والا ہی صحیح حال لکھ سکتا ہے۔ جس کو حال پر مکمل طور پر عبور حاصل ہو اور وہ ہی صاحبِ حال کا حال لکھے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ تمام ہندستان پر انوار و تجلیات کی بارش لاہور سے ہو رہی ہے اس سے مراد حضرت داتا گنج بخشؒ علی ہجویری جو پیر بھائی حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی ہی ذات اقدس ہے۔

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیا   سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا   ناقصاں راہ پیر کامل کاملاں را راہنما

شاہ صاحب کی یہ ایک اچھی کاوش ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور خدمت کے صلہ میں صدقہ رسول ﷺ خصوصی رحمت فرمائیں (آمین)

Marfat.com

میں خدا کا ایک برگزیدہ بندہ ظہور فرمائے گا......اس کا لقب محی الدین ہوگا.....اولیاء واقطاب کی سروری کے منصب پر اسے فائز کیا جائے گا.....خدا کے مقرب بندے اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فخر محسوس کریں گے ......اور حیات ظاہری کے بعد بھی اس کے تصرفات کا سلسلہ جاری رہے گا۔(بہجۃ الاسرار)

شیخ ابو بکر بطائحی کی بشارت

اپنے وقت کے عظیم بزرگ حضرت شیخ ابو بکر بطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ عراق میں آٹھ اوتاد ہیں۔

۱۔حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ۲۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

۳۔حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ۴۔حضرت منصور ابن عمار رحمۃ اللہ علیہ

۵۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۶۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔حضرت سہل ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۔حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

لوگوں نے حیرت سے دریافت کیا کہ حضور! یہ عبدالقادر جیلانی کون بزرگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ غوثیت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے والے جو پانچویں صدی میں تشریف لارہے ہیں۔عجم میں پیدا ہوں گے اور بغداد میں سکونت فرمائیں گے۔(بہجۃ الاسرار)

خواب میں رسول الثقلین کی تشریف آوری

بات اتنے ہی پہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ واقعات کے مستند راویوں کا بیان ہے کہ جس شب میں غوث الوریٰ کے جلوۂ نور سے جیلان کا نصیبہ چمکا اور خاکدان ہستی کے چہرے پر آفتاب غوثیت کی کرن پھوٹی اسی رات کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں

Marfat.com

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب خاندان سادات زنجانیہ کا ایک تاریخی تذکرہ ہے۔ یہ خاندان شہر لاہور کے قدیم سادات خاندان سے ہے جس کا تعلق شیخ المشائخ حضرت سید میراں حسین زنجانی، حضرت سید یعقوب زنجانی اور حضرت سید موسیٰ زنجانی سے ہے جن کا ذکر گرامی اکثر تذکروں اور تاریخوں میں ملتا ہے۔ آپ ملک ایران کے شہر زنجان سے لاہور تشریف لائے۔ تینوں بزرگ حقیقی بھائی تھے۔ یہ صوفیاء عظام اولیاء کرام اور علماء ذیشان تبلیغی مشن پر یہاں پر آئے اور یہیں پر آسودہ خاک ہوئے۔ ان کے دم قدم سے لاہور میں شمع اسلام روشن ہوئی اور ان ہی کی بدولت کفرستان لاہور نورستان میں تبدیل ہو گیا۔ یوں تو بہت سی کتب میں ان بزرگوں کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اصل سہرا جناب عالم حسین چیمہ صاحب کو جاتا ہے۔ میری طرف سے ان کی محنت کو سلام اور دعا کہ خدا تعالیٰ ان کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔ انہی کی بدولت آفتاب زنجان، تاریخ زنجانیہ جیسی کتب پڑھنے کو ملیں اور یہ ان کا احسان عظیم ہے کہ سادات زنجانیہ کا وجود دوبارہ ابھر کر سامنے آیا۔ لہٰذا ان ہی کی بدولت مجھے اس کتاب کو لکھنے کا موقع ملا۔

اگرچہ چند کتب اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں جو اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے منفرد مقام رکھتی ہیں لیکن ایک کمی جو سابقہ کتب میں عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کتب میں درج شدہ حالات بالکل مختصر ہیں۔ اس کتاب میں اس کمی کو ازحد پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس حد تک حالات دستیاب ہوئے ہیں انہیں درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں حضرت میراں حسین زنجانی کی تعلیمات اور سیرت و کردار پر زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالنے کی

Marfat.com

تشریف لائے اور آپ کے والد ماجد کو یہ عظیم وجلیل بشارت مرحمت فرمائی کہ یا ابا صالح اعطاک اللہ تعالیٰ ابنا صالحا وھو ولدی ومحبوبی و محبوب اللہ تعالیٰ وسیکون لہ شان عال فی الاولیاء والاقطاب۔ (ترغیب الناظر)

ترجمہ: اے ابوصالح تجھے اللہ تعالیٰ نے ایک فیروز مند بیٹا عطا فرمایا ہے، جو میرا معنوی فرزند ہے اور میرا اور میرے رب کا محبوب ہے۔ اولیاء واقطاب کی صفوں میں اس کی بہت بلند و بالا شان ہوگی۔

اللہ اکبر! گہوارۂ مادر میں جس کے ستارۂ اقبال کی ارجمندی پر کونین کا فرمانروائے اعظم اپنی مہر تصدیق ثبت فرما رہا ہے، اب کس کا یارا ہے کہ عہد شباب میں اس کی عظمتِ کمال کا اندازہ لگائے۔

حرم سرائے شوق کی کہانی

حیرتوں کا خوگر بننا ہے تو ذرا وہ داستان بھی پڑھئے جو ولادت باسعادت کی تمہید ہے اور جس واقعہ سے اس حقیقت پر نہایت تیز روشنی پڑتی ہے کہ غوث الوریٰ کے ظہور کے لیے کیسے کیسے اہتمام کئے گئے اور ان کی پاک سرشت کو رحمت ونور کے کتنے آبشاروں سے گزارا گیا۔

کہتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہکتے ہوئے دن تھے...... چمنستان حیات میں بہاروں کا موسم تھا...... شام کا سورج ڈوب رہا تھا......... آپ کے والد ماجد حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ دریائے دجلہ کے کنارے تشریف فرما تھے...... اتنے میں آپ کی نظر ایک بہتے ہوئے سیب پر پڑی......... آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا اور اس سے افطار فرمایا...... اس کے بعد ہی دفعۃً دل میں خیال گزرا کہ نہ جانے یہ کس کا سیب تھا...... مالک

Marfat.com

کوشش کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی زندگی کا ہر پہلو اجاگر ہو جائے۔ میری تمام تر کوشش کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو یا شجرہ سادات زنجانیہ میں دور حاضر کی اولاد کے نام رہ گئے ہوں لہٰذا مطلع فرمایئے گا تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جا سکے۔

خادم الفقراء

صاجزادہ سید افضال حسین زنجانی

گلی نمبر 5 مکان نمبر 36

حکیم اشرف پارک چاہ میراں' لاہور

Marfat.com

کی اجازت کے بغیر میں نے کھالیا......... قیامت کے دن اگر مجھ سے مواخذہ ہوا تو کیا جواب دوں گا۔

یہ خیال آتے ہی دل کی کائنات ہل گئی۔ خوف الٰہی کے اضطراب میں اٹھے اور سیب کے مالک کا سراغ لگانے کے لیے دریا کے کنارے بہتے ہوئے دھارے کی مخالف سمت پر چل پڑے۔ کافی مسافت طے کرنے کے بعد آپ کو دریا کے ساحل پر ایک عظیم الشان محل نظر آیا، جس میں سیب کا ایک بہت بڑا باغ تھا اور پھلوں سے لدی ہوئی ایک درخت کی شاخیں دریا کی سطح پر پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ اسی باغ کا سیب میں نے کھایا ہے۔

چنانچہ اب آپ نے باغ کے مالک کی تلاش شروع کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس باغ کے مالک اپنے وقت کے عظیم وجلیل بزرگ اور بے مثال ویکتا عارف حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ شرمسار و خجل ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

" میں نے آپ کے باغ کا ایک بہتا ہوا سیب آپ کی اجازت کے بغیر کھالیا ہے۔ میں اپنی فروگذاشت پر نادم ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے تا کہ محشر میں حق العبد کے مواخذہ سے بچ جاؤں۔ "

حضرت صومعی نے نظر اٹھا کر چہرے کی طرف دیکھا...... لوح جبیں پر غوث الوریٰ کا نور چمک رہا تھا........ جلوۂ حقیقت کا نقاب الٹتے ہی کونین کا درخشاں مستقبل نگاہوں کے سامنے آ گیا..... قدرے توقف کے بعد فرمایا:

" دو شرطوں پر میں تمہاری تقصیر معاف کر سکتا ہوں........... پہلی شرط تو یہ ہے کہ دس سال میرے قریب رہ کر ان مقامات سے تمہیں گذرنا ہوگا جو باطن کی تطہیر، روح کے

Marfat.com

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء
سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیاء

زیر نظر کتاب شمع زنجان اللہ تعالیٰ کے ان چند دوستوں کی سوانح عمری ہے جنہوں نے ایران کے شہر زنجان سے برصغیر پاک و ہند کی جانب اپنا رخ کیا اور جنہوں نے احکام خداوندی کی فرمانبرداری کی اور رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے حلقہ اثر میں بنی نوع انسان کی خدمت کی۔ وہ صالح اعمال پر کاربند رہے اور اس وقت ہندوستان میں قدم رکھا جب سادہ لوح انسانوں کی زندگی اور موت پنڈتوں کے رحم و کرم پر تھی۔ انہی بزرگان دین اور صوفیاء کی راست بازی کو اجاگر کرنے کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب میرے دوست اور بھائی سید افضال حسین شاہ نے شب و روز کی انتہائی محنت سے لکھی ہے۔ جس میں اللہ کے مقرب بندوں کی زندگی کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ مولف کتاب ہذا اور انکے اہل خانہ پر بصدقہ رسول اللہ ﷺ خصوصی رحمت فرمائے

احقر

سید شاہد علی زنجانی

چاہ میراں' لاہور

Marfat.com

تزکیے اور عرفان کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہیں............اور دوسری شرط دس سال کی مدت تمام ہو جانے کے بعد ظاہر کروں گا۔ ''

محشر کی سرخروئی اور اخروی اعزاز کی تمنا میں حضرت صالح نے اس شرط کو بطیب خاطر منظور فرمالیا۔

اب وہ ایک رہبر کامل کے سایۂ عاطفت میں آگئے تھے۔ ذکر وفکر، ریاضت و عبادت اور یاد الٰہی کی لذتوں میں دن گزارتے رہے۔ اسرار غیب کے جلووں کا قرب بڑھتا گیا اور مشاہدۂ حق کی روشنی تیز سے تیز تر ہوتی گئی یہاں تک کہ دس سال کی مدت جس دن تمام ہوئی وہ اقلیم عشق وعرفان کی مسافت طے کر چکے تھے۔

دوسرے دن حضرت صومعی نے انہیں اپنے قریب بلایا اور فرمایا:

'' اب میری دوسری شرط باقی رہ گئی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ اسے ظاہر کردوں۔ میری ایک نا کتخدا لڑکی ہے، جس میں پانچ عیب ہیں۔ پہلا عیب یہ ہے کہ وہ گونگی ہے۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ بہری ہے۔ تیسرا عیب یہ ہے کہ وہ اندھی ہے۔ چوتھا عیب یہ ہے کہ وہ لنگڑی ہے۔ پانچواں عیب یہ ہے کہ وہ لولی ہے۔ تم اسے اپنے حبالۂ عقد میں قبول کرلو۔ ''

حضرت ابو صالح نے اسی جذبے میں اس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔ عقدِ نکاح کے بعد جب شب زفاف آئی اور حضرت ابو صالح حجلۂ عروسی میں داخل ہوئے۔ ایک لالہ رخ، زہرہ جمال اور جسم و اعضاء کی صحیح وسالم دوشیزہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور فوراً الٹے پاؤں واپس چلے آئے۔

حضرت صومعی کو خبر ہوئی تو انہوں نے وجہ دریافت کی۔ نگاہیں نیچی کیے عرض کیا:

'' جن پانچ عیبوں کی نشاندہی آپ نے فرمائی تھی وہاں تو ایک عیب بھی نہیں ہے۔ اس لیے اجنبی عورت سمجھ کر میں واپس چلا آیا۔ ''

Marfat.com

اس خاندان کے چشم و چراغ صاحب سجادہ شیخ المشائخ حضرت صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب مد ظلہ العالی۔ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ اور تصوف و علم کے انوار سے لوگوں کے قلوب منوّر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفر و الحاد نے ابتداء ہی سے اسلامی تعلیمات کا پوری قوت سے مقابلہ کیا' لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا اندازِ فکر و عمل فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ صوفیاء کی تعلیم اور انکی فکر عشقِ رسول ﷺ سے کس قدر لبریز ہے۔ کسی بھی اہل علم و تصوف سے مخفی نہیں۔

۱۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو موضع کھوکھر زیر میں زیارت و ملاقات شیخ المشائخ قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ اللہ شریف کے لئے گیا۔ دوران ملاقات حضرت قبلہ صاحب نے فرمایا کہ میں انتخاب احادیث ﷺ کی ایک کتاب مرتب کر رہا ہوں جس میں احادیث کی تشریح و تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے زیارت بھی کرائی اور احادیث اور ان کی شرح دکھائیں۔ ساتھ ہی مجھ ناچیز کو حکم دیا کہ مذکور کتاب کی تقدیم و تعارف لکھوں۔ یہ محترم قبلہ حضرت صاحب کی نظر توجہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

میری کیا بساط کہ ان کی فکری' تحقیقی' علمی اور فقہی نگارشات پر رائے زنی کروں۔ قبلہ حضور نے علم حدیث کے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ قارئین کو حدیث پاک کی علیٰ وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احادیث کی جو شرح و تفسیر بیان کی گئی

Marfat.com

----- سے تصدیق کرتا ہے اگر اسی طرح دل سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا تو منافق ہوگا یا جاہل (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے

ذالک بانہم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم (سورہ المنافقون آیت ۳)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔ ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا

(سورہ النساء آیت ۱۳۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے) پھر زبان سے ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے۔

محقق زجاج نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی کریم ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اسکی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے -امام راغب اصفہانی نے فرمایا ہے کہ ایمان نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بطور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر جگہ ایک ایک پر الگ

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
380	کن اوقات میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے	268
381	غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے	268
382	نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنا جائز ہے	268
	قبر کا بیان	
383	قبر کتنی ہونی چاہیے	269
384	قبر کی دو قسمیں ہیں	269
385	قبر میں کتنے لوگ اُتاریں	270
386	میت کو لٹانے کا طریقہ	270
387	قبر میں عہد نامہ اور شجرہ رکھنے کا طریقہ	270
388	قبر پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں	270
389	علماء و مشائخ کی قبور پر قبہ بنانے میں حرج نہیں	270
	دفنانے کے بعد کیا کریں	
390	قبر پر پھول اور لکڑی کا تناڈالا جائے یہ سنت ہے	271
391	میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت، درود شریف اور استغفار کی جائے	271
392	قبر پر اذان کہی جائے	272
393	تلقین کی جائے	272
	قبر کے آداب	
394	قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا حرام ہے	272
395	رشتہ دار کی قبر دور ہے تو باہر ہی سے فاتحہ پڑھ لیں	272

Marfat.com

ہدیہ سپاس

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ سرزمین پاک و ہند میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاص توجہ اور شفقت سے اولیائے کاملین تشریف لائے اور انھوں نے اپنے فیوض ظاہری اور باطنی سے اس کفرستان میں شمع توحید و رسالت روشن کردی جو آج تک روشن ہے

ہرگز نمیرد آں کہ دلیش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حجتہ الکاملین مسند الواصلین، زبدۃ العارفین، خواجہ خواجگان حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ بزرگان دین کے اس ہراول دستے میں شامل ہیں جنہوں نے ہندوستان کے بت کدے میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اعلائے کلمتہ الحق اور سربلندی اسلام کے لئے آپ نے اپنے آبائی شہر کی ہر آسائش زندگی کو چھوڑ کر عزم لاہور کیا اور طرح طرح کی صعوبات سفر اٹھانے کے بعد منزل مقصود پر پہنچے۔ اجنبی لوگ، اجنبی شہر، اجنبی زبان اور اجنبی ماحول ـــــ مگر تائید خداوندی کے سہارے آپ نے تبلیغ اسلام کا کٹھن سفر شروع کردیا۔

نہ کوئی رفیق نہ کوئی بدرقہ ساتھ اپنے
فقط عنایت پروردگار راہ میں ہے

جذبے کی صداقت اور مشن کی عظمت نے دشوار گھاٹیوں کو سر کرلیا اور آپ کے عزم صمیم اور قوت ایمانی نے پتھروں کو گداز کرنا شروع کردیا۔
آخر وہ دن بھی آیا جب اہل لاہور میں سے بہت سے خوش نصیبوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طوق غلامی گلے میں پہن کر ہر ماسوا کی غلامی سے نجات

Marfat.com

یہ شان تقویٰ دیکھ کر حضرت صومعی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو امڈ آئے۔ عالم کیف میں فرمایا:

"یقین کرو وہی تمہاری رفیقۂ حیات ہے۔ جن پانچ عیبوں کی میں نے نشاندہی کی ہے، وہ طہارت وعفت کے حقائق کی تعبیرات ہیں۔

وہ اندھی ہے...... یعنی آج تک کسی نامحرم کے چہرے پر اس کی نظر نہیں پڑی ہے۔

وہ گونگی ہے...... یعنی آج تک اس نے کوئی ناشائستہ بات اپنے منہ سے نہیں نکالے۔ وہ بہری ہے...... یعنی آج تک کسی اجنبی کی آواز کو اس نے اپنے پردۂ سماعت تک نہیں پہنچنے دیا ہے۔ وہ لنگڑی ہے...... یعنی آج تک معصیت کی طرف اس کے قدم نہیں اٹھے ہیں۔

وہ لولی ہے یعنی آج تک اپنے ہاتھوں سے اس نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔"

یہ حیرت انگیز خبر سن کر حضرت ابو صالح خوشی سے جھوم اٹھے اور ایک تقدس پیکر، وفا سرشت اور پاک طینت شہزادی کو اپنے حریم زندگی میں پا کر جذبۂ شکر سے معمور ہو گئے۔

غوثیت کبری کے نقوش

صحن ہستی میں قدم رکھتے ہی سرکار غوثیت کے محامد وتجلیات کی دھوم مچ گئی۔ گہوارۂ مادر سے لے کر مکتب ومسجد کے صحن تک ہر طرف ایک بالاتر ہستی کے آثار جگمگانے لگے۔ جدھر سے گذر جاتے رجال الغیب کے دستے پرے جمائے کھڑے رہتے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے لیے بغداد کے سفر میں جو خوارق عادات اور عجائب وغرائب ظہور میں آئے، انہوں نے سارے زمانے کو چونکا دیا۔ عہد طالب علمی میں آزمائشوں کا وہ دور بھی گذرا جب کہ مسلسل فاقوں سے جگر کا خون سوکھنے لگا اور ضعف ونقاہت حد سے بڑھ گئی۔ یہی وہ دور تھا جب کہ مذہب عشق کے فرائض کی تکمیل ہوئی۔ اور

Marfat.com

حاصل کرلی۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت میراں حسین زنجانی کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت داتا گنج بخش کو مرشد کامل نے فوری طور پر لاہور بھیج دیا۔ آپ اپنے پیر بھائی کے باکمال جانشین ثابت ہوئے اور آپ نے اپنی کاوشوں سے گھر گھر چراغ نور اسلام روشن کردیا۔ بقول اقبال:

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

ان اولیائے کرام کی سوانح حیات لکھنا اور ان کے کارہائے نمایاں اور ظاہری و باطنی قوتوں کا تحریری انکشاف کرنا ایک طرح سے تبلیغ کا نمایاں حصہ ہے اس سے فکر و نظر کی رفعت اور قلب و نظر کی کشادگی میسر ہوتی ہے۔

مقام مسرت ہے کہ صاحبزادہ پیر سید افضال حسین زنجانی دامت برکاتہم قدسیہ نے شبانہ روز کی محنت کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حالات زندگی' ان کی خدمات اسلام اور باطنی کمالات پر ایک مبسوط کتاب تالیف کی ہے۔ اس طرح انہوں نے حضرت کی اولاد اور صحیح وارث ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

بزرگوں کی تحریریں علاج ضعف یقیں ہوتی ہیں۔ ان کو عقیدت سے پڑھنا چاہئے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر تو عمل کی بنیاد رکھ

اس پر آشوب دور میں اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری' اہل اللہ سے محبت رکھنے والوں کی صحبت' اہل اللہ کے حالات کو تحریر و تقریر میں بیان کرنا' پڑھنا اور سننا ازبس ضروری ہے اور میرے خیال میں دنیا سے باایمان جانے کا ایک یہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔

Marfat.com

آپ مسلسل چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی گئی۔

معبود کے آستانے پر بندگی کا سرنیاز اس طرح خم ہوا کہ رحمت یزدانی اپنے بندۂ مقرب کی ناز بردار بن گئی...... اب رحمتیں آ کے مناتی ہیں تو کھاتے ہیں .... سلاتی ہیں تو سوتے ہیں .... پہناتی ہیں تو پہنتے ہیں .... ایک روٹھے ہوئے محبوب کی طرح بات بات پر منایا جارہا ہے۔

عرش کی قندیل لے کے دونوں جہاں کی وسعتوں میں گھوم جاؤ وصفِ اولیاء میں اس شان کا کوئی اور نہیں پاؤ گے۔

بالآخر وہ سحر بھی طلوع ہوئی جب کہ بغداد کی سرزمین پر جلالتِ شاہانہ کا تخت بچھا........... اور فرق اقدس پر غوثیب کبریٰ کا تاج پہن کر جب سریر آرا ہوئے تو عظمت خداداد کی ہیبت سے پہاڑوں، صحراؤں اور سمندروں کے دل کانپ گئے........ پائیگاہ سلطانی میں کشورولایت کے سارے عمائدین کی گردنیں جھک گئیں۔

اس وقت سے لے کر آج تک بغداد کا دیارِ قدس غوث الوریٰ کی راجدھانی کی حیثیت سے سارے صحت مند دلوں کا مرکز عقیدت ہے۔

گو وہ آج نظر کے سامنے نہیں ہیں، لیکن عشق وایمان کی ہر انجمن میں ان کے جلووں کی سحر کا اجالا پھیلا ہوا ہے۔ ان کی نادیدہ چارہ گری، ان کی روحانی دستگیری اور ان کے غیبی تصرفات کے عقیدے پر مشاہدات و تجربات کی اتنی تیز دھوپ پڑ رہی ہے کہ عقل وہوش کی سلامتی کے ساتھ انکار ممکن نہیں ہے۔

گیارہویں شریف کا یہ موسم بہار اس یقین کا زندۂ جاوید ثبوت ہے کہ خدا جب کسی بندے کو مسند تقرب پر فائز کرتا ہے تو اس کی محبت وشیفتگی کے لیے قلوب کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

اصل چیز کی مانگ ہر دور میں رہتی ہے اور اسی سے نقل والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میری دعا اور خواہش ہے کہ پیر فقیر ہو تو اصل ہو نقل نہ ہو۔ اصل فقیر دنیا دار نہیں ہوتا اور بادشاہ اس کے محتاج ہوتے ہیں نہ کہ وہ اہل اقتدار اور اہل زر کے پیچھے بھاگتا پھرے۔ بقول اقبال؛

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

اصل فقیر حضور ﷺ کا نمائندہ ہوتا ہے میرے دعا ہے کہ رسالتماب کے یہ نمائندے اب میدان میں آئیں اور اسلامیان پاکستان کی خصوصاً" اور مسلمانان عالم کی عموماً" رہنمائی کریں۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

صاحبزادہ پیر سید افضال حسین کی یہ کاوش لائق تحسین ہے۔ امید ہے قارئین کرام فروگذاشتوں کو مدنظر نہیں رکھیں گے بلکہ ان کے اخلاص کی داد دیں گے۔

طالب دعا

خاکپائے سرکار میراں حسین زنجانی

پروفیسر سید فدا حسین زنجانی

219 شاد باغ۔ لاہور

Marfat.com

اس لیے کہنے دیا جائے کہ جیلانی تاجدار کی محفلوں کے یہ چراغ خود نہیں جلے ہیں جلائے گئے ہیں۔ پھر مشیت ایزدی جب چراغوں کی نگرانی کر رہی ہے، انہیں کون بجھا سکتا ہے۔ وہ طوفان کی گود اور آندھیوں کی زد پر بھی جلتے رہیں گے۔

خدا ہمارے دلوں کے گنجہائے گرانمایہ کی حفاظت فرمائے۔

☆☆☆

Marfat.com

نگاہ فقر از صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

شاہ حسین ابن علی کی پیروی ہی کام تھا
صبر و ہمت شان تھی میراں حسین اک نام تھا
فاقہ مستی تھی نظر میں دل توکل سے غنی
ساحل دریا پہ رونق مرجع خلقت بنی
داتائے ہجویر سے پہلے تھا وہ لاہور میں
چاہ میراں اک دیا تھا ظلمتوں کے دور میں
دعوت حق دینے پر اس کی ملامت کی گئی
مندروں کے شہر میں جو بات کی بالکل نئی
جس مقدر والے کو چھو جاتا وہ دست حیات
ظاہر و باطن کی بیماری سے پا جاتا نجات
ان کی خلوت گاہ بھی اک نور کا ہالہ رہی
زائرین میراں نے ہے پایا ذوق آگہی
صوفیاء کی سلطنت میں عالی رتبے پر رہا
اور جنازہ داتا صاحبؒ کی امامت میں ہوا
چونکہ اس درویش کے لب پہ تھا الحی القیوم
حشر تک درگاہ زنجانی پہ ہو گا اک ہجوم
شمع میراں ہے یہاں روشن ہزاروں سال سے
نوری ہیں افضال زنجانی سارے مصطفیٰ کی آل سے

Marfat.com

سلطان الهند خواجه

معین الدین چشتی رضی الله عنه

Marfat.com

منقبت از امیر محمد بخش صابری

حسن ذات کبریا کا آئینہ میراں حسین
ہے ضیائے عکس حسن مصطفیٰ میراں حسین

لاڈلے ابن علی کے گلشن زہرا کے پھول
سرتاپا نور خدا ہیں باخدا میراں حسین

منبع جود و سخا ہے آستانہ آپ کا
ہیں زمانے کے لئے حاجت روا میراں حسین

کیوں نہ پہنچے گا وہ اپنی منزل مقصود پر
جس کے ہوں گے رہنما پیشوا میراں حسین

چاہ میراں کیا ہے گویا گلشن زنجان ہے
آپ کی نظر کرم ہے پر عطا میراں حسین

ہر نگاہ سے ہیں عیاں معجز نمایاں آپ کی
لادوا کی ہیں دوا، کلی شفا میراں حسین

آپ کے فیض قدم سے چاہ میراں کیا کہوں
ہے نظر آتا ہمیں جنت نما میراں حسین

خشک زاہد کیا خبر تجھ کو مقام عشق کی
عاشقوں کے عشق کا کعبہ بنا میراں حسین

ہے فضل ابوالفضل کا اور جنیدی فیض ہے
جاری ہے سرچشمہ جودوسخا میراں حسین

لاکھ طوفانوں میں ہو گو کشتی عمر رواں
کیوں نہ ہو وہ پار جس کے ناخدا میراں حسین

اس امیر صابری کا آج بھر دیجئے شہا
کاسہ امید لے کر آ گیا میراں حسین

Marfat.com

درِ اقدس کا ہر ذرہ غبار طور سینا ہے
دلِ روشن گزر گاہِ حرم ہے میرے خواجہ کا
کہاں سے آرہی ہے حشر میں آواز ارشدؔ کی
گنہگارو چلو باغِ ارم ہے میرے خواجہ کا

Marfat.com

منقبت از صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

اے شہہ زنجان ہم پہ ہو عنایت کی نظر
آپ کے قدموں کی ٹھوکر میں پڑے ہیں تاجور
کر نظر اے شاہ میراں فخرالدین زنجانی
المدد یا میراں فخرالدین الکرم یا زنجانی
اے شہنشاہ ولایت تم پہ ہم سب کا سلام
تم پہ میراں سب عیاں ہے دونوں عالم کا نظام
تیری نظروں میں ہے عالم رائی کا ذرہ حقیر
سرزمین لاہور پر حکم نافذ آپ کا
تیری شاہی میں پڑے ہیں تیری زلفوں کے اسیر
تیرے در پہ حاضری کو ماہ و سال آئیں تمام
بادشاہ کل نے دی ہے تیرے ہاتھوں میں لگام
مہر و ماہ کے راستے میں تیرے ابرو کی لکیر
پنجتن تیرا گھرانہ لاڈلے حسنین ہو
تم تو آقا فیض یاب سرور کونین ہو
ہم سگان کوئے میراں تیری گلیوں کے فقیر
اپنی مٹی میں ملا ہے ذکر [illegible] کا خمیر
مصطفیٰ کا ذکر ہی افضال زنجانی خدا کی بات ہے
سید میراں تو خود ہی مصطفیٰ کی نعت ہے

Marfat.com

خواجۂ خواجگان

تاریخ ولادت:............... ۵۳۰ھ ہجری

بمقام:................ سنجر علاقہ سیستان

تاریخ وصال:................ ۶/رجب المرجب ۶۲۷ھ ہجری

بمقام:................ اجمیر مقدس

نام نامی اسم گرامی:......... معین الدین حسن

القاب:....................... ہند الولی، عطائے رسول، غریب نواز، خواجۂ بزرگ، آفتاب چشتیاں، سلطان الہند، نائب رسول اللہ، وارث الانبیاء

چشتی کہلانے کی وجہ

بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سلسلہ طریقت کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی رضی اللہ عنہ جب حصول بیعت کی غرض سے حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری

Marfat.com

منقبت از بحضور سید میراں حسین

از سید فدا حسین زنجانی

انوار مصطفےٰ ہیں میراں حسین سید
اولاد مرتضےٰ ہیں میراں حسین سید
فیضان مصطفائی داتا کے پیر بھائی
شاہوں کے شہنشاہ ہیں میراں حسین سید
ہیں سرتاپا کرامت اور منبع ولایت
سرتاج اولیا ہیں میراں حسین سید
بے کس نواز میراں بندہ نواز میراں
بے بس کے ہم نوا ہیں میراں حسین سید
شہر لاہور ان کے صدقے میں پل رہا ہے
ہم سب کا آسرا ہیں میراں حسین سید
آنکھوں میں بس گئے ہیں دل میں اتر گئے ہیں
ہم سب سے آشنا ہیں میراں حسین سید
ہر درد لا دوا کی پائی دوا یہاں سے
اک چشمہ شفا ہیں میراں حسین سید

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کی سرکار میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے نام دریافت کیا۔

عرض کیا: '' عاجز کو ابواسحاق شامی کہتے ہیں۔ ''

فرمایا: '' آج سے ہم تجھے ابواسحاق چشتی کہیں گے اور قیامت تک جو تیرے سلسلے میں داخل ہوگا وہ بھی چشتی کہلائے گا۔ ''

اسی نسبت سے خواجہ بزرگ بھی ''چشتی'' کہلاتے ہیں۔

نسب نامہ

باپ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب گلگوں قبا شہیدِ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ماں کی طرف سے امام الہدیٰ سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سرکار غریب نواز کی والدۂ ماجدہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن ہیں۔ اس رشتے سے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ خواجہ غریب نواز کے ماموں ہوتے ہیں۔

عہد طفلی کا ایک رقت انگیز واقعہ

عید کا دن تھا۔ ہر طرف مسرتوں کی چہل پہل تھی، ساری فضا رنگا رنگ پھولوں کی خوشبو سے مہک اٹھی تھی۔ آبادی کے ہر گوشے سے فرزندانِ اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر عیدگاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بیش قیمت پیراہن میں ملبوس حضرت خواجہ بھی اپنے گھر والوں کے ہمراہ عیدگاہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اثناء راہ ان کی نظر ایک نابینا لڑکے پر پڑی جو رہگذر کے قریب اداس غمگین کھڑا تھا۔ اس کا اترا ہوا چہرہ، شکستہ پیراہن، غربت زدہ حال اور بے چارگی دیکھ کر حضرت خواجہ کا دل بھر آیا۔ اسی وقت اپنے کپڑے اتار کر اس غریب و نابینا بچے کو پہنا دیا اور اسے اپنے ہمراہ عیدگاہ لے گئے۔ اس واقعہ کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا

84943

Marfat.com

نذر عقیدت از ذوقی مظفر نگری

دین بھی ایمان بھی پیغام فخرالدین کا
فخر کے لائق ہے اک اک کام فخرالدین کا

نشہ توحید میں بے خود ہیں رندان خودی
کس قدر مسرور کن ہے جام فخرالدین کا

جستجوئے حق میں فرمایا جو آغاز سفر
منزل دین پر ہوا انجام فخرالدین کا

اللہ اللہ جگمگا اٹھے جنیدی راستے
نور بار آگہی ہے گام فخرالدین کا

نور حق پھیلا گئے زنجان سے لاہور تک
تاابد روشن رہے گا نام فخرالدین کا

جس کے نخل شوق کا تھا ذوق مہر و ماہ کو
ڈھونڈیئے وہ باغ صبح و شام فخرالدین کا

کیوں نہ اہل دل کو فرحت بخش ہو میراں حسین
حضرت ختلی نے رکھا نام فخرالدین کا

مرحبا ابن علی محمود و مریم مرحبا
مرجع انوار حق ہے بام فخرالدین کا

کوہڑی کو دی شفا رہزن کو رہبر کر دیا
☆ رام چندر دیکھ فیض عام فخرالدین کا

صبح کے تاروں نے مانگی ہے ضیائے زندگی
جب ہوا روشن چراغ شام فخرالدین کا

جب بھی ذوقی کافروں نے دین پر توڑا ستم

Marfat.com

کہ بچپن ہی سے حضرت "غریب نواز" تھے۔

تعلیم و تربیت

سات سال کی عمر شریف تک آپ کی پرورش خراسان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا زمانہ والد بزرگوار کے زیر عاطفت گزرا۔ اس کے بعد سنجر کی مشہور درسگاہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی تعلیم مکمل ہوئی۔ چودہ سال کی عمر شریف میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد ماجد کا مزار مبارک بغداد مقدس میں ہے۔

ایک مجذوب سے ملاقات

کہتے ہیں کہ ایک دن آپ اپنے باغ کو سیراب کر رہے تھے کہ اپنے وقت کے ایک مشہور مجذوب حضرت ابراہیم قندوری باغ میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نے نہایت عزت و احترام سے انہیں بٹھایا اور خوشۂ انگور سے ان کی تواضع فرمائی۔ خواجہ کے حسن سلوک سے مجذوب کا دل خوش ہو گیا۔ انہوں نے اپنی تھیلی سے سوکھی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور دانت سے چبا کر حضرت خواجہ کو پیش کیا۔ اسے کھاتے ہی دل کی حالت بدل گئی۔ سرمستی عشق کی ایک ہی جنبش میں علائق کی زنجیر ٹوٹ گئی۔ اسی عالم میں حضرت خواجہ نے باغ اور پن چکی فروخت کر کے ساری قیمت فقراء و مساکین پر لٹا دی اور حالت بیخودی میں خراسان کی طرف نکل گئے۔

خراسان سے ہندوستان تک کا طویل سفر نامہ:

۵۴۵ھ ہجری سے ۶۲۲ھ ہجری تک ستہتر سال کا اکثر حصہ آپ نے سفر میں گزارا۔ اس درمیان میں کہیں ہفتوں، کہیں مہینوں اور کہیں سالوں تک قیام بھی ثابت

Marfat.com

ڈھل گیا آلام میں آرام فخرالدین کا

☆ (رام چندر حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضرت سید میراں حسین زنجانی کا مرید ہوا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ یہ تمام عمر حضرت میراں حسین زنجانی کا بے حد عقیدت مند اور خدمت گار رہا)

Marfat.com

ہے۔سفر کی پوری تاریخ چونکہ مرتب حالت میں نہیں ہے،اس لیے اجمالی طور پر صرف ان مقامات کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے جو دوران سفر میں سرکار کے قدموں کے نیچے سے گذر گئے ہیں:

۱۔خراسان ۲۔سمرقند ۳۔بخارا ۴۔عراق ۵۔ہارون ۶۔عرب
۷۔بغداد ۸۔کرمان ۹۔ہمدان ۱۰۔تبریز ۱۱۔استرآباد ۱۲۔خرقان
۱۳۔میمنہ ۱۴۔ہرات ۱۵۔افغانستان ۱۶۔غزنی ۱۷۔رے ۱۸۔فالوجہ
۱۹۔مکہ معظّمہ ۲۰۔مدینہ طیبہ ۲۱۔بدخشاں ۲۲۔دمشق ۲۳۔جیلان
۲۴۔چشت ۲۵۔اصفہان ۲۶۔ہندوستان براہ ملتان،لاہور،دہلی،اجمیر مقدس۔

اس سفرنامے میں بیس سال کی وہ مدت بھی شامل ہے جو حضرت خواجہ نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی میں گذاری ہے۔اس سفر میں سرکار بغداد حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت خواجہ کی کئی بار ملاقات ہوئی ہے۔ایک ملاقات میں سرکار خواجہ کے متعلق حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بشارت بھی منقول ہے کہ یہ مرد مقتدائے عالمین سے ہوگا اور اس کے ذریعہ بیشمار طالبان حق منزل مقصود کی پہنچیں گے۔

مرشد سے ملاقات

''انیس الارواح'' نامی کتاب میں خود حضرت خواجہ نے اپنے قلم سے اپنے مرشد کی ملاقات اور بیعت کا واقعہ یوں تحریر فرمایا ہے:

[[مسلمانوں کا یہ دعا گو معین الدین سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنید کی مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی دولت پابوسی سے مشرف ہوا۔

Marfat.com

منقبت از صوفی غلام حسین صوفی

مظہر نور خدا ہو سیدی میراں حسین
تم حبیب مصطفیٰ ہو سیدی میراں حسین
جس کی گرد راہ نے بخشی میرے دل کو ضیاء
تم وہ نور مرتضیٰ ہو سیدی میراں حسین
والئی زنجان، رونق ہیں آپ لاہور کی
لاڈلے شیر خدا کے سیدی میراں حسین
مخلوق جس سے تاابد ہوتی رہے گی فیض یاب
چشمہ جودو سخا ہو سیدی میراں حسین
جس نے شمع کی فروزاں ہند میں اسلام کی
باصفا ہو، اولیاء ہو سیدی میراں حسین
در پہ آئے ہیں تیرے کاسہ لئے تیرے غلام
ان پہ بھی نظر عطا ہو سیدی میراں حسین
بوالفضل ختلی کے پیارے فیض عالم کے رفیق
پیشوائے صوفیاء ہو سیدی میراں حسین

Marfat.com

اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار حاضر خدمت اقدس تھے۔ جب اس درویش نے سر نیاز زمین پر رکھا تو پیرو مرشد نے ارشاد فرمایا: ''دو رکعت نماز ادا کر'' میں نے ادا کی۔ پھر فرمایا: ''قبلہ رو بیٹھ'' میں بیٹھ گیا۔ حکم دیا: ''سورہ بقرہ پڑھ'' میں نے پڑھی۔ فرمان ہوا: ''اکیس بار درود شریف پڑھ'' میں نے پڑھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا: ''آ تجھے خدا تک پہنچا دوں'' بعد ازاں مقراض (قینچی) لے کر دعا گو کے سر پر چلائی اور کلاہ چہار ترکی اس درویش کے سر پر رکھی اور گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: ''بیٹھ جا'' میں بیٹھ گیا۔ فرمایا: ''ہمارے خانوادہ میں ایک شبانہ روز کے مجاہدہ کا معمول ہے تو آج رات اور دن مشغول رہ'' یہ درویش بموجب فرمان عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضر خدمت ہوا تو ارشاد فرمایا: ''آسمان کی طرف دیکھ'' میں نے دیکھا۔ دریافت فرمایا: ''کہاں تک دیکھتا ہے؟'' عرض کیا کہ عرش اعظم تک۔ پھر فرمایا: ''زمین کی طرف دیکھ'' میں نے دیکھا۔ استفسار فرمایا: ''کہاں تک دیکھتا ہے؟'' عرض کیا کہ تحت الثریٰ تک۔ فرمایا: ''پھر ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ'' میں نے پڑھی۔ فرمایا: ''پھر آسمان کی طرف دیکھ'' میں نے دیکھا۔ پوچھا: ''اب کہاں تک دیکھتا ہے؟'' عرض کیا کہ حجاب عظمت تک۔ فرمایا: ''آنکھیں بند کر'' میں نے بند کر لیں۔ فرمایا: ''کھول دے'' میں نے کھول دیں۔ پھر مجھے اپنی انگلیاں دکھا کر سوال کیا: ''کیا دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار عالم۔ بعد ازاں سامنے پڑی ہوئی ایک اینٹ کے اٹھانے کا حکم دیا۔ میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے اشرفیوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ فرمایا: ''اسے لے جا کر فقراء میں تقسیم کر دے'' میں نے حکم کی تعمیل کی۔ واپس لوٹ کر آیا تو ارشاد ہوا: ''چند روز ہماری صحبت میں گذار'' عرض کیا فرمان عالی سر اور آنکھوں پر۔

(انیس الارواح) [[

حضرت خواجہ کے قلم سے واقعہ بیعت کی یہ ایمان افروز سرگذشت غور سے

Marfat.com

گدائے زنجانی از محمد اعظم چشتی

آفتاب سپہر مہر و وفا!!
مخزن علم و حلم و زہد و سخا!
مظہر نور کبریا ہے وہ دل
پڑ گئی جس پہ تیری چشم عطا
راز کونین کھل گیا اس پر
جس کو حاصل ہوا ہے قرب ترا
آج بھی بارگاہ میں تیری
سر جھکاتے ہیں تاجدار و گدا!
سچ تو یہ ہے کہ تجھ سا فیض رساں
کوئی دیکھا نہ کوئی ایسا سنا!
میری جانب بھی اک نگاہ کرم
میں ہوں مداح بندگان خدا
میں ہوں اعظم گدائے زنجانی
ورنہ میں کیا میری حقیقت کیا

Marfat.com

پڑھیے۔ نقطۂ آغاز پر جب عالم غیب کے انکشافات کا یہ حال ہے کہ تحت الثریٰ سے حجاب عظمت تک ساری کائنات نظر کے سامنے ہے تو اس کے بعد کے مقام کشف و عرفان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

حرمین طیبین کی حاضری

اپنی اسی کتاب ''انیس الارواح'' میں ایک مقام پر حضرت خواجہ تحریر فرماتے ہیں کہ حرم کعبہ کی پاک سرزمین پر ایک دن پیر و مرشد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا گو کے حق میں نہایت درد انگیز مناجات کی۔ پردۂ غیب سے آواز آئی: '' ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا ''

فرماتے ہیں کہ حرم مکہ کی معنوی برکتوں اور سرمدی نعمتوں سے جب ہم بہرہ یاب ہو چکے تو پیر و مرشد نے اس شہر محترم کا رخ کیا جو کائنات گیتی کا مرکز عشق ہے۔ طیبہ کی پرنور و شاداب آبادی پر جیسے ہی نظر پڑی جذبۂ شوق کا عالم زیر و زبر ہو گیا۔ اس محبوب سرزمین کی خاک کو آنکھوں سے لگایا، بوسہ لیا اور روحانی نشاط سے شاد کام ہوئے۔

سلطان کونین کے دربار میں حاضری کا سماں احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ جب مواجہ اقدس میں پہنچے تو پیر و مرشد نے فرمایا: '' دو جہاں کے مالک کو سلام کر ''

میں نے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ سلام عرض کیا۔ روضۂ پاک سے آواز آئی:

'' وعلیکم السلام یا قطب مشائخ بر و بحر ''

یہ جواب سن کر پیر و مرشد نے سجدۂ شکر ادا کیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اب تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا ''

Marfat.com

سادات

سادات کرام سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسوں حسنین علیہم الرضوان کی اولاد ہے۔ صحابہ کرام کے زمانے سے ہی لفظ سادات کا اطلاق صرف اہل بیت پر منطبق کیا گیا۔ پھر خاص کر حسنین کریمین کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ لیکن لفظ سید کے بارے میں علمائے لغت کا بیان ہے کہ یہ ایک عام لفظ ہے جو عربوں میں اسلام سے پہلے اور طلوع اسلام کے بعد بھی سردار کے معنوں میں استعمال ہوا اور آج بھی یہی لفظ عربوں میں رہنما اور سردار کے لئے بولا جاتا ہے مگر اہل عرب کے علاوہ عجمی لوگوں نے اس لفظ کو آل رسول کے لئے مخصوص کر دیا۔ اس لئے صدیوں سے اس لفظ کا اطلاق آل رسول پر ہی رہا ہے۔

علامہ سیوطی اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانے میں لفظ سید کا اطلاق ہر اس فرد پر کیا جاتا تھا جو اہل بیت سے ہوتا خواہ حسنی، حسینی، علوی یا حضرت محمد بن حنیفہ کی اولاد سے ہو یا اس کے علاوہ حضرت کی اولاد کے لئے ہو انہیں سید کہا جاتا تھا۔ لیکن جب مصر میں فاطمی حضرات مسند خلافت پر قابض ہوئے تو انہوں نے سید کا اطلاق حضرت سیدنا حسن اور حضرت سیدنا حسین کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ عرب و عجم کی اکثریت میں سادات صرف انہی کو کہا جاتا ہے جو حضرت فاطمہ الزہرا کی اولاد سے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ سے بے حد پیار

Marfat.com

خرقۂ خلافت

دوران سفر میں بیس سال تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت کرنے کے بعد حضرت خواجہ ۵۲ سال کی عمر میں اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہوئے۔ دم رخصت پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور تبرکات محمدی جو حضرات خواجگان چشت میں سلسلہ بسلسلہ چلے آرہے تھے، آپ کو عطا فرما کر اپنا جانشیں اور صاحب سجادہ بنا دیا۔ خود حضرت خواجہ نے ان واقعات کی تفصیل اپنے قلم سے یوں بیان فرمائی ہے۔

"آقائے نعمت حضرت پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا: اے معین الدین میں نے یہ سب کام تیری تکمیل کے لیے کیا ہے۔ تجھ کو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ فرزند خلف وہی ہے جو اپنے ہوش و گوش میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے۔"

اس ارشاد کے بعد وہ عصائے مبارک جو مرشد کے سامنے رکھا تھا، دعا گو کو عطا فرمایا۔ بعد ازاں خرقہ شریف، نعلین، چوبیں اور مصلی بھی عنایت فرمایا، پھر ارشاد فرمایا:

"یہ تبرکات ہمارے پیران طریقت قدس اللہ اسرارہم کی یادگار ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں اور ہم نے تجھے دیے ہیں۔ ان کو اسی طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا۔ جس کو مرد پانا اس کو ہماری یہ یادگار دینا۔"

یہ ارشاد فرما کر مجھے اپنی آغوش مبارک میں لے لیا۔ سر و چشم کو بوسہ دیا اور فرمایا تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ دعا گو رخصت ہوا۔

ایام سفر کے عجائب و غرائب

۷۷ سال کی طویل مدت سفر میں علم و ارشاد کے بڑے بڑے مشاہیر اور نادرۂ روزگار اصحاب کمال سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ دلوں کی تسخیر، روحوں کا تزکیہ اور جہان

Marfat.com

تھا۔ اس لئے انہیں اور ان کی اولاد کو آپ نے اپنے اہل میں شمار کیا ہے۔ اس بنا پر حضرت فاطمہ کی اولاد یعنی حسنین کریمین کو سید کہا گیا ہے جیسے کہ صوفیا حضرات نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

محققین کے نزدیک خاندان سادات زنجانیہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں لہٰذا حضرامام موسیٰ کاظم تک آئمہ اہل بیت کے فرداً" فرداً" حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ سید الانبیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں 3 شعبان 4ھ کو پیدا ہوئے۔ آغوش نبوت میں بچپن گزارا۔ رسول اکرم کی نگاہ التفات نے آپ کو علم و عرفان سے بھر دیا۔ یہ نگاہ مصطفیٰ کا اعجاز تھا کہ آپ کا سینہ نور سے معمور ہوا۔ علم و حلم اور صبرو شکر میں وہ مقام ملا جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ پھر والد گرامی حضرت علی حیدر کرار کی تربیت نے آپ کی شخصیت میں وہ حسن و جمال پیدا کر دیا جو قیامت تک روز روشن کی طرح چمکتا رہے گا۔ آپ کے فضائل اور خصائل بے شمار ہیں۔ آپ کی سخاوت اور زہد و تقویٰ مشہور زمانہ ہے۔ آپ نے دور نبوت کے آخری چند سال اپنے بچپن میں دیکھے پھر خلفائے راشدین کا چالیس سالہ عہد آپ کے سامنے گزرا ہے۔ اس دور میں چونکہ نظام خلافت برسراقتدار رہا اس لئے آپ حق کے ساتھ رہے، جونہی خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت قائم ہوئی تو آپ نے اس کے خلاف حق کی آواز بلند کی اور حق کو غالب کرنے کے لئے میدان کربلا میں بمعہ اہل و عیال نکل آئے۔ بالاخر راہ حق میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی شہادت تاریخ اسلام میں سب سے بڑے سانحے کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ شہادت 10 محرم 61ھ

Marfat.com

آب وگل میں تصرفات کے ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات آپ سے ظہور میں آئے جن پر آج تک عقل ودانش کوسکتہ ہے۔

عظمت خداداد کی ایک باوثوق شہادت کے طور پر چند واقعات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا واقعہ : فوائد السالکین میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ کے ساتھ سفر حج میں تھا تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر ہم لوگ ایک شہر میں پہنچے۔ یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو ایک غار میں مثل سوکھی لکڑی کے اپنی آنکھیں وا کیے ہوئے عالم حیرت میں کھڑے تھے۔ ایک ماہ تک ہم ان کے پاس رہے۔ اس عرصے میں وہ صرف ایک بار عالم ہوش کی طرف واپس لوٹے۔ ہم نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔

انہوں نے جواب مرحمت فرمایا اور بتایا کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی کا فرزند ہوں۔ تیس سال سے عالم تحیر میں غرق ہوں۔ نہ مجھے دن کی خبر ہے نہ رات کی۔ خدائے تعالیٰ صرف تمہاری وجہ سے آج مجھے عالم ہوش میں لایا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔

دوسرا واقعہ : حضرت خواجہ ۵۸۳ھ ہجری میں مکہ معظمہ پہنچے۔ ایک دن حرم شریف میں آپ مشغول عبادت تھے کہ پردۂ غیب سے آواز آئی:

"اے معین الدین! ہم تجھ سے خوشنود ہوئے اور تجھے بخشدیا۔ اپنے تقرب کی بساط پر میں نے تجھے نہایت اعزاز کی جگہ مرحمت فرمائی۔ جو بھی تیری آرزو ہو سوال کر تا کہ میں عطاؤں سے سرفراز کر دوں۔"

آپ نے عرض کیا: خداوندا! ایک بندۂ حقیر کے لیے اس سے بڑی اور کیا مسرت ہو سکتی ہے کہ تو نے مجھے اپنے حضور میں قبول فرمالیا۔ اس کے بعد اگر کوئی آرزو ہے تو صرف یہ کہ تو اپنے فضل سے میرے سلسلے کے مریدین کو بخشدے۔

Marfat.com

مطابق 10 اکتوبر 680ء ہے۔

آپ بڑے زاہد و عابد تھے۔ شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کے ذوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے پچیس پاپیادہ حج کیے۔ آپ محبوب حبیب رب العالمین اور سید سادات تھے۔ سادات کے زیادہ تر سلاسل آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں پانچ عورتوں سے شادی کی جن سے آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی زوجہ محترمہ شہربانو سے حضرت امام زین العابدین تھے۔ دوسری زوجہ لیلیٰ سے جناب علی اکبر شہید کربلا تھے۔ تیسری زوجہ قضا تھیں جن سے جعفر پیدا ہوئے مگر بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ چوتھی بیوی سے علی اصغر اور چھوٹی بیٹی سکینہ تھیں۔ حضرت علی اصغر بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ پانچویں بیوی سے آپ کی بڑی بیٹی فاطمہ تھیں۔ اولاد نرینہ سے صرف حضرت امام زین العابدین کا سلسلہ نسل آگے چلا۔ حضرت امام حسین کو اہل طریقت میں خاص مقام حاصل ہے کیونکہ آپ اہل طریقت کے سرداروں میں سے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین اہل بیت اطہار میں سے صاحب ولایت تھے۔ آپ حضرت امام حسین کے صاحبزادے تھے۔ تمام حسینی خاندان سادات کا سلسلہ نسبت آپ ہی سے ملتا ہے۔ آپ علم، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت میں حضرت امام حسین کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور شکل میں اپنے دادا جان حضرت علی سے مشابہ تھے۔ آپ 15 جمادی الاول بروز جمعرات 38ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی میں حسن و جمال کے لحاظ سے لاثانی تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے آپ زین العابدین مشہور ہوئے۔ آپ بڑے عالم و فاضل تھے کیونکہ جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ کو مسجد نبوی کا علمی ماحول میسر آیا

Marfat.com

"ارشاد ہوا: معین الدین! تو میرا بندۂ خاص ہے۔ تیری آرزو مبارک ہو کہ قیامت تک جو بھی تیرے سلسلے میں منسلک ہوں گے میں انہیں بخش دوں گا۔"

تیسرا واقعہ: فوائد السالکین میں حضرت خواجہ قطب الاقطاب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ اوحدالدین، شیخ شہاب الدین سہروردی اور میرے پیرو مرشد خراسان کے ایک شہر میں بیٹھے تھے کہ ناگہاں سطان شمس الدین التمش سامنے سے گزرا۔ وہ اپنے ہاتھ میں ایک پیالہ لیے ہوئے تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اس کی عمر بارہ سال کی تھی۔

جیسے ہی حضرت خواجہ کی نظر اس پر پڑی بے ساختہ ارشاد فرمایا:

"جب تک یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ نہ ہولے گا خدا اسے دنیا سے نہ اٹھائے گا۔"

حضرت خواجہ کی زبان غیب ترجمان سے نکلا ہوا یہ جملہ تیر قضا کی طرح نشانے پر بیٹھا۔ تاریخ ہند شاہد ہے کہ سرکار خواجہ کے ارشاد کے مطابق ۶۰۷ھ ہجری میں شمس الدین التمش نام کا ایک گمنام شخص طوفان کی طرح اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے ہندوستان پر چھا گیا اور حضرت خواجہ کی ایک کھلی ہوئی کرامت بن کر بالآخر ایک دن دہلی کے تخت پر اس نے قبضہ کر لیا۔

چوتھا واقعہ: کہتے ہیں کہ سبزہ زار (افغانستان) کا حاکم یادگار محمد ایک بڑا ظالم اور بدمزاج شخص تھا۔ حوالی شہر میں اس کا ایک نہایت خوبصورت باغ تھا۔ اس باغ میں ایک صاف وشفاف حوض تھا۔ دوران سفر میں ایک دن حضرت خواجہ اس باغ میں تشریف لے گئے۔ حوض میں غسل کر کے نماز ادا کی اور اس کے کنارے بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں یادگار محمد کے آنے کی خبر ملی۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہانہ کروفر کے ساتھ اس کی سواری باغ میں داخل ہوئی۔ حوض کے قریب ایک فقیر کو دیکھ کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ غصہ سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ باغ کے پاسبانوں سے ترش رو ہو کر دریافت کیا۔ اس فقیر بے مایہ کو شاہی باغ میں بیٹھنے کی اجازت کس نے دی؟ حاکم وقت کا قہر وجلال دیکھ کر

Marfat.com

جس کی وجہ سے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں دینی علوم پر کامل عبور حاصل کر لیا۔ ظاہر علم کے علاوہ آپ نے باطنی علم میں بھی کمال حاصل کیا۔

واقعہ کربلا تاریخ اسلامی کا ایک نہایت ہی اہم باب ہے۔ آپ اپنے والد محترم حضرت امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شریک جہاد تھے لیکن بیمار ہونے کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمانے سے بچ گئے۔ واقعہ کربلا میں آپ کا بقید حیات رہنا عین حکمت خداوندی تھی کیونکہ بعدازاں آپ ہی سے سادات حسینیہ کا سلسلہ نسب چلا۔

حضرت امام زین العابدین صحابہ کرام کے بعد اہل زمانہ اور دنیائے تصوف و معرفت میں بمثل آفتاب ہیں۔ نماز کی حالت میں آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ نماز میں آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی اہل معاملہ دینوی حاکم کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو حاکم کے رعب و جلال سے اس کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جب میں اللہ کے حضور نماز ادا کرتا ہوں تو اس جلیل و جبار اور واحد قہار کی ہیبت و عظمت سے میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔ آپ میں ایک یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ آپ عموماً غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے اور غریبوں اور مسکینوں کی حسب استطاعت امداد کیا کرتے تھے۔ آپ جامع کشف و کرامات بھی تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔

آپ کثیر الازواج تھے جن سے آپ کے گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں حضرت امام باقر آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کا وصال 18 محرم 94ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

آپ بھی آئمہ اہل بیت سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر تھا۔

Marfat.com

ملازمین شاہی کانپ اٹھے۔ قبل اس کے کہ عذر خواہی کے لیے وہ اپنی زبان کھولتے، ہیبت ودہشت کے اس سناٹے میں اچانک حضرت خواجہ کی نگاہ اٹھی۔ نظر کا چار ہونا تھا کہ ہیبت وجلال سے یادگار محمد کانپنے لگا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ آپ نے پانی منگوا کر اس کے منہ پر چھینٹے دیے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور اپنے تمام خدم وحشم کے ساتھ وہ حضرت خواجہ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہوگیا۔

پانچواں واقعہ: بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت خواجہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور عرصہ تک مسجد قبا میں مشغول عبادت رہے۔ ان ایام میں ایک دن آپ کو دربار رسالت سے بشارت ہوئی:

"اے معین الدین! تو میرے دین کا معین ہے۔ میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی۔ وہاں کفر کی ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ تو اجمیر جا۔ تیرے وجود کی برکت سے باطل کا اندھیرا چھٹ جائے گا اور چہاردانگ عالم میں اسلام کی رونق پھیل جائے گی۔"

آپ اس بشارت سے بہت مسرور ہوئے۔ مگر حیران تھے کہ اجمیر کہاں واقع ہے؟ اسی فکر میں تھے کہ آنکھ لگ گئی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر ایک پلک جھپکتے اجمیر کا تمام شہر اور قلعہ وکوہستان آپ کو دکھلا دیا۔ آخر میں ایک بہشتی انار دے کر آپ کو رخصت فرمایا۔

چھٹا واقعہ: ۵۵۷ھ ہجری میں حضرت خواجہ پہلی بار بغداد مقدس سے ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ دوران سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہ ارشاد فرماتے کہ بخارا میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ ازحد مشغول تھا لیکن نابینا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کب سے نابینا ہوئے۔

جواب دیا کہ منزل سلوک کی راہ طے کر رہا تھا کہ میری نگاہ ایک غیر محرم پر پڑ گئی۔

Marfat.com

آپ باقراس لئے مشہور ہوئے کہ آپ مختلف علوم میں وسعت نظر کے مالک تھے۔ آپ کی پیدائش بروز جمعۃ المبارک 3 صفر 57ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ والد ماجد حضرت امام زین العابدین تھے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔ رات کو اکثر یاد الٰہی میں مصروف رہتے اور اللہ کے حضور گریہ زار رہتے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رات کے ایک پہر تک ورود و وظائف پڑھتے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے مناجات کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اے میرے مالک رات آگئی ہے اور اب بادشاہوں کا تصرف و اختیار ختم ہو چکا ہے۔ آسمان پر ستارے جھلملانے لگے ہیں۔ خلقت گھروں میں جا چکی ہے اور لوگ سو چکے ہیں۔ آوازیں سکوت میں ڈوب چکی ہیں۔ خلقت لوگوں کے دروازوں سے ہٹ چکی ہے۔ بنو امیہ بھی محو خواب ہیں۔ انہوں نے اپنے خزانوں کو تالے لگا کر پہرے دار کھڑے کر دئے ہیں۔ جو لوگ ان سے طمع اور لالچ رکھتے ہیں وہ بھی ان سے دور ہو گئے ہیں۔ لیکن اے اللہ تو زندہ ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تیری ذات پر اونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی اور جو شخص تجھے اس صفت کے ساتھ نہ پہچانے وہ کسی نعمت کا حقدار نہیں۔ اسی طرح آپ اللہ تعالیٰ کو تعریفی کلمات سے یاد کرتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

ظاہری اور باطنی علوم میں آپ کا مقام یگانہ روزگار تھا۔ دوست اور دشمن بھی آپ کے علمی مقام کو تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو باقرالعلوم کہا جاتا ہے۔ آپ جامع کرامات تھے۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں اور آپ کے بے شمار روحانی تصرفات مشہور ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت امام محمد باقر سواری پر تشریف لئے جا رہے تھے۔ خدام پاپیادہ تھے۔ اسی دوران دو شخص آپ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں چور ہیں ان کو گرفتار کر لو اور حفاظت میں رکھو اور ساتھ ہی

Marfat.com

" آواز آئی کہ دعویٰ میری محبت کا کرتا ہے اور نگاہ غیر سے لڑاتا ہے۔ "

یہ آواز سن کر غیرت حیا سے میں پانی پانی ہو گیا۔ دعا کی کہ الٰہی وہ آنکھ اندھی ہو جائے جو دوست کے سوا غیر کو دیکھے۔

ابھی دعا کے یہ الفاظ پورے بھی نہ ہو پائے تھے کہ میری آنکھوں کی بصارت زائل ہو گئی۔

حضرت خواجۂ بزرگ فرماتے ہیں کہ جب وہ سمرقند پہنچے تو وہاں ابو اللیث سمرقندی کے مکان کے قریب ایک مسجد تھی۔ اس کے محراب کے قبلہ رخ ہونے کے متعلق کچھ لوگوں کو شبہ تھا۔ حضرت خواجہ نے توجہ ڈالی تو نگاہوں کے سارے حجابات اٹھ گئے اور سامنے خانۂ کعبہ نظر آنے لگا۔

براہ افغانستان ملتان ہوتے ہوئے جب حضرت خواجہ غرب نواز لاہور پہنچے تو کئی مہینے تک حضرت سیدنا شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر معتکف رہے۔

آپ کا حجرۂ اعتکاف اب تک اندرون احاطۂ مزار موجود ہے۔ رخصت ہوتے وقت زبان سے یہ شعر ادا فرمایا جو عالم گیر شہرت کا حامل ہے اور آج تک درگاہ شریف کی لوح پیشانی پر کندہ ہے۔

مشہور زمانہ شعر یہ ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

حضرت خواجہ کا مسلک

آج مزارات اولیاء سے روحانی استفادہ کے متعلق جو لوگ زبان طعن دراز کرتے ہیں وہ ذرا ہوش کے ناخن لیں۔ حضرت خواجہ کے اس عمل سے یہ بات اچھی طرح

Marfat.com

ایک غلام کو حکم دیا کہ سامنے پہاڑ کی چوٹی پر جاؤ جہاں ایک غار ہے۔ اس میں جو کچھ ہو اسے احتیاط کے ساتھ لے آؤ۔ غلام نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور پہاڑ پر گیا۔ وہاں اس نے غار میں دیکھا کہ سامان کی دو گٹھڑیاں پڑی ہیں۔ خادم دونوں گٹھڑیاں اٹھا کر لے آیا اور آپ کے سامنے پیش کر دیں تو حضرت نے فرمایا ایک گٹھڑی کا مالک تو مدینہ منورہ میں موجود ہے مگر دوسرا لاپتہ ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ واپس آئے تو دیکھا کچھ لوگوں کو گٹھڑیوں کا چور سمجھ کر پکڑ لیا گیا ہے اور گٹھڑی کا مالک ان کو حاکم کے پاس لئے جا رہا ہے۔ آپ نے گٹھڑی اس کے مالک کے حوالے کر دی' بے قصور لوگوں کو رہائی دلائی اور چوروں کو انصاف کے حوالے کر دیا۔

تیسرے روز دوسری گٹھڑی کا مالک بھی حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تیری گٹھڑی کے اندر دو تھیلیاں ایک ایک ہزار دینار کی ہیں جس میں ایک تیری ہے اور ایک دوسرے شخص کی ہے۔ اس نے جواب دیا حضرت آپ نے بالکل درست فرمایا اور اب میری خواہش ہے دوسرے شخص کا نام بھی بتا دیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا دوسرے شخص کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے جو اس وقت تمہارے انتظار میں شہر سے باہر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ شخص غیر مسلم تھا لیکن جونہی اس نے آپ کے روحانی تصرف کو دیکھا تو وہ قدموں میں گر کر مسلمان ہو گیا۔

آپ نے چار نیک اور صالح عورتوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی اور انہی سے آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں حضرت امام جعفر صادقؒ' عبداللہ' حمزہ' ابراہیم' ذکریا اور علی کے اسمائے گرامی ہیں۔ لڑکیوں کا نام زینب اور ام سلمہ تھا۔

آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ تاریخ وصال 7 ذی الحج 114ھ ہے۔

Marfat.com

صاف ہو جاتی ہے کہ مزارات اولیاء سے روحانی استفادہ اور ان کی حیات معنوی اور تصرفات روحانی کا اعتقاد جملہ اہل حق اور تمام خاصان خدا کا مسلک ومشرب اور ان کا مذہبی شعار رہا ہے۔ جو لوگ ان امور کا انکار کرتے ہیں وہ گروہ اصفیاء اور مشاہیر امت کی عام رہگذر کے خلاف ایک نئی اور باطل راہ کھولتے ہیں۔

اجمیر میں ورود مسعود

روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات کے فرمان عالی کے بموجب حضرت خواجہ لاہور سے براہ دہلی اجمیر پہنچے۔ آپ کے ہمراہ چالیس درویشوں کی جماعت تھی، جن کی ضرب الا اللہ سے پہاڑوں کے کلیجے دہل جاتے تھے۔ اجمیر پہنچ کر جب آپ نے شہر سے باہر ایک مقام پر سایہ دار درختوں کے نیچے قیام کرنا چاہا تو راجہ پرتھوی راج کے ساربانوں نے آکر منع کیا اور کہا کہ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اچھا راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں تو وہی بیٹھیں۔ اور آنا ساگر کے قریب جا کر قیام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب اونٹ اپنی چراگاہوں سے واپس آئے اور اپنی جگہ پر آکر بیٹھے تو ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھانے سے بھی نہ اٹھ سکے۔ یہ دیکھ کر ساربانوں کے افسر نے راجہ کو سارے واقعہ کی اطلاع دی۔ راجہ نے کہا کہ سوا اس کے اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ تم لوگ جا کر اس درویش سے معافی مانگو۔

چنانچہ ساربانوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ آپ نے فرمایا: اچھا جاؤ، اونٹ کھڑے ہو گئے۔ آکر دیکھا تو واقعی اونٹ کھڑے ہو گئے۔

واقعات کے روای بیان کرتے ہیں کہ آنا ساگر کے کنارے بہت سے بت خانے تھے۔ جہاں صبح وشام پجاریوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ انہی میں ایک بڑا بت کدہ راجہ کا بھی تھا۔ اس میں پرتھوی راج اور اس کی سلطنت کے عمائدین پوجا کے لیے آیا کرتے تھے۔ اس

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ تصوف اور معرفت کے شہباز اور آئمہ اہل بیت سے تھے۔ اہل طریقت میں آپ کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔ آپ ظاہر و باطن میں نور روحانیت سے معمور تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ فجر کے وقت 13 ربیع الاول 80ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر تھے اور والدہ ماجدہ ام فروہ تھیں۔ اوائل عمر ہی میں آپ نے مدینے کے جید اور اکابر اساتذہ سے قرآن' حدیث اور فقہ اور دیگر دینی علم کی تکمیل کی۔ ظاہری علم کی تکمیل کے بعد طریقت میں قدم رکھا اور بہت جلد اسرار و رموز' علم لدنی اور کلام اللہ کی معرفت میں کامل ہو گئے۔ والد ماجد حضرت امام باقر کے وصال کے بعد مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ رسول اللہ کی بہت تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت امام مالک ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق کی زیارت کیا کرتا تھا۔ عموماً" ان کے مزاج میں مزاح اور تبسم ہوتا لیکن جب کبھی آپ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر آ جاتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ محبت تھی اور حضور کا نام سنتے ہی آپ پر محبت غالب آ کر آپ کا رنگ زرد کر دیتی۔ آپ کا اخلاق و کردار سنت نبوی کا عین نمونہ تھا۔ آپ صوم و صلوۃ کے سختی سے پابند تھے اور نوافل کثرت سے پڑھا کرتے۔ آپ کی سخاوت کے بارے میں ہیاج بن بسطام فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق سائلوں کو یہاں تک دے دیتے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ بچتا۔ آپ میں خوف خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خوف خدا کے بارے میں ایک دفعہ حضرت داؤد طائی کو فرمایا کہ میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے جد امجد میری اس بات پر گرفت نہ فرمائیں کہ تم نے کیوں نہ میری اتباع

Marfat.com

شاہی بت خانہ کا انتظام واہتمام سادھو رام (شادی دیو) کے سپرد تھا۔ یہ اپنے دھرم کی شاستروں کا بہت بڑا فاضل اور تمام پجاریوں کا سردار تھا۔ یہاں آپ کا قیام اہل ہنود پر بہت شاق گذرا۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ آپ چلے جائیں، مگر عظمت خداداد کے آگے کسی کی نہ چلی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ روحانی مقابلے کے لیے سلطنت کے بڑے بڑے جادوگر اور جوگی بلا لیے گئے۔ لیکن حضرت خواجہ کی ایک تیغ ابرو کی جنبش سے سب تڑپ تڑپ کر گھائل ہو گئے۔

شادی دیو اور اجے پال جوگی جیسے سرغنہ کفر کا قبول اسلام حضرت خواجہ کی قاہرانہ قوت اور روحانی سطوت کی ایک عظیم الشان فتح تھی، جس نے ہندوستان کی زمین ہلا دی۔

حضرت خواجہ کے تصرفات کی دوسری زندہ کرامت یہ ہے کہ سعدی اور عبداللہ بیابانی کے نام سے خواجہ کے یہ دونوں حلقۂ بگوش آج تک نواح اجمیر میں عام نگاہوں سے اوجھل ہو کر زندہ و پائندہ ہیں۔ مشہور ہے کہ ہر شب جمعہ روضۂ خواجہ پر حاضری دیتے ہیں۔

فتح اجمیر

جب شادی دیو اور اجے پال جوگی مسلمان ہو چکے تو انہوں نے خواجہ کے حضور میں یہ التجا پیش کی کہ اب حضور چل کر وسط شہر میں قیام فرمائیں تاکہ مخلوق آپ کے قدموں کی برکت سے فیضیاب ہو سکے۔ آپ نے ان کا معروضۂ شوق قبول فرما لیا اور اپنے خادم خاص محمد یادگار کو جگہ کے انتخاب کے لیے شہر بھیجا۔ انہوں نے بہ تعمیل ارشاد وہ مقام پسند کیا جہاں اس وقت آپ کا روضۂ پاک ہے۔ شادی دیو کی یہ ایک افتادہ زمین تھی۔ اس قطعۂ زمین پر جماعت خانہ، مسجد اور مطبخ کی تعمیر ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جس جگہ آج مزار ہے وہیں مطبخ تھا۔

یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ نے چند اشخاص کے ذریعہ پرتھوی راج کو

Marfat.com

کا حق ادا کیا۔ کیوں کہ اتباع کا تعلق نسب سے نہیں پیروی سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ آپ کو طریقت میں والد ماجد کی طرف سے فیض ہوا۔ اس لئے تمام مشائخ طریقت آپ کو انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے تفسیر قرآن پاک کے سلسلے میں بڑے لطیف نقاط بھی بیان کئے ہیں۔ علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ جیسے فقیہہ اعظم آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیت سے حضرت امام جعفر صادق سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔ غرض آپ تمام علوم ظاہری و باطنی میں کامل اور مشائخ کے پیشرو اور مقتدائے مطلق تھے۔

آپ کثیر الاولاد تھے۔ مختلف بیویوں سے آپ کے سات صاحبزادے امام اسمٰعیل، امام عبداللہ، امام اسحٰق، امام موسیٰ کاظم، امام محمد، امام علی، رشید الدین اور تین لڑکیاں ہوئیں جن میں سے حضرت امام موسیٰ کاظم آپ کے جانشین بنے۔ آپ کا وصال بقول حضرت جامی صاحب شواہد النبوت بروز پیر 15 رجب المرجب 148ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم کا شمار بھی آئمہ اہل بیت میں ہوتا ہے۔ آپ کا اصل نام موسیٰ تھا کنیت ابوالحسن۔ ابو عبداللہ اور ابو علی اور لقب کاظم، عبد صالح اور زین المجتہدین تھا مگر ان تمام القابات میں سے آپ کا لقب کاظم سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ کاظم آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے حلیم الطبع تھے اور جو آپ پر ظلم کرتا آپ ہمیشہ اسے معاف کر دیتے۔

آپ ابوا کے مقام پر 7 صفر 128ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق اور والدہ ام حمید بربریہ تھیں۔ آپ نے بیس سال کی عمر

84683

Marfat.com

دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ اگر یہ ایمان نہ لایا تو میں لشکر اسلام کے ہاتھوں اسے زندہ گرفتار کرادوں گا۔ پرتھوی راج نے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف انکار کردیا بلکہ حضرت خواجہ کے خلاف اس کی دشمنی کی آگ اور بھڑک اٹھی۔

چنانچہ ایک دن اس نے آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہماری سرحد سے باہر نکل جائیں۔ آپ نے جواب میں یہ اطلاع بھجوائی کہ مت گھبراؤ! چند دنوں میں شہاب الدین غوری آرہا ہے۔اس وقت تقدیر فیصلہ کردے گی کہ اجمیر کی سرحد سے کون نکلتا ہے؟

شہاب الدین غوری ہند کی طرف

اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے خراسان میں ایک خواب دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں کھڑا ہے اور آپ اسے فرماتے ہیں کہ خدائے قدیر کی طرف سے ہندوستان کی بادشاہت کا سہرا میرے سر کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔کارکنان قضا وقدر فتح ونصرت کی خلعت آسمانی لیے ہوئے تیرے گھوڑوں کی ٹاپ کا انتظار کررہے ہیں۔بغیر کسی مہلت انتظار کے اٹھ کھڑا ہو اور ہندوستان کی طرف روانہ ہو جا اور پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچا۔

خواب سے بیدار ہوا تو شہاب الدین کے سینے میں فاتحانہ عزم ویقین کا ایک تلاطم برپا تھا۔چند ہی دنوں میں ایک لشکر جرار لے کر وہ اسلام کا پرچم لہراتا ہوا ہندوستان کی طرف چل پڑا۔ابھی راستے ہی میں تھا کہ تھانیسر کے قریب تراوڑی کے میدان میں پرتھوی راج کے ساتھ اس کا ایک نہایت خونریز اور فیصلہ کن معرکہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں پرتھوی راج کے ساتھ ڈیڑھ سو راجگان ہند کی تین لاکھ فوجیں شامل ہوگئی تھیں جب کہ شہاب الدین غوری کے ہمراہ کل ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی۔دن بھر گھمسان کی جنگ ہوئی اور شام ہوتے ہوتے شہاب الدین غوری نے یہ عظیم

Marfat.com

تک والد ماجد سے تمام دینی علوم حاصل کر لئے۔ آپ کو قرآن' حدیث' تفسیر اور فقہ میں کامل عبور تھا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد مسند رشد و ہدایت پر جلوہ گر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ آپ کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ پورے شباب پر تھی۔ آپ کی مسند ارشاد کے دو سال خلیفہ منصور کی حکومت میں گزرے پھر دس سال اور چند ماہ عباسی خلیفہ مہدی کی حکومت میں گزرے پھر ایک سال پندرہ دن خلیفہ ہادی کی حکومت اور تیرہ سال اور چند ماہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں گزرے۔ عباسی خلفاء نے آپ کو اپنے اپنے دور خلافت میں قید کیا اور مختلف تکالیف پہنچائیں مگر آخر آپ کے زہد و تقویٰ اور کمالات دیکھ کر آپ کی صالحیت کے قائل ہو گئے اور قید سے رہا کر دیا۔

آپ کے اخلاق و کردار کے تمام پہلو بڑے روشن تھے۔ آپ بڑے عابد' زاہد تھے۔ کثرت عبادت اور شب بیداری کے باعث آپ کو عبد الصالح کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ مسجد نبوی میں نماز عشا کے بعد سجدہ ریز ہوئے اور اللہ کے حضور دعا کرنے لگے۔ لوگوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ میں تیرا بڑا گنہگار بندہ ہوں لہٰذا تیری مغفرت بھی بڑی ہونی چاہیے کیونکہ تو ہی مغفرت کرنے والا ہے۔ حتیٰ کہ صبح تک آپ سجدے میں پڑے رہے۔ آپ کے کردار کا ایک اور نمایاں پہلو آپ کی سخاوت اور غرباء نوازی تھی۔ آپ نے زندگی میں ہمیشہ غریبوں' مسکینوں اور یتیموں کی مشکلات دور کرنے میں خصوصی توجہ سے کام لیا۔ آپ خوراک کو ذخیرہ کرنے کے سخت خلاف تھے بلکہ جو کچھ آتا اللہ کی راہ میں لٹا دیتے۔

آپ نے اپنے زمانے میں بہت سی علمی خدمات بھی سرانجام دیں۔ آپ نے بے شمار شاگردوں کو فقہ' حدیث اور علم کلام پڑھایا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں اخلاق و کردار میں بھی بے مثل اور بے نظیر کر دیا۔ تدریسی خدمات کے علاوہ

Marfat.com

معرکہ سر کرلیا۔ پرتھوی راج ایک دریا کے کنارے بھاگتے ہوئے گرفتار کرلیا گیا۔ اس طرح حضرت خواجہ کی روحانی سطوت کا دنیا کو اعتراف کرنا پڑا اور ''سلطان الہند'' کا الہامی خطاب ہمیشہ کے لیے خلق خدا کی زبان پر جاری ہوگیا۔

وصال شریف

منقول ہے کہ شب وصال چند اولیاء اللہ نے حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''رحمت الٰہی کے ہجوم میں آج معین الدین کی روح آنے والی ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔''

۶ رجب المرجب ۶۲۷ ہجری بمطابق ۲۱ مئی ۹۲۹ عیسوی بروز دوشنبہ بعد نماز عشاء آپ نے حجرہ شریف کا دروازہ بند کرلیا اور خدام کو اندر داخل ہونے کی ممانعت کردی۔ اس لیے سارے خدام حجرے کے باہر ہی کھڑے رہے۔ رات بھر کانوں میں طرح طرح کی آوازیں آتی رہیں۔ پچھلے پہر آواز موقوف ہوگئی۔ جب نماز صبح کا وقت ہوا اور حجرہ شریف کا دروازہ حسب معمول نہ کھلا تو خدام و معتقدین کو سخت تشویش ہوئی۔ دروازہ توڑ کر دیکھا گیا تو آپ واصل بحق ہو چکے تھے اور جبیں مبارک پر قلم قدرت سے ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ لکھا ہوا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پسماندگان

منقول ہے کہ حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ نے بہ ترتیب دو نکاح فرمائے تھے۔ محل اولیٰ سے دو صاحبزادے حضرت خواجہ فخر الدین ابو الخیر، حضرت خواجہ حسام الدین ابو صالح اور ایک صاحبزادی تاج المستورات بی بی حافظ جمال ہیں۔ اور محل ثانیہ سے صرف ایک

Marfat.com

آپ نے مسند امام موسیٰ کاظم کے نام سے حدیث کی ایک کتاب بھی لکھی۔
آپ کا وصال 5 رجب بروز جمعہ 183ھ میں ہوا۔ آپ کو بغداد کے محلّہ کاظمین میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔
آپ کثیر الاولاد تھے جو مختلف بیویوں سے تھی۔ آپ کے 21 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں مگر تمام لڑکوں میں سے امام علی رضا کو آپ کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت امام کاظم کے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابراہیم تھا' سادات زنجانیہ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

پیر سید ارشاد علی شاہ زنجانی ہمراہ سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

صاجزادہ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید ہیں۔

سرکار خواجہ کی تمام اولادیں علم وعرفان اور ولایت وتقرب کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئیں۔آج بھی ان کے مزارات سے فیوض وبرکات کے چشمے جاری ہیں۔

خواجۂ خواجگان چشت اہل بہشت حضور خواجہ غریب نواز کا سلسلۂ طریقت آپ کے خلیفۂ اجل اور سجادہ نشیں حضرت قطب الاقطاب سرکار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔

حضرت خواجہ قطب چودہ سال کی عمر میں بمقام اوس سرکار خواجہ غریب نواز کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔

دلوں کا مرکز عشق

کشور ہند میں حضرت خواجہ کا روضۂ پرنور دلوں کا مرکز عشق ہے، جملہ اقطار ارض سے شوق کے قافلوں کا وہ ہر دور میں کعبۂ مقصود رہا ہے۔آج بھی ہندی مسلمانوں کا وہ قبلۂ آرزو ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت حضرت خواجہ کے سنگ آستاں پر سب کی گردن عقیدت خم رہی ہے، آج بھی خم ہے اور قیامت تک خم رہے گی۔غریب وامیر، نیک وبد، عالم وجاہل، سالک ومجذوب، حاکم ومحکوم، شاہ وگدا، سرمست وہوشیار......... یکساں طور پر سب کے لیے خواجہ کا آستانہ دل کی تسکین، روح کی کشش اور پیشانیوں کی تسخیر کا گہوارہ رہا ہے۔

مسلم بادشاہوں سے لے کر برطانوی فرماں رواؤں تک سب نے حضرت خواجہ کی عظمت خداداد کے آگے عقیدتوں کا خراج پیش کر کے ان کی معنوی حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

صفحات میں گنجائش نہیں ہے ورنہ کشور ہند کے ایک تاجدار وفرماں روا کی پیشانی پر حضرت خواجہ کے سنگ آستاں کا غبار دکھا کر برصغیر ہند کے حقیقی اقتدار کی نشاندہی کرتا۔

Marfat.com

زنجان

حضرت سید میراں حسین زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے۔

زنجان ایران کا ایک تاریخی شہر ہے جو ایران کے شمال مغربی علاقے میں کوہ البرز کے دامن میں ایران کے موجودہ دارالخلافہ تہران سے تقریباً" تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایران کا آخری شہر ہے جہاں فارسی بولی جاتی ہے اور مناظر قدرت کے لحاظ سے یہ شہر ایران کے انتہائی خوبصورت شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

پرانے وقتوں میں اس کی حقیقت اندجان سنجان کی طرح قصبے کی تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ قصبے سے بڑھ کر ایک شہر کی شکل اختیار کر گیا۔ خلیفہ دوم جناب حضرت عمر کے زمانے میں جب ایران کے مغربی علاقوں کی فتوحات شروع ہوئیں تو اس وقت یہ ایران میں شامل تھا لیکن خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کے زمانے میں جب خراسان اور ایران کے دوسرے بہت سے علاقے فتح ہو گئے تو یہ شہر بھی مسلمانوں کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ کافی عرصہ تک یہ سلطنت عراق کا حصہ رہا لیکن بعد میں جب سلطنت ایران وسیع ہوئی تو یہ پھر ایران کی حدود میں آ گیا اور آج تک ایران میں شامل ہے۔

محل وقوع

زنجان سلطنت ایران اور ترکیہ کی سرحد کے عین درمیان واقع ہے۔ اس شہر

Marfat.com

صرف مثال کے طور پر سلطنت مغلیہ کے ایک عظیم فرماں روا شاہجہاں بادشاہ اور اس کی بیٹی شہزادی جہاں آرا بیگم کی رقت انگیز حاضری کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جسے خود اپنے قلم سے شہزادی نے کتاب ''مونس الارواح'' میں تحریر کیا ہے۔

شہزادی جہاں آراء بیگم کی حاضری

[میں بتاریخ ۸ رشعبان المعظم کو والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ سے اجمیر کے لیے روانہ ہوئی اور ۱۷ ررمضان المبارک ۱۰۵۲ھ ہجری کو وہاں پہنچ کر زمیں بوس ہوئی۔ اس تمام عرصے میں میرا معمول یہ رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ نہایت اخلاص و عقیدت کے ساتھ پڑھ کر اس کا ثواب حضرت خواجہ کی روح اطہر کی نذر کرتی رہی۔ کچھ دنوں تک آنا ساگر کی عمارت میں قیام رہا۔ اس دوران بپاس ادب کبھی پلنگ پر نہیں سوئی اور نہ روضۂ اقدس کی طرف کبھی پاؤں اور پشت کیا۔ دن بھر درختوں کے سائے میں گذار دیتی۔ آنحضرت کی برکت اور اس سرزمین کے فیضان سے قلب وروح میں ایک عجیب وغریب سرور اور ذوق وشوق کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس عظیم الشان نعمت کے شکرانے میں ایک شب میں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل آراستہ کی اور خوب چراغاں کیا۔ روضۂ سرکار کی خدمت و زینت کے لیے جو کچھ ملا اور ملے گا اس میں کمی نہیں کروں گی۔

خدائے برتر کا ہزار ہزار شکر کہ جمعرات کے دن بتاریخ ۲۰ ررمضان المبارک حضرت پیر دستگیر خواجۂ کونین کے مزار اقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن رہ گیا تھا کہ حاضر بارگاہ سعادت پناہ ہوئی۔ گنبد شریف میں حاضر ہو کر دیوانہ وار سات بار مزار پاک کے گرد گھومتی رہی۔ بعد ازاں اپنی پلکوں سے جاروب کشی کی سعادت حاصل کی۔ مرقد انور کی خاک وخوشبو کو سرمہ چشم بنایا۔ اس سے دل پر جو ذوق وشوق کی کیفیت طاری ہوئی وہ تحریر

Marfat.com

سے تہران تین سو میل ہے اور ترکی کی سرحد بھی تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اس شہر کے مشرق میں 70 یا 80 میل کے فاصلہ پر قزوین کا شہر واقع ہے۔ اس کو بھی ایران کی تاریخ میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ زنجان کے جنوب میں 150 میل کے فاصلہ پر ہمدان ہے اور مغرب کی طرف میانہ کا شہر ہے۔

اس شہر کی آب و ہوا کے متعلق اجمالاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہونے کی وجہ سے موسم اتنا سرد ہوتا ہے کہ بعض اوقات درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے گر جاتا ہے۔ موسم گرما میں سخت تپش ہوتی ہے۔ آسمان صاف رہتا ہے اور دن کے وقت تیز دھوپ ہوتی ہے۔ اس شہر میں بارش عام طور پر بہت کم ہوتی ہے لیکن زنجان کے اردگرد کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے کیونکہ کوہ البرز کی چوٹیوں پر اکثر سردیوں میں برف جم جاتی ہے جو گرمیوں کے موسم میں پگھل کر اپنے دامنی علاقے کو خوب سیراب کرتی ہے۔ اس وجہ سے زنجان میں بارش کی کمی کا اثر محسوس نہیں ہوتا۔

زنجان کے گردونواح میں زیادہ تر کسان رہتے ہیں جن کا پیشہ کاشتکاری ہے۔ شہر کے گردونواح کے کھیت شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کھیتوں میں زیادہ تر گیہوں، جو اور باجرہ وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس علاقہ میں پھلوں کے باغ بھی ہیں۔ عمدہ قسم کی کپاس کی پیداوار کے لئے بھی یہ علاقہ مشہور ہے۔

شہر کے مرکزی حصے میں زیادہ تر دستکار رہتے ہیں۔ یہ شہر پرانے وقتوں میں چاندی کی میناکاری کے لئے بہت مشہور تھا اور آج کل بھی یہ صنعت وہاں پورے عروج پر ہے۔ موجودہ دور میں یہ شہر ایران کے دوسرے شہروں کی طرح بہت ترقی کر رہا ہے اور بہت سی نئی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ اس شہر کے غالیچے اور قالین تمام ایران میں مشہور ہیں اور بہت نفیس ہوتے ہیں۔ یہاں شیشہ گری اور دیاسلائیاں بنانے کے کارخانے ہیں۔

Marfat.com

میں نہیں آسکتی۔ غایت شوق کے عالم میں سراسیمہ ہوگئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ خود کو کیا کروں اور کیا کہوں۔ القصہ میں نے قبر شریف پر عطر اپنے ہاتھوں سے ملا اور چادر گل جو میں اپنے سر پر رکھ لائی تھی، مزار شریف پر پیش کیا۔ بعد ازاں سنگ مرمر کی مسجد میں آ کر نماز ادا کی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کر کے والد بزرگوار (شاہجہاں) نے تعمیر کروائی ہے۔

پھر گنبد مبارک میں بیٹھ کر سورۂ یٰسین و سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر کے اس کا ثواب روح پرفتوح کو پیش کیا۔ مغرب تک وہاں حاضری رہی اور آنحضرت کے یہاں شمع روشن کر کے جھالرہ شریف کے پانی سے روزہ افطار کیا۔]

شہزادی جہاں آراء بیگم کی آپ بیتی اور دل کے تاثرات کا یہ حصہ انتہائی رقت انگیز ہے۔ اسے پڑھ کر ایک عجیب سرور حاصل ہوتا ہے۔ امیر کشور ہند کی لاڈلی بیٹی کی ذرا خوش عقیدگی ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتی ہے:

[عجیب شام تھی جو صبح سے بہتر تھی۔ کتنی فرخندہ رات تھی، جس پر کئی بار دن کا اجالا نثار کیا۔ حضرت خواجہ کے جوار میں سپیدۂ سحر نہیں طلوع ہوتا تھا، بلکہ نامرادیوں کے اندھیرے میں فیروز بختی کی کرن پھوٹ پڑتی تھی۔

اگرچہ اس متبرک مقام اور اس گہوارۂ فیض سے گھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھی اگر خود مختار ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشۂ جنت میں کہیں اپنا آشیانہ بنا لیتی۔ ناچار روتی ہوئی اس درگاہ رحمت سے رخصت ہو کر گھر آئی۔ تمام رات بیقراری میں گذری۔ صبح کو جمعہ کے دن والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ کے لیے روانہ ہوگئی۔]

Marfat.com

زنجان ملک کی سب سے بڑی ریلوے لائن پر واقع ہے جو ایران کے ایک سرے یعنی نیشاپور سے شروع ہو کر ایران کے دوسرے شہروں کو ملاتی ہے۔ شہر بہت صاف ستھرا ہے۔ بیشتر مکان پرانی طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ گلی کوچے صاف ستھرے اور کشادہ ہیں۔ شہر کا ہر حصہ پختہ سڑکوں ۔سے ملا ہوا ہے۔

تاریخ ایران میں زنجان کو تاریخی شہر ہونے کی حیثیت سے کافی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایران کا وہ شہر ہے جس میں خاندان سادات کی نامور ہستیاں اسلام پھیلانے کے لئے آئیں پھر اسی خاندان سادات میں ایسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کی دینی خدمات کو تاریخ اسلام کے زریں اوراق کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

یہ شہر فخرالدین بہرام شاہ کا پایہ تخت بھی رہا ہے۔ بہرام شاہ نے اس شہر میں قلعہ بھی تعمیر کروایا تھا تاکہ اسے کرد قبائل کی یورش سے محفوظ کیا جا سکے۔ یہ تھے وہ اسباب جن کی وجہ سے یہ شہر ایران کے پر رونق اور تاریخی شہروں میں شمار ہونے لگا۔

مخزن اسرار میں نظامی گنجوی نے بھی زنجان کی تاریخی اہمیت کی تعریف کی ہے۔

مولانا روم نے بھی چند ایام زنجان میں گزارے تھے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ایران کے اس مردم خیز خطے نے عالم روحانیت کی جو نامور ہستیاں پیدا کی ہیں ان میں حضرت میراں حسین زنجانی کے خاندان کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس سید خاندان میں علوم ظاہری و باطنی کے بہت سے پیشوا گزرے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو آفتاب اسلام کی کرنوں سے منور کیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کا یہ آبائی شہر آج تک ایران میں آباد ہے اور سادات زنجانی کو اسی شہر کی نسبت سے زنجانی سید کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت احسن العلماء
سید شاہ
مصطفیٰ حیدر احسن میاں

Marfat.com

خاندان

قطب الاولیاء، شیخ الاتقیاء، سرور صوفیاء، چشمہ جود و سخا، آفتاب مہر و وفا، حجت الکاملین، شمس العارفین، مصباح العاشقین، شہباز لامکاں، رہبر سالکان، طریقت کے روح رواں، اسرار ربانی کے رازداں، اسلام کے پاسباں، منبع فیض مخزن علم و عرفاں، عاشق سرور کونین حضرت سید میراں حسین زنجانی کا تعلق خاندان سادات کے جد امجد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ دراصل حسینی خاندان سادات کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین کے فرزند حضرت امام زین العابدین سے آگے بڑھا۔ آپ اگرچہ آخری دم تک مدینہ میں سکونت پذیر رہے مگر بعد ازاں آپ کی نسل سے چند افراد عباسی دور میں عراق کے شہر بغداد میں آکر آباد ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم نے زندگی کا کچھ حصہ عراق ہی میں عباسی خلفاء کی قید میں گزارا ہے۔ آپ کا جائے مدفن بھی بغداد کے محلہ کاظمین میں ہے۔

سادات زنجانی

حضرت امام موسیٰ کاظم کثیرالاولاد تھے۔ آپ کے بے شمار بیٹے اور بیٹیاں تھیں جو متعدد بیویوں سے تھے۔ تاریخوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی کچھ اولاد نے مدینہ کے علاوہ مختلف مقامات پر رہائش اختیار کی۔ چنانچہ آپ کے بیٹوں میں جو

Marfat.com

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے
حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

Marfat.com

مدینہ کے علاوہ اور مقامات میں آباد ہوئے' ان میں سے ایک حضرت ابراہیم بھی تھے جو بغداد میں آکر آباد ہوئے۔ بعدازاں حضرت ابراہیم کی نسل میں سے ایک بزرگ سید ابو جعفر برقعی پیدا ہوئے جو بغداد سے آکر زنجان میں آباد ہوئے۔ انہیں سادات زنجانیہ کا جد امجد سمجھا جاتا ہے۔

سید ابو جعفر برقعی

آپ بغداد میں پیدا ہوئے لیکن جوانی کے عالم میں تبلیغ اسلام کی خاطر اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر زنجان آگئے اور وہاں رہائش اختیار کی اور آخری دم تک وہاں رہے۔

آپ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ آپ نے تمام عمر دین اسلام کی خدمت میں گزار دی۔ آپ کو برقعی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے چہرے پر نقاب اوڑھے رکھتے تھے۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن قم میں قیام پذیر ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں و ذہانت کی وجہ سے قم کے نقیب مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جعفر کو زنجان میں ایک جاگیر دے دی۔ شروع شروع میں جب ابو جعفر زنجان آئے تو آپ کو مالی تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا لیکن کچھ عرصہ بعد جب آپ کو اپنے بھائی کی طرف سے جاگیر مل گئی تو آپ کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ آپ اسی جاگیر پر بسر اوقات کرتے تھے۔

آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام علی محمود رکھا گیا۔ یہی علی محمود حضرت میراں حسین کے والد ماجد ہیں۔

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے والد ماجد

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے والد ماجد کا اسم گرامی علی محمود تھا اور والدہ کا نام حضرت مریم صغریٰ تھا۔ آپ کے والد اور

Marfat.com

4

شبستان علم وروحانیت اور بزم فقر وطریقت کی

شمع فروزاں

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلک اہلِ سنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی ودینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکزِ فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہلِ حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلہ میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لیے ہمارے پاس ''بریلوی'' کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اللہ ورسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے علاحدگی یہی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے۔

Marfat.com

والدہ دونوں خاندان سادات ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت سید علی محمود، حضرت سید جعفر برقعی کے بیٹے تھے۔ زنجان میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم آبائی شہر ہی میں حاصل کی پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ اپنے چچا کے ہاں قم تشریف لے گئے۔ یہ شہر اس وقت علم و ادب کا گہوارہ اور دینی علوم کا مرکز تھا۔ وہاں پر آپ نے ماہر دینی اساتذہ سے بڑی محنت اور لگن سے دینی علوم حاصل کئے اور اس وقت کے ماحول کے مطابق زیور تعلیم سے بہت جلد آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا شمار اپنے عہد کے اچھے علماء میں ہونے لگا۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے آبائی شہر زنجان میں آ گئے اور واپسی پر آپ نے اپنی زمینوں میں کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا۔ یاد رہے کہ آپ کے چچا عبدالرحمٰن جو قم کے نقیب تھے' نے اپنے بھائی ابو جعفر کو زنجان میں جاگیر عطا کی تھی۔ چنانچہ سید محمود علی نے قم سے واپسی پر اسی جاگیر کا کام سنبھال لیا اور مملوکہ جاگیر پر کاشت کاری کے کام کی دیکھ بھال شروع کر دی اور ساتھ ہی کھیتی باڑی کے کام میں خود بھی محنت کرنا شروع کر دی جو آپ نے آخری دم تک جاری رکھی۔ اگرچہ جاگیر کی زمینوں سے اچھی خاصی آمدن حاصل ہوتی تھی مگر دولت کی فراوانی کے باوجود آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور ان کی اکثر یہ کوشش ہوتی کہ دنیاوی کام سرانجام دیتے ہوئے بھی یاد الٰہی میں مشغول رہیں۔ آپ اللہ کی عبادت میں اکثر مشغول رہتے اور ہمیشہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے۔

آپ ایک کشادہ مکان میں رہتے جس کے ساتھ ایک حویلی بھی تھی۔ اس حویلی میں آپ نے بیل، بھینسیں، بھیڑیں اور باربرداری کے لئے گھوڑے بھی پال رکھے تھے اور ان کی دیکھ بھال بھی کیا کرتے تھے۔

آپ نے قم میں حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی جو اس زمانے کے بہت

Marfat.com

اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سارے علمی اور روحانی کمالات کا منبع مشائخ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا وہ سلسلۃ الذہب ہے جو بغداد مقدس سے ہوتا ہوا مدینۃ النبی تک پہنچتا ہے۔ مرکز کا مرکز ہونے کی حیثیت سے برِصغیر ہند میں مارہرہ مطہرہ کو جو عظمت و شرف حاصل ہے وہ کسی بھی باخبر شخص سے کسی طور مخفی نہیں ہے۔

دورِ اخیر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے مشائخ کرام کے صحیح وارث و جانشین کی حیثیت سے حضرت شیخ المشائخ احسن العلماء علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان بہت بلند تھی۔ وہ اس شبستان علم و روحانیت اور بزم فقر و طریقت کی ایسی شمع فروزاں تھے، جس کی روشنی سے بالواسطہ اور بلا واسطہ ہزاروں قلوب منور ہوئے اور لاکھوں خفتگان شب غفلت و ضلالت کو سعادت و ہدایت کی صبح میسر آتی۔

حضرت کے وصال شریف سے نہ صرف خانقاہ برکاتیہ کی فصل بہار رخصت ہوگئی بلکہ پوری دنیائے سنیت ویران ہوگئی۔ سب سے بڑا ماتم تو اس محرومی کا ہے کہ جماعت اہلِ سنت کے سرپرست کی حیثیت سے اب اکابر کی صف میں کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ اب ان کے بعد ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا ہے۔ مولائے قدیر اس عظیم حادثے پر ہمیں صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اور پردۂ غیب سے جماعت کی سالمیت و سلامتی کے لیے کوئی بہتر انتظام فرمائے۔

اس خصوص میں حضرت کی ذات منفرد تھی کہ پیرزادہ ہونے کے باوجود انھیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا۔ اعلیٰ حضرت کو جب وہ "میرے اعلیٰ حضرت" کہتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہوگیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ

Marfat.com

بڑے پیر طریقت تھے۔ اسی لئے تاریخوں میں آپ کے نام کے ساتھ موسوی تحریر ہوا ہے۔ انہی کی صحبت سے آپ کو ظاہری و باطنی علوم کا فیض حاصل ہوا۔ آپ کی زندگی کا بنیادی مقصد دین اسلام کی خدمت تھا اور آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ دین اسلام کی خدمت میں گزرا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے ذہن میں بنیادی طور پر یہی بات ڈالی کہ وہ بھی دین کی خدمت کریں اور ایسے احسن خطوط پر اولاد کی پرورش کریں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اولاد نے تبلیغ دین کی وہ خدمات سرانجام دی ہیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آپ اگرچہ زنجان کے ایک خاصے بڑے زمیندار تھے۔ اگر چاہتے تو شاہانہ زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن دنیا کی گوناگوں نعمتوں اور وسائل کے ہونے کے باوجود آپ کا کھانا پینا' لباس اور رہائش پر تکلف نہ تھی بلکہ انتہائی سادہ تھے اور ضرورت سے زائد عموماً اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ محتاجوں کی اکثر حاجت روائی فرماتے اور مہمانوں کی حد سے زیادہ مہمان نوازی کرتے تھے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ میں تواضع' شفقت' مروت' عفو' احسان' اخلاق صالح اور تزکیہ نفس کی صفات بہت ہی نمایاں تھیں۔

آپ کی وفات زنجان ہی میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے لیکن آج کل اس قبرستان کا پتہ نہیں چلتا جہاں آپ کی قبر تھی۔ جوانی کے عالم میں آپ نے سیدہ مریم صغریٰ سے شادی کی اور انہی سے آپ کے اولاد ہوئی۔

حضرت سیدہ مریم صغریٰ

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی والدہ ماجدہ کا نام مریم صغریٰ تھا۔ جن کا تعلق بھی خاندان سادات ہی سے تھا۔ جوانی کے عالم میں ان کی شادی سید علی محمود سے ہوئی۔ آپ بہت ہی نیک خاتون تھیں۔ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں۔

Marfat.com

خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق وایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو۔

ان کی کوئی محفل ایسی نہیں ہوتی تھی جب کہ مزہ لے لے کر وہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔ اپنے بزرگوں کے حالات وواقعات کے تو وہ حافظ تھے۔ ان کی مجلس میں بیٹھتے ہی ہر شخص یہ محسوس کرنے لگتا تھا کہ وہ حال میں نہیں ماضی میں ہے۔ چند لمحے بھی نہیں گزرتے تھے کہ ذکر وفکر کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہو جاتی تھی۔ ان کا انداز بیان بھی اتنا والہانہ اور پُر کشش ہوتا تھا کہ دلوں کو چھونے لگتا تھا اور سننے والوں کی آنکھیں فرطِ اثر سے نم ہو جاتی تھیں۔ ان کے سینے میں عہدِ رفتہ کی تاریخ کا ایک ضخیم دفتر محفوظ تھا۔ اب وہ نہیں ہیں تو پچھتاوا ہوتا ہے کہ نصف صدی پر پھیلی ہوئی اپنے اکابر کی تاریخ کا جو انمول خزانہ اپنے ساتھ لے کر چلے گئے اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرلیا گیا ہوتا تو عالم تصور میں ہم جب چاہتے ماہ ونجوم کی محفلیں سجالیا کرتے۔

بمبئی سے لے کر راورکیلا اور مارہرہ شریف تک ان کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مجھے بار بار حاصل ہوئی اور ہر بار ان کی نوازش واکرام کی بارش میں ہم بھیگ کر اٹھے۔ کلکتہ سے جب ہم ماہنامہ ''جام نور'' نکالتے تھے تو از راہ حوصلہ افزائی وقدر دانی ان کا حکم تھا کہ ہر ماہ پچیس کاپیاں ان کے پاس بمبئی کے پتے پر ہم ارسال کردیا کریں۔ دوسرے مہینے میں ان کاپیوں کی قیمت بالالتزام وہ ہمارے پتے پر بصیغہ منی آرڈر ارسال فرمادیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جام نور'' کا اسلوبِ تحریر اور طرزِ استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔

ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق

Marfat.com

دین کے بنیادی مسائل اور اسلامی تعلیم سے پوری طرح بہرہ ور تھیں۔ مال و دولت کی فراوانی ہوتے ہوئے بھی گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی بلکہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ اپنے والد گرامی اور شوہر نامدار کی طرح آپ کو بھی تبلیغ دین سے خاص شغف تھا یہاں تک کہ آپ سے ملنے جلنے والی عورتوں میں بھی یہ شوق سرایت کر گیا تھا اور آپ کی تحریک و تلقین کی بدولت خواتین کی ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو ہر وقت مستورات میں دین کی تبلیغ اور اخلاق کی اصلاح میں سرگرم رہتیں۔

آپ اپنے خاوند کی نہایت وفادار تھیں۔ آپ کے بطن مطہرہ سے حضرت علی محمود کی اولاد تولد ہوئی جن کا نام دین و دنیا میں آج تک زندہ ہے۔ آپ جسمانی لحاظ سے نہایت مضبوط اور حسین و جمیل تھیں۔ آپ کا قد دراز اور جسم درمیانہ تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے قبل دودھ بلویا کرتی تھیں۔ پھر فجر کی نماز ادا کرتیں اور تلاوت کلام پاک کرتیں۔ پھر کھانے پکانے کا فریضہ انجام دیتیں۔ آپ کی طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی اس لئے گھر کی صفائی کا خاص خیال رکھا کرتیں۔ عمر پیری میں قدم رکھنے پر جب آپ کی بیٹیاں گھر کا کام کاج سنبھالنے کے قابل ہو گئیں تو آپ نے گھریلو امور ان کے سپرد کر دئے اور خود زیادہ وقت عبادت الٰہی میں صرف کرنے لگیں۔ تلاوت قرآن مجید آپ کی زیادہ محبوب عبادت تھی۔ آپ اخلاق صالحہ کا مرقع تھیں۔ انہی خوبیوں کی بنا پر آپ نے نہایت ہی نیک اولاد کو جنم دیا کیونکہ یہ اللہ کا دستور ہے کہ جو والدین صالح ہوں ان کی اولاد میں ضرور صالحیت جھلک مارتی ہے۔

حضرت سید علی محمود کی اولاد

حضرت سید علی محمود کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ سب سے بڑے حسین تھے جو تاریخ میں میراں حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

Marfat.com

اور خردنوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے، لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پُر تکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انہوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد نے انھیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک ومعرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں......... دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لیے الطاف وعنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا ”رکھ لیجیے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔“ باہر جا کر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔ انما انا قاسم والله یعطی اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔

Marfat.com

آپ کے بعد دو لڑکیاں کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔ انکے بعد پھر چار لڑکے یعنی حضرت اسحاق، حضرت یعقوب زنجانی، حضرت موسیٰ زنجانی (مدفن پاک۔ نگر) اور علی پیدا ہوئے اور آخر میں ایک لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔

سید علی محمود

سید فخرالدین زنجانی	کلثوم	زینب	سید اسحاق زنجانی
347ھ	349ھ	351ھ	355ھ
سید یعقوب زنجانی	سید موسیٰ زنجانی	علی زنجانی	فاطمہ
356ھ	359ھ	361ھ	365ھ

سید میراں حسین زنجانی، سید یعقوب زنجانی اور سید موسیٰ زنجانی لاہور تشریف لائے جن کے مدفن یہیں ہیں۔ بقیہ اولاد زنجان میں ہی رہی۔

قطب الاولیاء شیخ الاتقیاء آفتاب مہرو وفا شمس العارفین شہباز لامکاں سرور صوفیا چشمہ جودوسخا طریقت کے روح رواں امام طریقت پیشوائے اولیاء قطب الاقطاب حضرت میراں حسین زنجانی کا شجرہ نسب یوں ہے۔

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

آخری زیارت کا شرف مجھے ۲۴؍ اگست 1995ء کو حاصل ہوا جب کہ حضرت دہلی کے جی. بی. پنتھ اسپتال میں دل کے آپریشن کے لیے آئی.سی. یو میں صاحب فراش تھے۔ ان کے عالی وقار صاحبزادگان پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین اور سید محمد اشرف اور حضرت کے بھانجے پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی معیت میں ہم ان کے کیبن میں داخل ہوئے۔ حضرت کے نورانی چہرے پر جیسے ہی نظر پڑی رقت طاری ہوگئی اور ہم آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت نے ''کل ہند سنی کانفرنس'' کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی جو ۲۶؍ اگست کو دہلی کے رام لیلا میدان میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کو اپنی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے سرفراز کیا۔

دم رخصت ارشاد فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہیے!

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انہیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی۔

اعلیٰ حضرت! ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے ''عشق رسول'' کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا۔ ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروز مند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ سلامت رہا۔

خاندان برکاتیہ کے باوقار شہزادو اور باحرمت پردہ نشینو! ہم کن لفظوں میں تمہاری دلجوئی کریں کہ یہ غم ہم سب کا مشترک غم ہے۔ آج اہل سنت کی ساری دنیا سوگوار ہے۔ سب کا سینہ یتیمی کے احساس سے زخمی ہے۔ ہم تمہیں پرسہ دیں اور تم ہمیں پرسہ دو اور ہم سب مل کر دعا کریں کہ خداوندحی وقیوم ہمیں صبر دے۔ اور عالم قدس کے پاک طینت مسافر کو اس کے مقدس آباء واجداد کے جوار میں اعزاز واکرام کی جگہ مرحمت فرمائے۔

Marfat.com

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت موسیٰ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم عسکری حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو جعفر برقعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت میراں حسین زنجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیر و مرشد حضرت سید پیر علی آزاد شاہ زنجانی ، سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

اخیر میں اس تمنا کا اظہار بھی جماعت کا حق سمجھتا ہوں کہ خانقاہ برکاتیہ کی دینی وروحانی مرکزیت کو اسی روایت وشان کے ساتھ زندہ وباقی رکھا جائے جو سلسلۂ عالیہ برکاتیہ کے قابل تقلید مشائخ کرام کا شیوہ رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سید نا محمد و آله و صحبه و حزبه اجمعین۔

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے بارے میں شہرہ آفاق روایت

برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلانے میں صوفیائے کرام کا بہت بڑا حصہ ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر میں تبلیغ اسلام کے لئے جو اولیائے کرام برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے ان میں زنجان سے آنے والے بزرگوں میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور آپ ہی کے خاندان زنجانیہ کا نام سرفہرست ہے۔ انہی زنجان سے تشریف لانے والے بزرگوں کے بارے میں عام تذکروں اور تاریخ میں ایک روایت بڑی مشہور اور عام پائی جاتی ہے کہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کو جب ان کے مرشد حضرت ابوالفضل ختلی نے حکم دیا کہ تبلیغ اسلام کی خاطر لاہور جاؤ تو حضرت علی ہجویری نے جواباً" عرض کیا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشد کامل نے فرمایا علی تمہیں عذر کی بجائے تعمیل حکم سے غرض رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری جب اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو لاہور کی مشرقی جانب آئے اور دیکھا کہ شہر سے ایک جنازہ نکل رہا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ جنازہ کس کا ہے۔

لوگوں نے جواب دیا یہ جنازہ قطب الاقطاب حضرت شیخ حسین زنجانی کا ہے۔

Marfat.com

مفتی اعظم ھند
حضرت
مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ

Marfat.com

اس وقت حضرت داتا گنج بخش کو اپنے پیر و مرشد کا حکم یاد آیا کہ یہ سچ تھا کہ مرشد نے روحانی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے مجھے یہاں آنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یہ واقعہ 431ھ کا ہے۔

یہ روایت حضرت نظام الدین اولیاء کی کتاب فوائد الفوائد میں درج ہے مگر جدید محقق سنون میں اختلاف کے باعث اسے الحاقی قرار دینے میں پیش پیش ہیں۔ وہ یہ مد نظر نہیں رکھتے کہ ایک ولی کا بیان عموماً" دوسرے تمام عام مورخین کی بجائے زیادہ صحت پر مبنی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کا شمار ان اولین اولیائے کرام میں ہوتا ہے جو لاہور میں نور اسلام پھیلانے' کفر و شرک کو مٹانے' بت پرستوں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لئے بحیثیت مبلغ اسلام سب سے پہلے تشریف لائے۔

محفل نعت پیر سید محفوظ الحسن سجادہ نشین ترپئی نارووال صوفی اعظم، سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

عطا فرمادے ساقی جام نوری
لبا لب جو چہیتوں کو دیا ہے
ثنا لکھنی ہے محبوب خدا کی
خدا ہی جن کی عظمت جانتا ہے
سنا نوریؔ غزل اس کی ثناء میں
ثناء جس کی ثنائے کبریا ہے

نوریؔ بریلوی

Marfat.com

لاہور آمد سے قبل

تاریخ لاہور کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور بہت قدیم شہر ہے۔ اس کی قدامت کے متعلق بہت سے تاریخی شواہد ملتے ہیں لیکن پختہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لاہور کی بنیاد کب اور کس نے رکھی۔ القصہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں اسے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت میراں حسین زنجانی کی تشریف آوری کے وقت یہ "لوہور" کے نام سے مشہور تھا۔ اس وقت لاہور کو وہ اہمیت اور شہرت حاصل نہ تھی جو بعد میں حاصل ہوئی

سرزمین پنجاب زمانہ قدیم سے دوسرے ملکوں سے آنے والوں اور حملہ آوروں کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ اس وقت سرزمین پنجاب کو لاہور کی ریاست کہا جاتا تھا اس لئے اسکے شہر اور قصبے ہمیشہ آباد اور برباد ہوتے رہے۔ اس طرح شہر لاہور بھی مسلمانوں کے دور سے قبل کئی بار آباد اور برباد ہوا۔

آپ کی آمد سے پہلے موجود مغربی پاکستان قندھار اور کابل کے تمام علاقے کو اس زمانے میں گندھارا کی سلطنت کہا جاتا تھا۔ اس سلطنت میں بہت سی ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں میں مختلف ہندو راجپوت حکمران تھے۔

367ھ وہ تاریخی سال ہے جب مشہور مسلمان حکمران سبکتگین نے اپنے گھوڑے کی باگ ہندوستان کی طرف موڑی اور فتح و نصرت کو اپنے جلو میں لئے پنجاب کے بعض مقامات تک یلغار کرتا ہوا آیا اور بقول مولانا ذکاء اللہ ہند کے

Marfat.com

مفتی اعظم ہند
ایک عہد ساز شخصیت

تم نے ہر ذرہ میں برپا کردیئے طوفان شوق
اک تبسم اس قدر جلووں کی طغیانی کے ساتھ

اس عہد کی ایک ایسی نادرالوجود ہستی ...... جس کی ہر جان اسیر محبت ...... ہر روح سرشار عقیدت ...... اور ہر زبان مداح تھی ...... اسی کو ہم عام بول چال میں ''مفتی اعظم'' کہتے ہیں۔ دنیائے سنیت کے وہ کروڑہا افراد جو اپنے آپ کو ''بریلوی'' کہتے ہیں، ان میں سے ایک فرد بھی میرے علم میں ایسا نہیں ہے جو مفتی اعظم کے علم وفضل، زہد وتقوی اور ان کی سیادت وبرتری کا معتقد نہ ہو، لیکن فضل وکمال کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ جو لوگ مسلک کی بنیاد پر حضرت مفتی اعظم سے اختلاف رکھتے تھے، وہ بھی ان کے زہد وتقوی، اخلاص وللہیت اور تصلب فی الدین کے معترف تھے۔

Marfat.com

چند قلعے ایسے فتح کئے کہ جہاں نہ صرف اہل اسلام کے گھوڑوں کے سم اور اونٹوں کے قدم پہنچے تھے بلکہ ان قلعوں میں جابجا مساجد بنا کر اور وہ مال غنیمت لے کر جو تاخت و تاراج سے ہاتھ لگا تھا غزنی کی طرف مراجعت کر گیا۔

اس زمانے میں لاہور سے ملتان اور کشمیر سے پشاور تک کے علاقے پر راجہ جے پال حکمران تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک مسلمان حکمران اس کے علاقے پر حملہ کر کے اس کے بہت سے قلعے اور ان کا ملحقہ علاقہ فتح کر کے چلا گیا ہے تو اسے سخت تشویش ہوئی اور اس نے اپنی ساری طاقت مجتمع کر کے ایک فیصلہ کن جنگ کا منصوبہ بنایا۔ ادھر غزنی میں امیر سبکتگین کو بھی راجہ جے پال کے ارادوں کی خبر ہو گئی اور اس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ پشاور کی طرف کوچ کیا۔

لغان کے میدان میں جو کہ کابل اور پشاور کے درمیان واقع تھا' دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ فاتح سومنات محمود غزنوی بھی اس جنگ میں اپنے والد گرامی کے ہمرکاب تھا۔ طویل جنگ کے بعد راجہ جے پال نے امیر سبکتگین کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا۔ امیر سبکتگین نے اس شرط پر صلح کر لی کہ راجہ جے پال اپنے دربار کے چند امراء اور کچھ قریبی رشتہ داروں کو بطور یرغمال اس کے حوالے کر دے اور ہندوستان واپس جا کر تاوان جنگ کے طور پر زروجواہر اور ہاتھی گھوڑوں کی مقرر تعداد امیر موصوف کی خدمت میں ارسال کرے۔

اس قول و قرار کے بعد راجہ جے پال اپنے شکست خوردہ لشکر کو لے کر دارالسلطنت بٹھنڈہ واپس آیا۔ یہاں آ کر اس کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا اور اس نے امیر سبکتگین کے ان امراء کو قید کر لیا جو اس سے تاوان جنگ وصول کرنے آئے تھے۔ جب امیر سبکتگین کے پاس راجہ جے پال کی طرف سے تاوان جنگ نہ پہنچا اور راجہ کی عہد شکنی کی اطلاع ہوئی تو وہ غضبناک ہو کر پھر سندھ پر چڑھ آیا۔ افغانوں کی جمیعت کثیر کے ساتھ اس نے ہندوستان کے سرحدی مقامات پر حملہ کر دیا اور شہر پر شہر فتح کرتا ہوا پنجاب کی طرف بڑھنے لگا۔

Marfat.com

پچھلے دنوں ان کی وفات پر ساری دنیا میں حزن والم کا جو رقت انگیز مظاہرہ ہوا اور صرف چھتیس گھنٹے کے اندر جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے بریلی میں بارہ لاکھ عقیدت مندوں کا جو بے مثال ہجوم دیکھنے میں آیا، اس نے دنیا کے مدبرین کو چونکا دیا ہے اور اب بے خبر حلقوں میں ہر طرف یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ مفتی اعظم کون تھے؟.........ان کی آفاقی شخصیت پر اتنے دنوں پردہ کیسے پڑا رہ گیا؟

مفتی اعظم کون تھے؟.......اس کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ وہ ایک سچے نائب رسول، ایک قدسی صفت بزرگ اور ایک راسخ الاعتقاد مرد مؤمن تھے.........وہ اخلاص ویقین اور عشق ووفا کا ایک پیکر جمیل تھے.........وہ سلف صالحین کی ایک زندہ وتابندہ روایت تھے.........وہ ائمۂ اسلام اور مشاہیر امت کا نقش حیات تھے.........وہ اولیاء اللہ کی برکت وفیضان کا جلوۂ زیبا تھے.........وہ عقل وعشق، فقر وغنا، علم وعمل اور شریعت وطریقت کے دریاؤں کا سنگم تھے......... وہ غوث الوری کے الطاف وعنایات کا گہوارۂ فیض تھے.........وہ امام ابوحنیفہ کی فکر، امام رازی کی حکمت، امام غزالی کا تصوف اور مولائے روم کا سوز وگداز تھے.........وہ خواجۂ ہند کی شاہانہ سطوت واقتدار کے وارث تھے۔

وہ دینی وقار اور اسلامی غیرت کا ایک ایسا نادر الوجود نمونہ تھے جس کی مثال صرف تاریخ کے اوراق میں ملتی ہے۔ آج کے دور میں ان کا کوئی مماثل نظر سے نہیں گزرا۔ ان کی پرنور صورت حقانیت وصداقت کی ایک ایسی روشن کتاب تھی، جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔

وہ علم وعرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے، جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا.........وہ اسلام وسنیت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے.........جدھر سے گزرے فضا معطر ہوگئی......... وہ کفر ونفاق کی سیاہ راتوں کے لیے ارشاد وہدایت کا سپیدۂ سحر تھے.........دلوں کے آفاق پر جب بھی وہ طلوع ہوئے فکر واعتقاد کی تاریک وادیوں میں صبح

Marfat.com

یہ صورت حال دیکھ کر راجہ جے پال نے ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کو لکھا کہ امیر سبکتگین بھارت ماتا کی آبرو پامال کرتا ہوا پنجاب کی طرف بڑھ رہا ہے اگر اس نے پنجاب فتح کر لیا تو آپ لوگوں کی آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی اس لئے اپنے اس مشترک دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ فوجیں اور سامان رسد میری امداد کے لئے بھجوائیں۔

ہندوستان کے تمام بڑے بڑے راجہ جو امیر سبکتگین کی یلغار اور راجہ جے پال کی شکست کی خبر سن کر پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے دشمن ہونے کے باوجود۔ جے پال کی امداد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ لہٰذا دلی' اجمیر' کالپی اور قنوج کے راجاؤں نے اپنی ٹڈی دل فوجیں سامان رسد کے ساتھ پنجاب کی طرف روانہ کر دیں۔ اس طرح ایک لاکھ سورماؤں کا لشکر جے پال کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔

اس لشکر عظیم کو لے کر راجہ جے پال امیر سبکتگین کے مقابلے کے لئے نکلا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو امیر سبکتگین نے پہاڑی پر چڑھ کر ایک نظر دشمن کی فوجوں پر ڈالی۔ دیکھا کہ حد نگاہ تک انسانی سروں کا سمندر موجزن ہے پھر اپنی فوجوں کو دیکھا کہ چند ہزار افغانوں کے سوائے کچھ نہ تھا مگر یہ منظر دیکھ کر اس کی قوت ایمانی میں کمی نہ آئی۔ اس نے ٹڈی دل لشکر کو بھیڑیں اور بکریاں اور خود کو قصائی سمجھا۔ اپنی فوج کے سرداروں کو جمع کر کے اس نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس نے اس کی فوج کے دل بڑھا دئے اور وہ سب مرنے مارنے کو تیار ہو گئے۔

امیر سبکتگین صاحب ہمت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تدبیر بھی تھا چنانچہ اس نے پانچ پانچ سو سواروں کا ایک ایک دستہ مرتب کر کے ایک ایک آزمودہ کار افغان سردار کو اس کا سپہ سالار بنایا اور حکم دیا کہ یہ سارے دستے یکدم دشمن پر حملہ نہ کریں بلکہ ایک دستہ حملہ کرے اور باقی دستے حملے کا انتظار کریں۔ اس

Marfat.com

یقین کا اجالا پھیل گیا۔

جسے چھو دیا شفا مل گئی.........دعا دی تو مقدر سنور گیا........جہاں قدم رکھا بہار آ گئی.........جس جگہ بیٹھ گئے میلہ لگ گیا.....اِدھر نگاہ التفات اٹھی اُدھر مشکلات کی گرہ کھلی.........اِدھر مسکرا کے دیکھا اُدھر کامرانیوں کا سویرا ہوا۔

اہل ایمان کے لیے جگر لالہ کی ٹھنڈک اور منافقین کے سروں پر عمر کی تلوار.........سکوت کا عالم ہو تو ایک راز سر بستہ ....زبان کھلے تو ہاتف غیب کی آواز.........شریعت پہ آنچ آ جائے تو قہر و جلال کا دہکتا ہوا انگارہ..........اور خود اپنا ناموس خطرے میں پڑے تو توفیق خداوندی پر سجدۂ شکر ....اپنے چھوٹوں کے لیے شفقت مجسم.........اور اپنے بزرگوں کے سامنے سراپا نیاز۔

نہ وہ شعلہ نوا خطیب تھے اور نہ واعظ خوش بیاں، لیکن ان کی ایک خاموشی ہزار تقریروں پر بھاری تھی.........وہ کبھی برکت و فیضان کا ایک بہتا ہوا دریا تھے اور کبھی رحمت و عرفان کا ابلتا ہوا چشمہ...........جب زمین کی وسعتوں میں رواں دواں تھے تو دس لاکھ انسانوں کو عشق مصطفےٰ کا امین بنا دیا.............اور جب علالت کے باعث بریلی میں گوشہ نشیں ہو گئے تو اہل طلب کے جو قافلے خود چشمۂ فیض پر پہنچ کر سیراب ہوئے، ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

جب تک وہ سفر کے قابل تھے، اہل سنت کا کوئی بڑا اجتماع ایسا نہیں تھا جسے وہ اپنی شرکت کا اعزاز نہ بخشتے ہوں.........جب وہ اسٹیج پر رونق افروز ہوتے تو مجمع میں بہار آ جاتی.........ہر طرف نور برستا اور ہر چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگتا...........لوگ کانوں سے مقرر کی تقریر سنتے اور آنکھوں سے ان کے رخ زیبا کا نظارہ کرتے۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

Marfat.com

طرح امیر سبکتگین کی فوجوں نے راجہ جے پال کی فوجوں کو تھکا تھکا کر ان کا ناک میں دم کر دیا۔ ایک دستہ جے پال کی فوج پر حملہ کرتا جب وہ ہٹتا تو جے پال کی فوجیں سمجھتیں کہ افغان ہمت ہار گئے کہ اتنے میں دوسرا دستہ نمودار ہو جاتا جب وہ تھک جاتا تو تیسرا دستہ اس کی جگہ پر آجاتا۔

چند روز کی جنگ کے بعد جب جے پال کی فوجوں میں کمزوری کے آثار نمودار ہونے لگے تو امیر سبکتگین نے اپنے لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔ اس اچانک اور پرزور حملے سے ہندو فوجوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ جان بچانے کے لئے میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ امیر سبکتگین کی فوجوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر کر مولی گاجر کی طرح کاٹنا شروع کر دیا اور افغان مفرور فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے اٹک کو عبور کر کے آگے بڑھ آئے اور آگے بڑھ کر پنجاب کے بہت سے حصے پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت سے مسلمانوں کے قدم اس خطہ پنجاب پر جمنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ سبکتگین کے حملوں کے بعد اس علاقے کی حکومت کچھ عرصہ تک ہندوؤں کے ہاتھ ہی میں رہی لیکن مسلمان مبلغین کی آمد کا سلسلہ 380ھ کے لگ بھگ شروع ہو گیا۔

آپ کی آمد کے وقت لاہور میں برہمن اور ہندو قوموں کی غالب اکثریت آباد تھی۔ یہ سب بت پرست لوگ تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اور اقوام بھی آباد تھیں مگر ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ ذات کی تفریق نے ان اقوام کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا تھا۔ ہر قوم کے لوگ اپنی ذات کے مطابق پیشہ اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ اعلیٰ ذات کے لوگ تہی مغز ہوتے ہوئے بھی علم حاصل کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے اور نیچی ذات کے لوگ ذہین اور صاحب دماغ ہوتے ہوئے بھی حصول علم کے قریب نہ جا سکتے تھے۔ اس طرح ان کی ساری صلاحیتیں ضائع ہو جاتیں۔ لاہور کے وسطی حصے میں زیادہ تر برہمن اور ہندو سپاہی آباد تھے۔ ان کے علاوہ

Marfat.com

خاص طور پر ان مدارس کے اجلاس میں ضرور شرکت فرماتے، جس کے ذیل میں کسی عظیم عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوتی۔ اس طرح کے موقع پر سب سے پہلا عطیہ جو چندے کی جھولی میں پڑتا وہ خود مفتی اعظم کی طرف سے ہوتا۔ مدارس کے جلسوں میں حضرت کا معمول یہ تھا کہ وہ مدرسوں سے نہ نذرانہ قبول کرتے اور نہ سفر خرچ۔

اس طرح کے ایک موقعہ کا میں عینی شاہد ہوں، جب مبارکپور کی سرزمین پر الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضور مفتی اعظم ہند مبارک پور تشریف لے گئے۔ بنیاد رکھنے کے بعد جب انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سارے مجمع پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری ہوگئی۔ خود مفتی اعظم ہند کس عالم میں تھے اور وہ دعا کرتے ہوئے کہاں پہنچ گئے تھے، یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے، لیکن ہم نے اتنا ضرور دیکھا کہ آنکھیں اشکبار تھیں، ہونٹ شدت کیف سے لرز رہے تھے اور چہرے پر عقدہ کشائی اور نیاز بندگی کی کیفیت کے آثار نمایاں تھے۔

جب آمین پر دعا تمام ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور ہم کھلے آسمان کے نیچے نہیں بلکہ اس کے سائے میں کھڑے ہیں۔ حافظ ملت پر تو ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ فرط مسرت سے ان کی آنکھوں کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ آج ان کی زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہو گیا تھا کہ اہل سنت کی بہبود کے لیے اس صدی کے سب سے بڑے کام کی انہوں نے بنیاد رکھ دی تھی۔

تین دنوں تک پورا مبارک پور رنگ و نور میں ڈوبا ہوا خوابوں کا شہر بن گیا تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند جب رخصت ہونے لگے تو ہم نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا۔ حضرت نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ جلدی میں میرے منہ سے نکل گیا کہ یہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں۔ اس جواب پر میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ رہ رہ کر پچھتاوا ہوتا تھا کہ یہ کلمہ میرے منہ سے کیوں نکلا، کچھ اور کہہ دیا ہوتا۔

Marfat.com

اہل علم و فن پیشہ ور اور تاجر لوگ جیسے زرگر' آہن گر' مستری' تیر گر' عطار' طبیب' منجم' عنبر فروش' ہندسی' نجومی' شاعر' فلسفی اور فال گیر بھی رہتے تھے۔ وسطی لاہور کے علاوہ شہر کے باقی حصے میں زیادہ تر ہندو کسان تھے۔ بعض محلوں میں قصاب' رنگریز' چاہ کن سقے' باغبان' خباز' صیاد اور کبوتر باز وغیرہ رہتے تھے۔

لاہور کے ارد گرد زیادہ تر زمینیں ہندو کاشتکاروں کی تھیں جو مزارعین سے کھیتی باڑی اور باغبانی وغیرہ کرواتے تھے اور خود کو راجپوتوں کا ہم پلہ تصور کرتے تھے۔

آپ کی آمد سے پہلے لاہور میں ہندو دھرم عروج پر تھا۔ شہر مندروں سے بھرا پڑا تھا۔ ہر مندر ایک پروہت کی جاگیر تھا جس کے ساتھ وسیع زمین اور دوسری املاک ہوتی تھیں۔ ان مندروں میں پجاری رنگ رلیاں مناتے تھے اور مذہب کے نام پر ہر قسم کی بے حیائی میں ملوث تھے۔ ہر مندر میں الگ الگ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ پجاری سادہ لوح عوام کی جیبیں خالی کرتے اور خود گلچھرے اڑاتے تھے۔

لوگوں کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی۔ شراب' زنا' جوا اور دوسری برائیاں عام تھیں۔ عورتوں میں ستی کی رسم عام تھی' اوہام پرستی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

آداب الحریمن میں ہے کہ راجہ بنرت نے اپنے زمانے میں سورج دیوتا کا مندر (رادی) بنوایا تھا۔ یہ بڑا مشہور اور قابل دید مندر تھا۔ اس میں سورج کی پرستش کی جاتی تھی۔

یہ تھے لاہور کے وہ مذہبی اور سیاسی حالات جب حضرت سید میراں حسین زنجانی تبلیغ حق کے لئے یہاں تشریف لائے۔

آپ جس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے لاہور میں آئے تھے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ ان دنوں لاہور کے لوگوں کی اکثریت ہندو دھرم کے

Marfat.com

حضرت کے اندر دین کی غیرت اور شریعت کے احترام کا جذبہ اس درجۂ کمال پر تھا کہ زندگی کے کسی بھی مسئلے پر غور کرتے وقت ذہن کا سب سے پہلا تصور یہ ہوتا تھا کہ یہ کام شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

یہی وہ غیرت اسلامی تھی جس نے مفتی اعظم کو دنیائے سنیت کا تاجدار بنا دیا تھا۔ وہ ایک با اقتدار فرماں روا کی طرح سارے مسلمانوں پر شریعت کے قانون کا نفاذ دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ منظر وہ ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان کو اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے وقت وہ چھوٹے بڑے، امیر غریب اور حاکم و محکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔

ان کے دربار کا یہ عام معمول تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس ہو یا اونچے سے اونچے منصب کا افسر، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اگر انگلی میں سونے کی انگوٹھی ہوتی تو وہ فوراً اتروا دیتے اور نہایت شفقت و محبت کے ساتھ انہیں تلقین فرماتے کہ ازروئے شریعت محمدی مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے۔ پھر دل کا کشور فتح کر لینے والے لہجے میں ارشاد فرماتے کہ کوئی گناہ تو لمحے دو لمحے یا گھنٹے دو گھنٹے کا ہوتا ہے، لیکن سونے کی انگوٹھی کا گناہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک پہنے رہو مسلسل گناہ ہی گناہ۔

مفتی اعظم ہند کی اسی دینی غیرت اور جلالت حق پرستی کا اثر تھا کہ پوری جماعت میں چند ہی علماء ایسے تھے جو مفتی اعظم کی موجودگی میں تقریر کرنے کے لیے زبان کھول سکتے تھے، ورنہ بڑے بڑے مقررین کو مفتی اعظم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پسینہ آجاتا تھا، کیونکہ منہ سے شریعت کے خلاف جہاں کوئی بات نکلی اور مفتی اعظم نے برسر منبر ٹوک دیا اور اس کے بعد توبہ کی تلقین فرمائی۔ دین کے معاملے میں مفتی اعظم کے اس بے لاگ عمل سے بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوگئیں جو یہ سمجھتے تھے کہ دیوبند کے

Marfat.com

پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے مندر میں اپنی مذہبی رسومات کو ادا کرتے تھے۔ یہ مندر رنگ محل میں جہاں پانی والا تالاب ہے، واقع تھا اور وہاں پر اپنے عقیدہ کے مطابق دیوتا کے بت کی پوجا کرتے تھے۔ اس وقت اس علاقے میں ہر طرف ضلالت و گمراہی کی گھٹاٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دل جو سومنات بن چکے تھے انہیں نور ایمانی سے روشن کرنے اور بے شمار دیوتاؤں کے پرستاروں کو خدائے واحد کا پرستار بنانے کے لئے مسلسل جدوجہد اور صبرواستقلال سے تبلیغ کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے یہ مقدس فریضہ نہایت ثبات قدم اور عمل پیہم سے سرانجام دیا۔ اس وقت یہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت کے لئے آپ نے لاہور کے لوگوں کی زبان سیکھی' لہٰذا آپ قیام لاہور کے دوران ابتدائی چند سالوں میں تبلیغ کے لئے آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ روزانہ شہر کے گلی گلی کوچے کوچے میں جاتے رہے اور اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آپ جہاں موقع پاتے چند لوگوں کو اکٹھا کر کے اسلام کے بنیادی عقیدے یعنی توحید پر روشنی ڈالتے اور مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد لوگوں کو دین حق قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ بت پرستوں اور خاص طور پر ان کے اکابرین نے حضرت میراں حسین کی تبلیغ کے پرجوش انداز اور مدلل طرز بیان کو اپنے جھوٹے مذہب کے لئے زبردست خطرہ محسوس کیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ آپ کو دین اسلام کی تبلیغ کرتے دیکھتے تو آپ پر آوازے کسنا شروع کر دیتے اور لوگوں سے کہتے اس درویش نے کیا نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کے پیچھے بازاری لونڈے لگا دئے جاتے جو تالیاں بجا بجا کر آپ کا مذاق اڑاتے۔

تین سال تک آپ نے اس طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ کی لیکن اس عرصہ میں کوئی بھی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

Marfat.com

ساتھ بریلی کا اختلاف کسی معاصرانہ چشمک یا ذاتی مخاصمت پر مبنی ہے۔ انہوں نے صمیم قلب کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ جو لوگ دین کے معاملے میں اپنے معتقدین، متوسلین اور نیاز مندوں کو نہیں معاف کرتے وہ اہانت رسول کے سوال پر علمائے دیوبند کو کیوں کر معاف کر سکیں گے۔

اور یہ بھی دینی غیرت ہی کی بات تھی کہ مفتی اعظم یہاں کی کچہریوں کو عدالت نہیں کہتے تھے اور جو لوگ وہاں بیٹھتے ہیں ان پر حاکم کے لفظ کا بھی اطلاق نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ عدالت کا لفظ اسی دیوان پر بولا جائے گا جہاں اسلامی قانون کے مطابق نزاعات کا فیصلہ کیا جاتا ہو اور جسے خدا اور رسول کی نیابت میں حکومت کا اختیار دیا گیا ہو وہی حاکم کہے جانے کا مستحق ہے۔

اور یہ بھی دینی غیرت ہی کا ایک بے مثال نمونہ ہے کہ وہ بانوے سال کی طویل زندگی میں نہ کبھی کسی سربراہ مملکت کے گھر گئے اور نہ کسی بڑے سے بڑے فرماں روا کے بنگلے میں نظر آئے، بلکہ حیرت میں ڈوب جانے کی بات یہ ہے کہ مملکتوں کے کتنے ہی سربراہوں اور وقت کے کتنے ہی سلاطین نے خود ان کی مجلس میں باریاب ہونے کی اجازت چاہی اور مفتی اعظم نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا کہ ایک درویش کا بادشاہوں اور ارباب حکومت سے سروکار ہی کیا ہے؟

دہلی ہندوستان کا دل ہے اور سیاسی اقتدار کا مرکز بھی ہے، لیکن کبھی دہلی جانا تو بڑی بات ہے، خود دہلی نے مفتی اعظم کے قریب آنا چاہا تو انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور بلا شبہ فقر و استغناء اور خودداری کی شان حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے غیور باپ سے ملی تھی، جو اپنے عہد میں اسلام کی جلالت و جبروت کی آخری نشانی تھے۔ جو ساری زندگی خدا کے آگے سجدہ ریز رہے ...... یا پھر مدنی سرکار کی چوکھٹ پر پیشانی خم

Marfat.com

چنانچہ تین سال کے بعد آپ نے ایک دن بذریعہ کشف اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ یا حضرت اب دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کیا طریقہ اختیار کروں۔ آپ کے مرشد نے فرمایا کہ "اے حسین جاؤ ہم نے تمہارے صبر کو آزمالیا ہے' اب سوائے جمعہ کے دن کے اپنی قیام گاہ پر ہی رہا کرو"۔ مرشد سے تبلیغ کے متعلق نیا حکم پاکر حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اس کی تعمیل شروع کر دی اور اب صرف جمعہ کے دن اندرون شہر جاتے اور لوگوں کو دعوت حق دیتے لیکن عمر کے آخری حصہ میں آپ نے جمعہ کے روز بھی شہر جانے کا طریقہ ترک کر دیا اور جائے قیام پر ہی زیادہ وقت گزارتے مگر جہاں بھی جی چاہتا چلے جایا کرتے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ صرف جمعہ کے روز شہر جا کر تبلیغ کرتے اور یہ سلسلہ آپ نے کافی عرصہ تک جاری رکھا۔ اس طرح شروع شروع میں آپ کی کوششوں سے چند لوگ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ جمعتہ المبارک کے دن شہر میں تبلیغ کرنے کے بعد چند ہندو بیماروں کو پانی دم کر کے دے دیا جس سے وہ لوگ شفایاب ہو گئے۔ اس واقعہ نے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور شہر میں آپ کی روحانیت کا چرچا ہونے لگا۔ پھر آپ سے کئی کرامات ظہور پذیر ہوئیں جس کی بنا پر جس کو فیض ملا وہی مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ صاحب فیض و کمال بزرگ ہیں تو لوگ شہر سے آپ کی قیام گاہ پر آتے اور آپ کے فیض سے مستفید ہوتے۔ یہ سلسلہ آپ کے آخری دم تک جاری رہا۔

تین سال تک آپ پانی کی ضروریات کو دریا سے پورا کرتے رہے۔ اس کے بعد جب آپ کی جائے قیام پر معتقدین آنے لگے تو اس وقت پانی کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر آپ نے اور آپ کے چند عقیدت مندوں نے ایک کنواں کھودا۔ اس کنویں کا پانی کھاری تھا۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی

Marfat.com

ہوئی..........یا اس سرکار عالی سے جنہیں انعام خسروانہ ملا اور تقرب خاص کی دولت عطا ہوئی، ان کی آقائی کے آگے سر جھکایا۔ اس کے علاوہ کسی بھی بڑے سے بڑے اقتدار کو نہ کبھی خاطر میں لائے اور نہ اس کی طرف احتیاج کا ہاتھ بڑھایا۔

اسی جذبۂ عشق و وفا کی ترنگ میں ایک شعر انہوں نے کہا تھا جو ان کے ضمیر کے اعتقاد اور ان کے باطن کی کیفیت کا آج بھی آئینہ ہے۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے میرے سرکاروں کے

☆☆☆

Marfat.com

تو خدا کی رحمت سے اس کنویں کا پانی عام پانی کی طرح میٹھا ہو گیا۔ وہ کنواں آج تک "میراں دی کھوئی" کے نام سے مشہور اور موجود ہے۔

آپ نے اپنے قیام کے لئے جو جگہ منتخب فرمائی وہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد کچھ فاصلے پر یاد خدا کے لئے ایک جگہ مخصوص کر لی تھی اور اس مقام پر آپ نے چند درخت لگائے تھے۔ اس باغ میں اکثر آپ حالت استغراق میں رہتے۔ وفات کے بعد اسی باغ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہی باغ بعد میں باغ زنجان کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ نے بذریعہ کشف اپنے مرشد ابوالفضل سے دریافت کیا کہ یا حضرت کیا میں راجہ اننگ پال اور سہج پال کو دین اسلام کی دعوت دوں۔ آپ کے مرشد نے ارشاد فرمایا بیٹا خاموشی اختیار کرو۔ چنانچہ آپ نے دعوت نہ دی کیونکہ فتنے کا خطرہ تھا اور آپ درویشانہ اوصاف کے شیخ تھے۔

تاریخیں اس باب میں خاموش ہیں کہ آپ کی تبلیغی مساعی کے کیا نتائج نکلے لیکن بعض روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قیام لاہور کے زمانے میں علم و عرفان کا جو دریا بہایا اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جو مساعی جمیلہ سرانجام دیں وہ رائیگاں نہیں گئیں۔ آپ کی دعوت حق سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا اور جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا ان میں سے بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام سے متاثر ہوئے۔ اس طرح آپ کے بعد آنے والے بزرگوں کے لئے راستہ صاف اور فضا ہموار ہو گئی۔ بعض تاریخوں میں آتا ہے کہ سبکتگین کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد لاہور پر ایک ہندو راجہ نے حملہ کیا اور صرف شہر کے ایک علاقے میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ظاہر ہے یہ وہی مسلمان تھے جو حضرت میراں حسین اور ان کے ساتھیوں، بھائیوں اور حضرت شاہ اسمٰعیل بخاری کی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

سفر آخرت کا
آنکھوں دیکھا حال

۱۱ر نومبر بدھ کا روز گزار کر ساڑھے تین بجے شب میں ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ کے دفتر میں اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور بجتی رہی یہاں تک کہ گھنٹی کی مسلسل آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ فوراً منشی جی سے دفتر کھلوایا۔ جیسے ہی فون اٹھایا بریلی شریف سے حضرت رحمانی میاں صاحب کے صاحبزادے مولانا توصیف رضا خاں کی بھرائی ہوئی آواز پردۂ سماعت سے ٹکرائی:

"ابھی ایک بجکر چالیس منٹ پر حضور مفتی اعظم ہند کا وصال ہوگیا ہے۔ دنیائے سنیت یتیم ہوگئی۔ ہر طرف گریہ دُرد، آہ و نالہ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے والوں سے بریلی کا شہر ماتم کدہ بن گیا ہے۔"

Marfat.com

وہ لوگ جو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کے معتقد اور عقیدت مند بنے انہیں اسلامی عبادت کے طریقے اور آداب سکھلانے بھی ضروری تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ آپ نے اپنے پاس آنے والے نو مسلموں کو اللہ کی اطاعت اور بندگی کے طریقے سکھائے۔ دین اسلام میں ارکان کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ ایسی عبادات ہیں جن کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور انہی ارکان پر عمل ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے۔ اس لئے آپ ہمیشہ ان لوگوں کو جو آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوتے' سب سے پہلے اسلامی عقائد پر ایمان کی تلقین کے بعد نماز سکھاتے اور انہیں پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے اور رمضان المبارک کے آداب سے آگاہ کرتے۔ ایسے ہی نماز روزہ کے بعد آپ انہیں زکوٰۃ اور حج کے مسائل اور فضائل کی تعلیم دیتے۔ اسلامی عبادات کے بعد آپ انہیں اسلامی ضابطہ حیات کے اخلاق صالح اور اسلامی حسن معاشرت کا درس دیتے۔

آپ نے ہمیشہ اپنے پاس آنے والوں کو صداقت اور ایمانداری کا سبق دیا اور ان کی عادات میں سے ہندوانہ رسومات ختم کرنے کی مکمل کوشش کی۔ ان میں اوصاف حمیدہ یعنی سخاوت' شرم و حیا' رحم' احسان' خوش کلامی اور جذبہ ایثار پیدا کئے۔

اگرچہ نئے نئے مسلمان حضرات کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کا مرحلہ بہت مشکل تھا لیکن اللہ کی خاص تائید اور رحمت سے آپ نے یہ فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

اولیاء کی دعوت خلوص اور پیار پر مبنی ہوتی ہے۔ ان کا اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاق و کردار کا آئینہ ہوتا ہے۔ ان کی تبلیغ وعظ و تقریر کی بجائے عمل و دعا ہوتی ہے۔ وہ اپنے پاس آنے والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے لاہور کے لوگوں سے

Marfat.com

یہ جانکاہ خبر سنتے ہی دل کا حال زیر وزبر ہو گیا........شعور واحساس پر بجلی گر پڑی........ ہاتھ سے ریسور چھوٹ گیا........ایسا لگا جیسے تھوڑی دیر کے لیے دل کی دھڑکن رک گئی ہو..........ادارہ کے سارے لوگ جمع ہو گئے ....مولانا رکن الدین اصدق، مولانا ضیاء جالوی........محمد نور اشرفی اور حافظ عبد الحفیظ صاحب اشرفی کے مشورہ سے پٹنہ ریڈیو اسٹیشن اور اخبارات سے رابطہ قائم کرنے اور بریلی شریف کے سفر کا پروگرام طے پایا۔

دوسرے دن پٹنہ سے سوگواروں کا قافلہ میرے ہمراہ بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔ جمعہ کی صبح کو براہ کانپور ہم لکھنؤ پہنچے۔ پلیٹ فارم پر الہ آباد، پرتاب گڑھ، رائے بریلی اور لکھنؤ کے کئی سو احباب اہل سنت بریلی جانے کے لیے سیالدہ اکسپریس کے انتظار میں کھڑے تھے۔ہمیں دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ سارا مجمع جذبات کے تلاطم سے بے قابو ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد سیالدہ اکسپریس آئی۔ دیکھا تو یوپی کے اضلاع کے مخلصین سے پوری ٹرین بھری ہوئی تھی ۔ اسی ٹرین سے حضرت عزیز ملت اور مفتی شریف الحق صاحب امجدی کی قیادت میں اشرفیہ مبارکپور کے اساتذہ اور طلبہ کا نورانی قافلہ بھی چل رہا تھا۔

۲ر بجے دن کو ہم روتے دھوتے بریلی پہنچے۔ جیسے ہی اسٹیشن سے باہر نکلے معلوم ہوا کہ شہر کے سارے راستے بند ہو گئے ہیں۔سڑکوں پر تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک کے طول وعرض سے آنے والے دس لاکھ انسانوں کا سمندر ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ آج نگاہوں کے پردے اٹھا دیئے گئے ہیں اور محبوب رب العالمین کے ایک جاں نثار شیدائی کے اخروی اعزاز اور مقبولیت کا آفتاب سروں پر چمک رہا ہے۔ہم اور آگے بڑھے تو پولس کے گھوڑ سوار دستے پر نظر پڑی، جو اسٹیشن سے جانے والے مجمع کے سیلاب کو کنٹرول کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے ہم نو محلہ مسجد تک پہنچ سکے۔ یہ مسجد اس میدان کے قریب تھی جہاں تاجدار اہل سنت کی نماز جنازہ ہونے والی تھی۔ آدمیوں کے انبوہ سے مسجد

Marfat.com

بے شمار دکھ سہے لیکن پھر بھی ان لوگوں سے پیار کیا اور ان سے طعنہ و تشنیع لینے کے بعد بھی ان کے حق میں اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ آخر آپ اپنے تبلیغی مشن میں کامیاب ہوئے کیونکہ حضرت سید میراں حسین نے جس دور میں دعوت حق دی تھی ان دنوں لاہور میں ہر طرف ہندو مذہب ہی تھا اور کوئی بھی اس وقت اپنے مذہب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جب تک اسے نئی دعوت میں کوئی حقیقت اور سکون میسر نہ آئے۔ چنانچہ آپ کی دعوت حق سے لوگوں کو اطمینان قلب میسر آیا اور جو آپ کے قریب آئے وہ آپ کے اخلاق و کردار سے بے حد متاثر ہوئے۔ آخر آپ کی صحبت اور نگاہ فیض کے نتیجہ میں بے شمار ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔

پیر سید جاوید علی شاہ سجادہ نشین حضرت امام الحق شہید سیالکوٹ سید افضال حسین شاہ زنجانی

میں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ جمعہ کی نماز مل گئی۔ جمعہ کے بعد ہم لوگ اس میدان کی طرف بڑھے۔ لق ودق میدان میں تا حد نظر لاکھوں آدمیوں کا سیلاب امنڈ پڑا تھا۔ اور پروانوں کی اس سے بڑی تعداد شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جنازہ کا تین میل لمبا جلوس ابھی راستے ہی میں تھا کہ مشتاقان دید سے سارا میدان بھر گیا۔ آس پاس کی ساری عمارتوں کی چھتوں پر پچاسوں ہزار برقعہ پوش خواتین تاجدار اہل سنت کے جنازہ کے دیدار کے لیے کھڑی تھیں۔

بڑی مشکل سے کئی سو صفوں کو چیرتے پھاڑتے ہم اور علمائے مبارکپور جنازۂ انور تک پہنچے، جو ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا۔ جنازے کے تابوت پر زرد رنگ کی مخملی چادر پڑی ہوئی تھی جو آج لاکھوں شیدائیوں کا مرکز نگاہ تھی۔

تابوت اقدس کے آس پاس اہل سنت کے جو اکابر و مشاہیر ہمیں نظر آئے، ان میں شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف صاحب سجادہ نشیں سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج ریحان رضا خاں صاحب، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج اختر رضا خاں صاحب ازہری، خاندان کے دیگر شہزادگان و متعلقین، علمائے مبارکپور، علمائے مراد آباد، علمائے جبلپور، علمائے بنارس، علمائے رامپور، علمائے لکھنؤ، علمائے پیلی بھیت، علمائے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علمائے شاہجہاں پور، علمائے سنبھل اور علمائے بہرائچ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

نماز جنازہ حضرت شیخ المشائخ سید مختار اشرف سجادہ نشیں سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ نے پڑھائی کیونکہ حضور مفتی اعظم ہند کی خواہش تھی کہ کوئی آل رسول ان کے جنازہ کی نماز پڑھائے۔

نماز جنازہ میں ہندوستانی مسلمانوں کے علاوہ بیرونی ملکوں کے سفراء اور سرکاری و مذہبی نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ

قطب الاولیاء، شیخ الاتقیاء، سرور صوفیاء، چشمہ جود وسخا، آفتاب مہر و وفا، جلوہ نور ہدیٰ، حجت الکاملین، قدوہ السالکین، شمس العارفین، مصباح العاشقین، رفیق الطالبین، شہباز لامکاں، رہبر سالکاں، طریقت کے روح رواں، معارف ربانی کے رازداں، اسلام کے پاسباں، منبع فیض رساں، مخزن علم و عرفاں، عاشق سرور کونین حضرت میراں حسین زنجانی برصغیرپاک و ہند کے ان قدیم اکابر اولیاء سے ہیں جو لاہور میں نور اسلام پھیلانے، تعلیمات اسلام کو گھر گھر پہنچانے، ظلمت میں اسلام کا ڈنکا بجانے، بندگان خدا کو خدام رسول بنانے، نادانوں کو قرینہ بندگی سکھانے، کفر و شرک کو مٹانے، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانے، بت پرستوں کو مشرف بہ اسلام کرنے، لاہور کے مکینوں کو اسلامی نظریہ حیات سے روشناس کرانے اور مظلوموں کو ظالموں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے تمام اولیاء سے پہلے تشریف لائے جس کا ثبوت حضرت نظام الدین اولیاء کی روایت ہے۔

فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کو جب ان کے پیرو مرشد حضرت ابوالفضل ختلی نے فرمایا کہ بیٹا تبلیغ اسلام کی خاطر لاہور جاؤ تو حضرت علی ہجویری نے جواباً" عرض کیا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی موجود ہیں، تو وہاں میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشد کامل نے فرمایا کہ تمہیں عذر کی بجائے تعمیل سے غرض ہونی چاہیے

چنانچہ علی ہجویری جب اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو لاہور کی مشرقی جانب آئے، شہر سے ایک جنازہ نکل رہا تھا۔

Marfat.com

نماز کے بعد جنازے کا جلوس محلہ سوداگران کی طرف روانہ ہوا جس نے کثرت ہجوم کی وجہ سے چار گھنٹے میں دس منٹ کا راستہ طے کیا۔

خانقاہ عالیہ رضویہ میں حضور مفتی اعظم ہند کے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما العزیز کے پہلو میں ان کی لحد تیار کی گئی تھی۔ ٹھیک سوا چھ بجے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا جسد خاکی لحد میں اتارا گیا۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ مٹی دینے کے بعد سب سے پہلے اذان دی گئی۔ اس کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ اخیر میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری نے ایسی رقت انگیز دعاء مانگی کہ سارا مجمع دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس کے بعد ساری رات اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما العزیز کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔

غسل کے وقت کرامت کا ظہور

جمعہ کے دن صبح کے وقت حضرت کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں مظہر مفتی اعظم حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری، مولانا نعیم اللہ خاں، مولانا عبدالحمید افریقی، قاری امانت رسول پیلی بھیتی اور حاجی فاروق بنارسی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کا متفقہ بیان ہے کہ غسل دیتے وقت زانوئے مبارک سے جیسے ہی ذرا سا کپڑا کھسکا کہ فوراً حضرت نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے کپڑا پکڑ لیا اور زانو کا حصہ بے ستر ہونے سے محفوظ رہ گیا۔ عینی شاہدین کی روایت کے مطابق حضرت کی گرفت میں کپڑا اس وقت تک رہا جب تک کہ انگلیوں کی گرفت سے اسے کھینچ نہیں لیا گیا۔ اس واقعہ کو سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اطمینان کے ساتھ دیکھا اور اس عقیدے کی سچائی کا مشاہدہ کر لیا کہ اللہ کے ولی اور اس کے مقرب بندے زندہ رہتے ہیں۔

Marfat.com

انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ جنازہ حضرت شیخ حسین زنجانی کا ہے۔ اس وقت داتا صاحب کو اپنے پیرو مرشد کا حکم یاد آیا کہ یہ سچ تھا کہ مرشد نے روحانی سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے مجھے یہاں آنے کا حکم دیا تھا۔ یہ واقعہ 431ھ کا ہے۔

لیکن جدید محقق سنون میں اختلاف کے باعث اسے الحاقی قرار دینے میں پیش پیش ہیں مگر وہ یہ مدنظر نہیں رکھتے کہ ایک ولی کا بیان دوسرے تمام مورخین کی بجائے زیادہ صحت پر مبنی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آبائی وطن:

حضرت سید میراں حسین زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر ایران کے شمال میں کوہ البرز کے دامن میں واقع ہے۔ کسی زمانے میں یہ اندجان اور نجان کی مانند ایک قصبہ تھا مگر آہستہ آہستہ ایک شہر کی صورت اختیار کر گیا۔ اس وقت شہر کی آبادی کچھ پختہ اور کچھ کچی تھی۔ سڑکیں اور گلیاں کشادہ تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شہر انتہائی زرخیز علاقہ میں واقع ہے اور قدرتی دولت سے مالامال ہے۔

خاندان

حضرت سید حسین زنجانی کا تعلق حضرت امام حسین سے ہے جن کے خاندان میں سے چند افراد خلفاء راشدین اور بعد کے دور میں عراق میں آ کر بس گئے اور پھر تیسری صدی ہجری میں اسی خاندان سادات کے ایک بزرگ جو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے تھے، بغداد سے زنجان آ کر آباد ہوئے۔ ان بزرگوار کا اسم گرامی حضرت سید ابو جعفر برقعی تھا۔ ان ہی سے سادات زنجانیہ کا سلسلہ نسب آگے بڑھا۔ حضرت ابو جعفر برقعی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے دادا تھے۔

Marfat.com

مرض الموت کے عجیب وغریب واقعات

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں رہنے والے حاضر باشوں نے بتایا کہ ادھر ایک ڈیڑھ ہفتے سے حضرت کی عادت کریمہ یہ ہوگئی تھی کہ ۱۱ ربجے رات کے بعد کسی کو اپنے حجرے میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔ جب سب لوگ باہر نکل جاتے تو صبح ۴ ربجے تک ایسی آواز آتی جیسے حضرت کسی کو مرید کر رہے ہیں......... کبھی حضرت فرمار ہے ہوتے کہ جاؤ تمہارا کام ہوگیا......... کبھی آواز آتی کہ میں نے تمہیں داخل سلسلہ کرلیا......... کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ مصافحہ کر کے کسی کو رخصت کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے علماء ومشائخ کا قیاس ہے کہ یہ اجنہ اور رجال الغیب تھے جو بیعت وارشاد کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

-÷-÷-÷

Marfat.com

آپ کے والد ماجد کا نام سید علی محمود تھا۔ سید علی محمود اپنے زمانے کے جید عالم تھے اور کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ اس زمانے کے پیر طریقت حضرت موسیٰ کے مرید تھے۔ انہی سے باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ نے جوانی کے عالم میں حضرت مریم صغریٰ سے شادی کی اور انہی سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

حضرت سید میراں حسین کی والدہ ماجدہ کا نام مریم صغریٰ تھا ان کا تعلق بھی خاندان سادات میں سے تھا۔ آپ بڑی زاہدہ عابدہ اور صوم و صلوۃ کی پابند خاتون تھیں۔

حضرت میراں حسین کا شجرہ نسب

امام طریقت' پیشوائے اولیاء' ہادی اہل حقیقت' واقف رموز شریعت' شمس العارفین' قدوالسا لکین' حجتہ الکاملین' قطب الاقطاب حضرت سید میراں حسین زنجانی کا شجرہ نسب یوں ہے۔

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام باقر علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت ابرہیم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ ثانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم عسکری حسن رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابو جعفر برقعی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علی محمود رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

صدر الشریعه

حضرت علامه حکیم ابو العلی

محمد امجد علی علیہ الرحمہ

Marfat.com

حضرت سید علی محمود کی اولاد

آپ کے ہاں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. حضرت سید میراں حسین زنجانی۔ 2. سیدہ کلثوم۔ 3. سیدہ زینب۔ 4. سید اسحاق۔ 5. سید یعقوب۔ 6. سید موسیٰ۔ 7. سید علی۔ 8. سیدہ فاطمہ

سید میراں حسین زنجانی	سیدہ کلثوم	سیدہ زینت	سید اسحاق
347ھ	349ھ	351ھ	355ھ
سید یعقوب	سید موسیٰ	سید علی	سیدہ فاطمہ
356ھ	359ھ	361ھ	365ھ

حضرت سید علی محمود کی اولاد میں سے صرف حضرت سید میراں حسین زنجانی، حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی لاہور تشریف لائے جن کے مدفن بھی یہیں ہیں۔ آپ کی بقیہ اولاد زنجان ہی میں ہے۔

پیدائش کے متعلق بشارت

حضرت شیخ میراں حسین زنجانی کے والد بزرگوار کی عمر جب 27 برس کی ہوئی تو اس وقت آپ کو ایک رات خواب میں آپ کے مرشد کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اے علی! اللہ تعالیٰ اپنے رحمت سے تم کو جو بیٹا عطا کرے گا جو خاندان سادات کے جد امجد حضرت امام حسین کے نقش قدم پر چل کر دنیا کے مال و اسباب اور جاہ و جلال سے بے نیاز رہ کر دین اسلام کی خدمت کرے گا۔ اس بنا پر آپ کا نام حسین رکھا گیا اور تاریخ میں آپ شیخ حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے والد کے مرشد کی بشارت کے مطابق سادات کے جد امجد سیدنا امام حسین کی پیروی میں اپنے وطن مالوف کو چھوڑا اور تبلیغ اسلام

Marfat.com

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ

Marfat.com

کے لئے شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھرے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ صاحب گلزار ابرار نے آپ کا نام فخرالدین حسین زنجانی لکھا ہے۔ فخرالدین دراصل آپ کا لقب تھا۔ آپ 347ھ میں 26 شعبان بوقت 10 بجے رات پیدا ہوئے۔

آپ کی تعلیم و تربیت زنجان ہی میں ایک امام مسجد کے زیر سایہ ہوئی۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد آپ نے تفسیر' حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ استاد کے فیض صحبت سے آپ کے دل میں روحانیت کے باطنی اسرار جاننے کی تڑپ پیدا ہوئی۔

جوان ہوتے ہی آپ تلاش حق کے جذبے سے سرشار ہو کر مرشد کامل کی تلاش میں نکلے۔ ان دنوں حضرت ابوالفضل ختلی کی روحانیت کا بہت چرچا تھا چنانچہ آپ اپنے والد کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی کے مرید ہو کر منازل سلوک طے کیں۔ آپ کے سلسلہ طریقت کو سلسلہ جنیدیہ کہا جاتا ہے جس کے بانی حضرت جنید بغدادی تھے۔

آپ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی

خواجہ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی

مرید حضرت ابوالحسن حصری

حضرت ابوبکر شبلی

ابوالقاسم جنید بغدادی

حضرت سری سقطی

معروف کرخی

حضرت داؤد طائی

حضرت حبیب عجمی

حضرت خواجہ حسن بصری اور وہ مرید حضرت علی کے۔

Marfat.com

شہید حجاز

ایک عینی شاہد کی زبانی واقعات کی رقت انگیز تفصیل

میں اپنے اس افتخار کے لیے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازۂ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھ ہی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ شمس العلوم کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا، اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلگرام موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو۔

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبد الکریم رحمت

Marfat.com

آپ نے کئی سال مرشد کی خدمت میں گزارے اور اسرار باطنی حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدے اور ریاضت کے لئے کئی ایک مصائب اور ہر طرح کی سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ آپ نے پیرو مرشد کی نگرانی میں کئی ایک چلے بھی کاٹے اور کافی مدت تک بحکم مرشد ایک مکان میں گوشہ نشین بھی رہے۔ یہ وقت آپ نے ذکر الٰہی اور ورد و وظائف پڑھنے میں صرف کیا۔ آپ اللہ کا بہت زیادہ ورد کیا کرتے تھے۔ بزرگان دین اور صوفیائے عظام کے مطابق یہ ورد دوسرے تمام وردوں سے افضل تصور کیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ شب میں خداوند تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر مشغول ہوتے تھے کہ بعض اوقات عشاء کی نماز کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ خدمت مرشد کے دوران آپ نے طریقت اور تصوف کی عملی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ نے اپنے مرشد کی غلاموں کی طرح خدمت کی اور جب کبھی آپ کے پیرو مرشد سیرو سیاحت کے لئے سفر اختیار کرتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے۔ دوران سفر پیر طریقت کا سامان اٹھاتے اور مرشد کے ہر حکم کی تعمیل باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل نے جب دیکھا کہ عظیم المرتبت مرید نے ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دست گاہ حاصل کرلی ہے تو انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور میراں کا خطاب دیا جو رموز ولایت میں اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو آج تک آپ کے اصلی نام کی بجائے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

جب حضرت سید میراں حسین زنجانی نے روحانیت کی منزلوں پر عبور حاصل کرلیا تو آپ کے شیخ نے فرمایا کہ جاؤ بیٹا بلاد ہند میں جا کر تبلیغ اسلام کا کام کرو اور ہندوستان کے لوگوں کو دعوت اسلام دو۔

مرشد سے حکم تبلیغ پا کر آپ واپس اپنے شہر زنجان آئے اور وہاں سے ایک چھوٹے سے قافلے کی صورت میں آپ نے ہندوستان کی طرف 385ھ میں

Marfat.com

والے میمن کے یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت بستر علالت پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن ہیں، وہ بھی حضرت کے ساتھ ہی تھیں۔

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ، دونوں حضرات بریلی شریف سے اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی، جس کی وجہ سے بخار آ گیا اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیہ کا حملہ ہو گیا۔

بڑی مشکل سے انہیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اور ان کا علاج شروع ہو گیا۔ کئی دنوں کے علاج کے بعد افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے لیے ناگپور ٹیلیگرام دلوایا گیا۔ سخت بخار اور نمونیہ کی شدت سے حضرت پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی، لیکن کبھی کبھی ہوش میں آجاتے تھے۔ اسی وقفے میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا ہوا تم آ گئے۔

مفتی اعظم اور حضرت صدر الشریعہ کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لیے آپ روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ان کی آمد پر عقیدتمندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہو گئی۔ جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا؛

؎ بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ مجھے تکیہ کے سہارے بیٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کیے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے

Marfat.com

تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔ اس قافلہ میں آپ کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی بھی تھے۔ ایک طویل سفر کے بعد یہ قافلہ قذوین شہر رے، سبزوار، نیشاپور، ہرات، کاکاخیل، ہزارہ، جنجوعہ، مہمند، چنبہ، کابل، جلال آباد، پشاور، مارگلہ، گکھڑ کے مقامات سے ہوتا ہوا 387ھ بمطابق 997ء میں لاہور پہنچا۔ راستے میں بے شمار تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا۔

صوفی عبدالستار۔ علامہ شمس الدین بخاری جسٹس منیر احمد مغل، شیخ امین الدین ہمراہ سید افضال زنجانی

Marfat.com

رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سرِ شام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آسکتی جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پرنم آنکھوں نے کیا کہا......لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے......کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتی اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا:

جایئے! میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں........

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتی اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا، جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتی اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔ ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔

مفتی اعظم کے رخصت ہوتے ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھبراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انہوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے، لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آگیا ہے، جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرائن سے جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں تو انہوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لیے کمرہ خالی کر دیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اس وقت میرے اور ان کے علاوہ وہاں

Marfat.com

سفر تبلیغ کے حالات

سفر تبلیغ کا آغاز:

بحکم مرشد 385ھ کے آخر میں آپ نے اس تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔ جب آپ زنجان سے چلے تو شام کا وقت تھا۔ راستے میں کوئی بستی نظر نہ آئی۔ دو میل چلنے کے بعد ایک کاشت کار کی جھونپڑی کے پاس سے گزر ہوا۔ اس کاشت کار کا نام سلیمان تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قافلے کے افراد نے جھونپڑی کو دیکھا تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کاشت کار نے آپ کی بہت تواضع کی۔ آپ نے قافلے کے ہمراہ جھونپڑی میں رات گزاری۔

رات بسر کرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو یہ قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ چلتے وقت آپ نے سلیمان کے حق میں دعائے خیر کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے قافلے کے چند افراد اپنے وطن مالوف کو چھوڑنے سے گریز اور مجبوری ظاہر کر رہے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ جان اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اگر توحید الٰہی اور دین محمدی کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے دم بھی نکل جائے تو اس سے بڑی کر زندگی کا اور کون سا بہتر مقصد ہو گا۔ جب قافلے کے افراد نے آپ کے یہ چند الفاظ سنے تو ان کے دلوں میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک نئی روح پیدا ہو گئی اور وہ آپ کے ساتھ سفر اختیار کرنے کو اپنی خوش قسمتی سمجھنے لگے۔

Marfat.com

کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کر پھر اپنی آنکھیں بند کرلیں کہ روتی کیوں ہو میں تمہارے ساتھ گھوسی چلوں گا۔

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔ جب ہمشیرہ مخدومہ روتے روتے نڈھال ہو گئیں تو گھر کی عورتیں انہیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدھم ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہ......شریعت کا صدر شہیر......اور طریقت کا بدر منیر........ اپنے لاکھوں شیدائیوں کا روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔

عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کے پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینۂ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا۔

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضور مفتی اعظم ہند کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا، لیکن ان کا رفیق سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

اس حادثۂ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔ صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ رات ہی کو حضرت کے متوسلین و معتقدین نے اپنے طور پر طے کرلیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کردی۔

Marfat.com

تبلیغ کا آغاز:

سلیمان کی جھونپڑی سے چلنے کے بعد آپ بیس میل کا فاصلہ طے کر کے ایک قصبے میں پہنچے جس کا نام "تونہ" تھا۔ تونہ کے اکثر لوگ زرتشی تھے۔ آپ نے وہاں سے تبلیغ کا آغاز کیا۔ اس قصبے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے آپ نے ان کو توحید الٰہی کا درس دیا۔ آپ کے اس درس تبلیغ کے نتیجے میں تین آدمی نور ایمان سے منور ہوئے۔ آپ ایک مہینہ اس قصبے میں ٹھہرے۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ کے حق میں جو ابھی نیا مسلمان ہوا تھا' دعائے خیر فرما کر روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس نومسلم کا نام عبداللہ آپ نے حدیث پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق رکھا۔ یہ نام اللہ کے ہاں سب ناموں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

آپ نے بذریعہ کشف اپنے مرشد سے آئندہ قدم جاری رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ کے مرشد نے فرمایا سفر جاری رکھو' البتہ راستے میں تکالیف ضرور ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ پر مہربانی کرے گا۔

سفر قزوین:

قصبہ تونہ سے کوچ کرنے کے بعد آپ نے قزوین کا رخ کیا۔ قزوین ایران کا ایک تاریخی شہر ہے اور اسے ماضی میں بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ قزوین کو طہماسپ اول نے اپنا پایہ تخت قرار دیا تھا اور جب ہندوستان کا مغل بادشاہ شیر شاہ سے شکست کھا کر گیا تو کچھ عرصہ اسی قزوین میں شاہ طہماسپ اول کے پاس مقیم رہا تھا۔ اس زمانے میں شاہ طہماسپ اول کے محلات قابل دید تھے جو اب تباہ ہو چکے ہیں۔ صرف محل کا صدر دروازہ باقی ہے جو علی قپی کے نام سے مشہور ہے۔

قزوین پہنچ کر آپ نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ قزوین میں اکثریت مسلمانوں کی تھی لیکن ان میں حقیقی روح ایمانی کی کمی تھی۔ آپ نے ان مسلمانوں کو سچا

Marfat.com

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے، لیکن مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی مرضی معلوم کئے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔ رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی پر غشی آرہی تھی۔ وہ اس قابل ہی نہیں تھیں کہ ان سے کوئی بات کی جائے۔ صبح کو کچھ طوفان تھا تو حضرت کے جنازۂ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انہیں باخبر کیا۔ یہ سنتے ہی وہ ابل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے۔ بچوں نے پوچھا کہ ابا میاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی۔ میں ہرگز اجازت نہیں دوں گی کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے۔ اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مخدومہ آپا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچادی۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کے لیے راضی ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کے لیے کئی مراحل طے کرنے تھے۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنے کا تھا۔ دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزرویشن کا تھا۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے گئے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے کہ پیٹ چاک کر کے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس بات کے لیے رضامند ہیں۔ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردۂ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم روؤ نہیں، میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔ خدا نے چاہا تو اس کی نوبت

Marfat.com

مسلمان بنانے اور ان میں اسلام کا حقیقی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ قزوین میں ایک دن آپ کو چند اشخاص ایسے ملے جو علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی سے بھی تھوڑی سی واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو مرشد کامل کی صفات کے بارے میں چند لفظ بتائے جن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"آپ نے فرمایا مرشد کامل میں وہ سب صفات ہوتی ہیں جن کی بدولت وہ مرید کو ایک دن میں خداوند تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے مگر طالب کے لئے صادق الیقین ہونا ضروری ہے"۔

چند دن قزوین میں ٹھہرنے کے بعد آپ آگے بڑھے۔

شہر رے

قزوین سے روانہ ہوتے وقت آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب نے آپ کو مشورہ دیا کہ شہر رے کو بھی دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے رے کا رخ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو عصر کا وقت تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے وہاں ایک رات اور ایک دن قیام کیا اور اس کے بعد آگے چل پڑے۔

شہر رے اس زمانے میں بارونق شہر تھا۔ یہ شہر بغداد کے بعد آبادی اور خوشحالی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر تھا۔ تغلق بن سلجوقی نے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس طرح اس کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوگیا۔ عمارتیں خوبصورت اور چھوٹی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ فضا صاف ستھری' راستے کشادہ اور عمارتیں نہایت پرشکوہ تھیں لیکن رے شہر کی عظمت اور شان و شوکت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ اس شہر کو منگول حملہ آوروں نے 1221ء میں یلغار کر کے خاک میں ملا دیا۔ اس کے بعد چنگیز خان نے بھی اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ اب سوائے چند کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔

شہر سبزوار

Marfat.com

نہیں آئے گی اور کوئی نہ کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ جے جے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت واہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہوتو ازراہ کرم ہماری مدد کیجئے۔ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق ہی کہیے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں اکسپرٹ مانا جاتا۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر واپس آیا تو اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجائیے۔آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی، انہیں تابوت میں رکھ دیجئے۔اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہوتو تین مہینہ تک لاش خراب نہیں ہوگی۔

مخدومہ آپا جان کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو وہ سجدۂ شکر میں گر پڑیں اور بے ساختہ کہا کہ یہ حضرت صدرالشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے۔پہلا بنیادی مرحلہ طے ہوجانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا، وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہوگیا۔اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا۔سارے کاغذات لے کر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہوگئی، جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا۔اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سکنڈ کلاس کے دو برتھ ریزرو کروادیئے اور جنازہ مبارکہ کے تابوت کے لیے ایک ویگن بھی گھوسی تک کے لیے بک ہوگیا۔

Marfat.com

رے شہر سے رخصت ہونے کے بعد 35 میل کا فاصلہ طے کر کے آپ سبزوار کے مقام پر پہنچے۔ سبزوار میں سید عبدالحمید کی اولاد موجود تھی جو سادات عظام میں سے تھے۔ یہاں کے زیادہ گھرانے مسلمان تھے۔ چند گھر زرتشتوں کے بھی تھے۔ اس شہر میں آپ نے صرف ایک دن قیام کیا اور زرتشتی گھرانوں کو دعوت اسلام دی لیکن افسوس انہوں نے یہ دعوت قبول نہ کی۔

نیشاپور:

سبزوار میں اس مختصر قیام کے بعد آپ پھر چل پڑے۔ راستے میں ثمان اور والطان میں قیام کرتے ہوئے نیشاپور پہنچے۔ نیشاپور میں زرتشتی اور عیسائی دونوں مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔

ہرات:

نیشاپور سے آپ نے ہرات کا رخ کیا اور طویل سفر کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد ہرات پہنچے۔ یہاں افغان قوم کے لوگ آباد تھے۔ ان کی زبان سے معمولی سی واقفیت تھی۔ چند روز ہرات میں قیام کرنے کے بعد آپ نے سفر شروع کر دیا اور ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام اسماعیل خیل تھا۔ وہاں وحشی قسم کے لوگ آباد تھے لیکن آپ نے محمود کی لکھی ہوئی تحریر حفاظت دکھائی تو ان لوگوں نے آپ سے تعرض نہ کیا۔

کاکاخیل گاؤں:

اسماعیل خیل کے بعد آپ کاکاخیل پہنچے۔ یہ مقام اسماعیل خیل سے 36 میل کے فاصلے پر تھا۔ کاکاخیل میں صرف ایک بازار تھا۔ ہر گھر میں سامان جنگ موجود تھا۔ ہر گھر کی چھت پر مورچہ بنا ہوا تھا۔ مشہور تھا کہ یہ لوگ خالد بن ولید کی اولاد سے ہیں۔ کاکاخیل میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ نے اپنا سفر پھر

Marfat.com

جب وہ لوگ سب کچھ کر کرا کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی۔ ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہو گئے۔ ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار پر ایک بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض جمیعۃ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے۔ اس زمانے میں انہیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لیے واعظین ومقررین فراہم کئے جاتے تھے۔ محرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت نو بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا۔ حضرت کا جنازۂ مبارکہ عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا۔ راستے بھر تابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت شریف اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت شریف نظر نہیں آتا تھا۔ نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازۂ مبارکہ مغرب کے وقت اسٹیشن پہنچا۔ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی۔ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا، ہزاروں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ مجمع میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے۔ فرط شوق میں انہوں نے نعت خوانی شروع کر دی۔ اس وقت کا منظر اتنا رقت انگیز ہو گیا تھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے صلاۃ وسلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھما۔

ساڑھے آٹھ بجے شب میں ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی کلمہ طیبہ اور درود وسلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کر کے سیل کر دیا۔ بہت سے لوگ پھولوں کا ہار لیے

Marfat.com

شروع کر دیا۔ اس علاقے میں آپ اور آپ کے قافلے نے زیادہ تر پھلوں پر گزارہ کیا کیونکہ افغانستان کے اس علاقے میں انار، انگور، سردا، بادام، پستہ اور خوبانی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آبادی کے بعد پہاڑ تھے جو کو عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اس واسطے آپ نے وہ راستہ اختیار کیا جو اگرچہ طویل تھا لیکن زمین ہموار تھی۔

ہزارہ:

آپ طویل راستہ طے کرنے کے بعد ہزارہ پہنچے۔ ہزارہ افغانستان کے وسط میں واقع تھا۔ یہ علاقہ پہاڑی اور غیر آباد تھا۔ آپ کا گزر اس علاقے کی ایک معمولی سی بستی سے ہوا جو تقریباً 20 گھروں پر مشتمل تھی۔ اس بستی کا سردار ایک بارعب افغانی شیبانی خان تھا جو نہایت اچھا مسلمان تھا۔ اس نے آپ کو تین دن اپنے ہاں ٹھہرایا اور خوب خاطر تواضع کی۔ آپ نے اس آبادی کے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کا ملک زرخیز بھی ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ علاقہ بہت بڑا ہے مگر بنجر ہے، البتہ بدخشاں اور مزار شریف کے علاقے نہایت سرسبز ہیں جو یہاں سے کافی دور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی پھر ان لوگوں سے رخصت ہوئے۔

سفر جنجوعہ:

بستی شیبانی سے روانہ ہو کر چند میل کے فاصلے پر ایک مقام آیا جس کا نام جنجوعہ تھا۔ یہ مقام بہت پر فضا تھا۔ آب و ہوا بہت اچھی تھی۔ جنجوعہ کے اردگرد ہرے بھرے باغات تھے۔ لوگ بااخلاق تھے۔ پشتو اور فارسی زبان بولتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا وہی فیصلے کرتا تھا۔ اس کا نام حشمت خان تھا۔ جنجوعہ سے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں مگر یہ پہاڑیاں خشک تھیں۔ جنجوعہ سے تقریباً تین سو میل دور ریگستان ہیں جو جنوب کی جانب واقع ہیں۔ ان کو

Marfat.com

ہوئے وہاں اس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہو چکا تھا۔ تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انہوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے۔ تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور مخدومہ آپا جان دونوں سکنڈ کلاس کے ایک ریزروڈ بے میں بیٹھ گئے۔ جب ٹرین کھلی تو نعرہائے تکبیر ورسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین ومتوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک ان تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی، اہل سنت کے علماء وعمائدین کو فون کے ذریعہ مطلع کر دیا کہ حضرت صدر الشریعہ کا جنازۂ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کرا دیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں۔ اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے۔ جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچتی، لوگ اس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا۔ میں اپنے سکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے پھولوں کا ہار اور عطر وگلاب کے تحفے وصول کرتا۔

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے، اپنے سینکڑوں معتقدین ومتوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ تابوت شریف کے ڈبے کا سیل توڑ کر تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے۔ چنانچہ وہاں سیل توڑ دی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے۔ باقی سامان ہمارے حوالہ کر دیا۔

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گردونواح کے سینکڑوں معتقدین واحباب

Marfat.com

صحرائے سیستان کہتے ہیں۔

مہمند:

جنجوعہ سے چلنے کے بعد آپ ایک گاؤں پہنچے جس کا نام مہمند تھا جو جنجوعہ سے 20 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس کی آبادی 80 نفوس پر مشتمل تھی ان میں سے اکثر کا پیشہ بھیڑ بکریاں چرانا تھا۔ لوگ مسلمان' خوش خلق اور حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ خاندان سادات کے بہت زیادہ معتقد تھے۔ انہوں نے آپ کی بہت عزت کی۔ سواری اور کچھ رسد کا سامان بھی نذر کیا جو راستے میں آپ کے کام آیا۔

چنبہ:

اگرچہ سواری کا کچھ سامان آپ کے پاس پہلے بھی تھا لیکن مزید سواری کا سامان ملنے سے اور آسانی ہو گئی۔ پھر کئی میل کا فاصلہ طے کر کے آپ ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام چنبہ تھا۔ چنبہ کے لوگ سلطان محمود سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ جس شخص کے گھر آپ نے رات بسر کی اس کا نام داب خان تھا۔ وہ عرصہ سے آشوب چشم میں مبتلا تھا۔ آپ نے پانی دم کر کے اسے دیا۔ اسے فوراً آرام آ گیا۔ جب چنبہ کے لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو کچھ لوگ عقیدت مندی کے تحت آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور اگلی منزل کے لئے روانہ ہو گئے۔

ہلمنڈ:

چنبہ سے روانہ ہونے کے بعد آپ نے کئی میل کا فاصلہ طے کیا اور ایک بستی آئی جس کا نام ہلمنڈ تھا۔ اس بستی کے تمام مکان پتھر کے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر خچر اور گدھوں پر سواری کرتے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے التجا کی کہ ہمارے

Marfat.com

وہاں جمع تھے۔ حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں۔ لوگوں نے نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں بریک وین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے بنارس جانے والی ٹرین پر لے گئے۔ وہاں حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔ تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کر کے سیل کر دیا گیا۔

جب ہماری گاڑی بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا۔ نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں لوگوں نے تابوت شریف کو بریک وین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔ یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کر دیا۔ مخدومہ آپا جان اور ہم سکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارا جنکشن پہنچی۔ یہاں گھوسی جانے کے لیے ٹرین بدلنی تھی۔ پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء، طلبہ اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا ہوا تھا۔ جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہو گئے۔ نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا۔ کچھ خواتین بھی مخدومہ آپا جان کے ساتھ سکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئیں۔

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف نالہ وگریہ کا ایک کہرام بپا تھا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سربراہی میں دارالعلوم اشرفیہ کے سارے اساتذہ، طلبہ اور علاقہ کے علماء اور عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم وضبط کی تلقین کر رہے تھے۔

Marfat.com

تالاب کا پانی کھاری ہے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیں اس کا پانی میٹھا ہو جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور تالاب کا پانی میٹھا ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بستی کے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے اور اس تالاب کا نام آپ کے نام پر حسینی رکھا گیا۔ یہ تالاب ہلمند میں آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ہلمند کا سردار مجید گل تھا۔ اس نے گراں قدر نذرانہ پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا البتہ مجید گل نے سواری کا جو سامان پیش کیا وہ آپ نے قبول فرمالیا۔ ہلمند کے لوگ آپ کے ساتھ سات میل تک آئے اور آپ کو الوداع کہہ کر واپس گئے۔

غزنی میں آمد:

ہلمند کے آگے کوہ ہندوکش کی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ چونکہ انہیں براہ راست عبور کرنا نہایت دشوار تھا اس لئے آپ ان پہاڑیوں کا چکر کاٹ کر غزنی پہنچے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب سلطان محمود ہندوستان پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ آپ نے محلّہ دارالسلام میں سکونت اختیار کی۔ وہاں سادات عظام کے چند گھر موجود تھے۔ ان لوگوں نے آپ کو مدعو کیا۔ آپ نے ان لوگوں کی دعوت رد نہ فرمائی۔ چند روز بعد غزنی کے ایک افغان سردار نجیب خان نے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا۔ چنانچہ آپ نے بیس دن اس افغان سردار کے ہاں گزارے۔ نجیب خان نہایت راست باز اور پرہیزگار انسان تھا۔

غزنی میں آپ کے خوارق:

ایک روز کا واقعہ ہے نجیب خان نے آپ سے سوال کیا کہ یا حضرت بتائیں کہ اولین اور بدترین بخت کون انسان ہیں؟

آپ نے جواب دیا اولین اور بدترین و آخرین انسان قدار بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ملجم ہیں۔ حضرت صالح کی اونٹنی کو قتل کرنے والا قدار بن عمر تھا اور حضرت علی کو شہید کرنے والا عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔ قدار بن عمر زنا زادہ تھا

Marfat.com

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے ڈبے تک جانے کے لیے راستہ بنایا گیا اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو علماء کے مجمع کے ساتھ وہاں پہنچایا گیا۔ ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے۔ حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف کو اتارا اور کاندھا دیا۔ اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ تابوت شریف کاندھوں اور سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے ایک کہرام برپا تھا، جیسے ہی تابوت شریف دروازے پر پہنچا، قیامت کا ایک منظر تھا۔ حج وزیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال کی تیاری کرنے والے آج یتیمی کا داغ لیے ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے دروازے پر کھڑے تھے۔ قاری رضاء المصطفیٰ جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کے قریب تھی، ان پر تو ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ بڑی مشکل سے انہیں قابو میں کیا گیا۔ حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ خاتون اور عائشہ خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ خاندان کے لوگ بھی غم سے ایسے نڈھال تھے کہ ان کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا۔ جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علماء نے مل کر جنازۂ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا، جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا۔ اس کے بعد خاندان کے علماء اور اعزۂ و اقارب زیارت سے مشرف ہوئے۔ پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بے خودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مؤمن اور ایک زندۂ جاوید فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو، وہ یہاں آ کر

Marfat.com

اور عبدالرحمٰن بن ملجم بھی زنا زادہ تھا۔

حضرت صالح کی قبر نجف میں ہے اور حضرت علی کی قبر بھی نجف میں ہے۔ حضرت صالح کی اونٹنی کو شہید کرنے والے قدار کی معشوقہ قطام تھی اور حضرت علی کو شہید کرنے والے کی معشوقہ کا نام بھی قطام تھا۔

حضرت صالح کی اونٹنی وقت کے مقتدر اعلیٰ غنیرہ کی سازش سے شہید کی گئی اور حضرت علی بھی مقتدر اعلیٰ جماعت خارجی کی سازش سے شہید ہوئے تھے۔

پھر نجیب خان نے سوال کیا کہ دنیا میں کون سی ایسی مخلوق ہے جو بطن مادر سے پیدا نہیں ہوئی۔

آپ نے جواب دیا۔

1. حضرت آدم۔ 2. حضرت حوا۔ 3. گوسفند ابراہیم۔ 4. ناقہ صالح۔ 5. حور بہشت۔ 6. اور شیطان۔

نجیب خان ان دونوں سوالوں کا جواب سن کر حیران رہ گیا۔ جھک کر سلام کیا اور حضرت سید میراں حسین سے کہا کہ آپ نے میرے دل کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ میں اور میری اولاد آپ کی خادم ہو گئی۔

کابل میں آمد:

غزنی سے آپ نے کابل کا رخ کیا۔ راستے میں ایک رات سرنج کے مقام پر بسر کی۔ وہاں سے کابل پہنچے۔ کابل غزنی سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ شہر دریائے کابل پر واقع ہے۔ اس زمانے میں اس شہر کی عمارتیں چھوٹی اینٹ کی بنی ہوئی تھیں۔ بعض مکان پتھروں کے بھی تھے۔ کابل میں آپ نے ایک روز قیام کیا اور پھر جلال آباد کو روانہ ہو گئے۔

جلال آباد میں ورود:

راستے میں ایک چھوٹا سے قصبہ آیا جس کا نام جانباز تھا۔ اس قصبے کے لوگ

Marfat.com

دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لیے جنازۂ مبارکہ باہر لاکر رکھ دیا گیا۔

یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی کہ بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدرالشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کے لیے وہی جگہ منتخب کی گئی، جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفرِ حج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی۔ دیدارِ عام کے بعد جنازۂ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا، جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی۔ حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا۔ شام ہوتے ہوتے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور مجد و شرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی، جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا۔ تیسرے دن فاتحۂ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علماء کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات اور ان کی مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تأثرات کا اظہار فرمایا۔

عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ جو شریک نہ ہو سکے انہوں نے اپنے پیغامات ارسال کئے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھتے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے۔

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر و اکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ یکم اور دو ذی القعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف خلف اکبر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سجادہ نشین آستانۂ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں

Marfat.com

حنفی عقیدے کے پیرو تھے۔ اثنائے راہ میں ایک لنجا ملا جس کی حالت پر آپ کے بھائی حضرت یعقوب کو ترس آیا اور انہوں نے اسے پانی دم کر کے دیا اور کہا اس دم کئے ہوئی پانی سے پانچ روز نہاؤ۔ لنجے نے اس پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تندرست ہو گیا۔

قصبہ جانباز سے 36 میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک بستی آئی جو انتیس گھروں پر مشتمل تھی۔ یہ راستہ زیادہ کٹھن اور پتھریلا تھا لیکن آپ کے پاس گھوڑے تھے اس لئے یہ سفر زیادہ دشوار محسوس نہ ہوا۔ اس طرح آپ کا قافلہ جلال آباد پہنچ گیا۔ جلال آباد اس زمانے میں اچھا خاصا بارونق شہر تھا۔ زیادہ لوگ افغان نسل سے تعلق رکھتے تھے اور حنفی عقیدے کے پیرو تھے۔ ان لوگوں میں ایک شخص خان یار خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ جلال آباد کے متمول لوگوں میں سے تھا۔ اس نے حضرت سید میراں حسین زنجانی اور آپ کے اہل قافلہ کی نہایت اخلاق اور محبت سے تواضع کی۔

روایت ہے کہ خان یار کی ایک لڑکی آسیہ تھی جو جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا تھی۔ خان یار نے آپ سے التجا کی کہ یا حضرت دعا فرمائیں کہ خدا میری بیٹی کو اس بیماری سے نجات دلائے۔ آپ نے فرمایا آؤ ہم سب مل کر بارگاہ شافی حق میں دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور تھوڑا سا پانی دم کر کے خان یار کو دے دیا اور فرمایا جاؤ اس پانی کو دوسرے پانی میں ملا کر اپنی بیٹی کو نہلاؤ۔ آسیہ کے باپ نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ چند دن کے بعد لڑکی بالکل تندرست ہو گئی اور تمام شہر میں آپ کی کرامت کی دھوم مچ گئی۔

خان باز خان جو سلطان محمود کی طرف سے اس علاقے کا حاکم تھا آپ کی روحانی شہرت کے بارے میں سن کر ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے مطابق اس کے ساتھ احترام کا سلوک کیا۔ اس نے بھی سادات کے خادم ہونے کی حیثیت سے آپ کی نہایت تعظیم کی اور کچھ نذرانہ

Marfat.com

نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے، جواب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ علمائے اہل سنت کی موجودہ نسل میں شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی کی شخصیت میر کارواں کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ خانوادۂ امجدیہ میں بھی بزرگانہ شخصیت کے حامل ہیں۔ ان کی سرپرستی میں عرس امجدی کی تقریب اب اہل علم کی دلچسپیوں کا مرکز توجہ بنتی جا رہی ہے۔

استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ نے کافی جدوجہد کے بعد حضرت کے روضۂ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔ اب حضرت مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی اور ان کے رفقاء کار نے اس کی تعمیر جدید کے لیے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔ خدا کرے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے اور حضرت صدر الشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے۔

Marfat.com

پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہ فرماتے ہوئے واپس کر دیا۔
چند روز جلال آباد میں قیام کرنے کے بعد آپ نے قافلہ کو روانگی کا حکم دیا۔ خان یار نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت کہا جا رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہمارا ارادہ ہند میں تبلیغ اسلام کی غرض سے جانے کا ہے۔ اس نے بھی ساتھ جانے کی خواہش کی لیکن آپ نے اسے منع فرما دیا۔

جلال آباد سے روانگی:

جلال آباد سے روانہ ہونے کے بعد راستے میں کوہ سفید آتا تھا جسے عبور کرنا آسان نہ تھا کیونکہ اس کا راستہ دشوار تھا۔ کوہ سفید کوہ ہندوکش کی شاخ ہے اور اس میں بکثرت جنگلات تھے۔ اس لئے اس صعوبت سے بچنے کے لئے آپ نے تیس کوس کا چکر کاٹا اور ایک بستی میں پہنچے۔ جہاں کے لوگوں نے بتایا کہ پہلے یہ بستی ہندوستان کی حدود سلطنت میں شامل تھی لیکن کچھ عرصہ سے سبکتگین نے اسے فتح کر کے اپنے علاقے میں شامل کر لیا ہے۔ اس بستی کا سردار نژاد گل تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا لاہور یہاں سے کتنی دور ہے۔ اس نے بتایا لاہور یہاں سے ابھی کافی دور ہے۔ اس بستی سے روانہ ہونے کے بعد آپ درہ خیبر کی طرف آئے۔ راستے میں پھر ایک بستی میں پہنچے جس کا نام لقمان تھا۔ وہاں سے پشاور بیس کوس کے فاصلے پر تھا۔ اس مقام پر تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد درہ خیبر کے پہاڑ کو عبور کرتے ہوئے ہند کی طرف آئے۔

پشاور:

بستی لقمان سے چلنے کے بعد آپ نے پشاور کا رخ کیا۔ پشاور میں آپ چند روز مقیم رہے لیکن دوران قیام کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر آپ پشاور سے آگے ایک بستی میں پہنچے جس کا نام ومند تھا۔ ومند سے دریائے سندھ کی طرف بڑھے اور کنارے پر پہنچ کر کشتی کے ذریعے دریا کو عبور

Marfat.com

غزالیٔ دوراں علامہ

سید

احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ

Marfat.com

کیا۔ دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد آپ جس مقام پر پہنچے اس کا نام مارگلہ تھا۔

مارگلہ میں آپ کی کرامت:

مارگلہ میں بت پرست لوگ رہتے تھے۔ ان پر بدو نامی ایک جادوگر کا بہت اثر تھا جو اپنے جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالتا تھا۔ جو بھی یہ دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔ بدو خود کو گو سائیں کہلواتا تھا۔ آپ نے بت پرستوں کو دعوت اسلام دی اور انہیں توحید کی طرف بلایا۔ ان لوگوں نے یہ شرط لگا دی کہ اگر گو سائیں مسلمان ہو جائے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ گو سائیں کو اپنے جادو پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی آمد اور ان کی دعوت توحید کا حال سنا تو بڑے غرور سے کہنے لگا کہ مجھے کون زیر کر سکتا ہے میں نے کئی درویشوں کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک دن گو سائیں اور اس کے ساتھ بہت سے بت پرست آپ کے پاس آئے اور گفتگو کرنے لگے۔ آپ نے گو سائیں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنا ہے تم اپنے منہ سے آگ نکالتے ہو، ہمیں بھی ذرا اپنا کمال دکھاؤ۔ اس نے جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالنا شروع کر دی۔ آپ نے اللہ کا نام لے کر ایک پھونک ماری تو اس کے منہ سے آگ نکلنا بند ہو گئی۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور ایمان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہونے سے اس کے کئی ساتھی مسلمان ہو گئے۔

گجرات

مارگلہ سے آپ منزل بہ منزل ہوتے ہوئے گجرات آئے۔ یہ شہر بہت قدیم ہے اور آج کی طرح اس زمانے میں بھی یہ شہر لاہور کے راستے میں تھا لہٰذا اس شہر سے گزرتے ہوئے آپ گکھڑ آئے۔

Marfat.com

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

Marfat.com

گکھڑ میں قیام:

گکھڑ میں آپ نے چند روز قیام کیا۔ اس زمانے میں یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جس میں گکھڑ قوم رہتی تھی۔ یہ وہی گکھڑ قوم ہے جو گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے درمیان واقع ہے اور آپ ایک چھوٹے سے شہر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہاں دوران قیام کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی اگلی منزل کی جانب چل دئیے۔

چند روز کے بعد قافلہ دریائے راوی کے مغربی کنارے پر پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا دریا میں طغیانی تھی اس لئے آپ نے دریا کے کنارے پر بڑ کے ایک درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا۔ شب وہاں گزاری صبح بوقت چاشت بذریعہ کشتی دریا عبور کیا اور شہر کی شمالی جانب پہنچ گئے۔ آپ 387 ہجری مطابق 997ء میں لاہور تشریف لائے۔

حضرت میراں حسین زنجانی کی لاہور آمد کے متعلق مختلف مورخوں ۔نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ تحقیقات چشتی کے مولف مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ سید یعقوب زنجانی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور حضرت یعقوب زنجانی کے متعلق لکھا ہے کہ 535ھ میں بعہد بہرام شاہ غزنی سے لاہور تشریف لائے۔ اس کتاب کے صفحہ 238 پر لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب صدر دیوان زنجانی نے 557ھ میں لاہور نزول فرمایا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جب علی ہجویری 431ھ میں لاہور تشریف لائے تو ان کے آنے سے ایک دن قبل حضرت میراں حسین زنجانی انتقال کر چکے تھے پھر ایک جگہ پر حضرت میراں حسین زنجانی کی تاریخ وفات 604 ہجری لکھی ہے۔ ایک طرف تو ان کی آمد 535ھ یا 557ھ بتاتے ہیں دوسری طرف ان کی وفات 431ھ اور 604ھ قرار دیتے ہیں۔ رائے کنہیا لال، جس نے 1884ء میں تاریخ لاہور کے نام

Marfat.com

ایک عبقری شخصیت

خدا کا شکر ہے کہ مجھے غزالئی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت سے مشرف ہونے کا متعدد بار موقع ملا۔ پہلی بار حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے دولتکدے پر اس تاریخی اجتماع میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جس میں ''دعوت اسلامی'' کے نام سے اہل سنت کے ایک تبلیغی اور اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔ اور جس میں پاکستان کے اکثر اکابر اہل سنت تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے مجھے ''دعوت اسلامی'' کا لائحۂ عمل پیش کرنا تھا۔ جسے میں نے استاذ العلماء حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی وقار الدین رضوی اور رئیس الافاضل حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی کے اصرار پر مرتب کیا تھا۔ مفتی صاحب موصوف کی نظر میں لائحۂ عمل کی اتنی

Marfat.com

سے ایک کتاب لکھی' وہ لکھتا ہے کہ شاہ حسین زنجانی سلاطین غوریہ کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582ھ سے شروع ہوتا ہے لیکن کنہا لال کی تاریخ لاہور حضرت میراں حسین زنجانی کی آمد کا سن بتانے سے قاصر ہے۔ مفتی غلام سرور بھی لاہور کے قابل مصنف اور شاعر گزرے ہیں انھوں نے بھی لاہور میں آپ کی آمد کا سن نہیں لکھا' صرف اتنا لکھا ہے کہ شاہ حسین زنجانی اور سید یعقوب زنجانی لاہور اکٹھے تشریف لائے اور سید علی ہجویری کی آمد اور سید حسین زنجانی کی وفات کا سن ایک ہی ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے تو اتنی بات ہر مورخ تسلیم کرتا ہے کہ 367ھ میں امیر سبکتگین پنجاب پر حملہ آور ہوا اور یہاں کے راجہ باج گزار بنا کر واپس چلا گیاق۔ اس وقت اس صوبہ میں مسلمانوں کے قدم جمنا شروع ہو گئے اور مسلمان مبلغین کی آمد کا سلسلہ 380ھ کے لگ بھگ شروع ہوا لیکن میں نے جن قلمی کتب یعنی ملفوظات قاسمیہ اور سفینۃ الاخبار سے استفادہ کیا ہے اس میں آپ کی آمد 387ھ مطابق 997ء صحیح ہے۔

لاہور میں آنے کے بعد آپ اور آپ کے ساتھیوں نے چند روز شہر کے جنوبی علاقے میں جہاں آج کل شاہ عالمی ہے' گزارے۔ اس دوران اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اپنے چھوٹے بھائی یعقوب زنجانی کو کہا کہ وہ تبلیغ کے لئے شہر کے جنوبی حصے کو مرکز بنا لیں۔ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی نے مستی دروازہ کی آبادی میں ڈیرہ لگایا۔ آپ نے اپنے لئے لاہور شہر کے مشرقی علاقے میں آبادی سے دور ساحل دریا کی خلوت کو پسند فرمایا جسے آپ کے اسپ مبارک کی نسبت سے چاہ میراں کہتے ہیں۔ آپ جس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے اپنا گھربار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بلاد ہند میں آئے تھے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ ان دنوں لاہور کے لوگوں کی اکثریت ہندو دھرم کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے مندر

Marfat.com

زبردست اہمیت تھی کہ انہوں نے مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے دارالعلوم امجدیہ کے ایک کمرے میں کئی دنوں تک نظر بند کر دیا تھا۔

دوسری بار دارالعلوم امجدیہ ہی کی ایک تقریب میں ان کی ملاقات سے شاد کام ہوا اور اسی موقعہ پر علم وحکمت اور عشق وعرفان سے معموران کی تقریر منیر سننے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ چند بار کی ملاقاتوں میں ان کے علم وفضل، ان کے اخلاص وتقوی، ان کے زہد وتقدس اور ان کی دلنواز اداؤں سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا۔

لیکن صحیح طور پر ان کی علمی جلالت وجبروت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میں جامعہ مدینۃ الاسلام ڈین ہاگ کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت کے لیے ہالینڈ گیا اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا حافظ قاری خیر محمد چشتی ازہری نے مجھ سے اصرار فرمایا کہ میں حضرت غزالئی دوراں سے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کر دوں تاکہ ''لمعات کاظمی'' کے نام سے جو عظیم الشان کتاب ان کے عزیز القدر حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب سعیدی رضوی سلمہ شائع کر رہے ہیں، اس میں میرا مضمون بھی شامل کر دیا جائے۔

اپنے تاثرات قلمبند کرنے کے لیے مواد کی تلاش میں جب میں نے حضرت غزالئی دوراں کے علمی مضامین کا مطالعہ شروع کیا جو ''مقالات کاظمی'' کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں مکتبہ فریدیہ ساہیوال نے شائع کیا ہے، تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اندر سے میرا ضمیر چیخ اٹھا کہ ''غزالئی دوراں'' کا لقب ان کی عبقری شخصیت کے لیے بالکل الہامی ہے۔

ان کے مقالات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں حیران ہوں کہ کس کس رخ سے ان کے جلوؤں کا تماشہ دیکھوں اور کدھر کدھر انگلیوں کا اشارہ کروں کہ علم وحکمت کا نگار خانہ یہاں ہے...... چلمن اٹھاؤ...... ورق الٹو...... اور آنکھوں کے پٹ کھولو!...... اور کہاں کہاں مجد وشرف کے بیان کے لیے میں بلبل ہزار داستان کی زبان مستعار لوں...... کیسے

Marfat.com

میں اپنی رسومات کو ادا کرتے تھے اور وہاں پر اپنے عقیدے کے مطابق دیوتا کے بت کی پوجا کرتے تھے۔ تبلیغ سے پہلے آپ نے ہندوؤں کی زبان سیکھی تاکہ لوگوں کو ان کی زبان میں دین اسلام سمجھایا جاسکے پھر آپ نے تبلیغ کا آغاز فرمایا اور ایک عرصہ تک یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ روزانہ شہر کی گلی گلی کوچہ کوچہ میں جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ جہاں موقع پاتے چند لوگوں کو اکٹھا کر کے بنیادی عقیدے یعنی توحید پر روشنی ڈالتے اور مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد لوگوں کو دین حق قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ بت پرستوں اور ان کے اکابرین نے حضرت میراں حسین زنجانی کی اس تبلیغ کے اس پرجوش اور مدلل طرز بیان کو اپنے مذہب کیلئے زبردست خطرہ محسوس کیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ آپ کو دین کی تبلیغ کرتے دیکھتے تو آپ پر آوازے کسنا شروع کر دیتے اور لوگوں سے کہتے اس درویش نے کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کے پیچھے بازاری لونڈے لگا دئے جاتے جو تالیاں بجا بجا کر آپ کا مذاق اڑاتے۔

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کا خیال تھا کہ ڈھول بجانے والے ہندو نوجوانوں کا یہ وقتی اور اضطراری عمل ہے جو اسی محلے کے لئے مخصوص تھا لیکن جب خدائے واحد کا پیغام سنانے والی یہ مختصر سی جماعت دوسرے محلے میں پہنچی تو وہاں بھی یہی ڈھول بجانے والے موجود تھے۔ حضرت میراں حسین زنجانی نے دوسرے محلے کے ہندوؤں کو مخاطب کرنا چاہا مگر وہاں بھی آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا یہاں تک کہ مبلغ اسلام کی آواز ڈھول کے شور میں ڈوب گئی۔

پھر حضرت سید میراں حسین زنجانی جہاں جہاں تشریف لے گئے وہ شوخ و شریر راجپوت نوجوان آپ کے تعاقب میں چلتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے قریب ہی کوئی صاف سی جگہ دیکھی اور رومال بچھا کر نماز ادا کرنے لگے۔ حضرت سید میراں حسین اس مختصر سی صف کے امام ہوتے اور

Marfat.com

یہ منظر دکھاؤں کہ قلم کی نوک سے بھی شہر بسایا جاتا ہے......سنگ وخشت کا نہیں، علم و دانش کا شہر......وہ شہر جس کا دروازہ فاتح باب خیبر ہیں......جس طرف نگاہ اٹھائیے حقائق ومعانی کے گل بوٹے کھلے ہوئے ہیں......اور جس صفحے پر نظر ڈالیے علوم و معارف کے دفاتر کھلے ہوئے ہیں......جس مسئلے پر بھی قلم اٹھ گیا ہے بحث کا ہر گوشہ دوپہر کی دھوپ میں ہے......اور علم وفن کی جس وادی میں بھی قدم رکھدیا ہے اس کے کناروں تک پہنچ گئے ہیں..........راہرو کی طرح نہیں میر کارواں کی طرح۔

ہر فن میں مہارت ورسوخ اور اس کے جزئیات کا استحضار کی بات تو اپنی جگہ پر ہے، سب سے بڑا فضل خداوندی تو یہ ہے کہ فلک پیما جولانی فکر اور بے پایاں ذہانت کے باوجود رائے کسی مسئلے میں بھی طغیانی وسرکشی کا شکار نہیں ہے۔ قدم اسی جادۂ حق پر ہے جہاں امت کے اسلاف کھڑے ہیں۔ قوت فکر اور ذہانت پر نہ کسی طبقے کی اجارہ داری ہے اور نہ کسی فرد کی، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ذہین آدمی حق وصواب کی منزل بھی پالے۔ نصیبے کی یہ فیروزمندی صرف انہی مردان حق کے حصہ میں آتی ہے جو فکر وتحقیق کی منزل میں اس کاروان ہدایت کے نشان قدم کو اپنے سامنے رکھتے ہیں، جس کی طرف **صراط الذین انعمت علیھم** میں قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تاریخ میں ایسے لوگوں کی بڑی طویل فہرست ہے جنہیں بے مہار عقل اور بے توفیق ذہانت نے جہنم کے دروازے تک پہنچادیا......ایک مؤمن کے لیے ذہانت وقابلیت بہت بڑی نعمت ہے، اگر دل پر توفیق الٰہی کا پہرہ ہو......اور بہت بڑا عذاب بھی ہے اگر توفیق الٰہی ساتھ چھوڑ دے۔

بلاشبہ حضرت غزالئی دوراں کا بیکراں علم ان کے لیے حجاب اکبر نہیں بن سکا کیونکہ علم وفن کی جلالت وجبروت کے ساتھ انہیں پہلو میں عجز ومسکنت کا ایک ٹوٹا ہوا دل بھی

Marfat.com

مقتدیوں میں آپ کے دونوں حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی اور دوسرے چند خدمت گار ہوتے۔

مقامی ہندو آپ کے طریقہ عبادت کو بہت غور سے دیکھتے اور ایک دوسرے سے سوال کرتے۔

یہ کیسے لوگ ہیں۔ ان کے سامنے کوئی صورت ہے نہ مورت۔ پھر یہ کس کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔

حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی کفار لاہور کا رویہ دیکھ کر بہت آزردہ خاطر ہو گئے تھے۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے اپنے دونوں بھائیوں اور دوسرے مبلغین اسلام کو تسلیاں دیں۔

"شیخ ہم وعظ و تقریر کی مشقت سے نہیں گھبراتے مگر کوئی ہماری بات سننے کے لئے اپنی سماعت کے دروازے تو کھولے" حضرت یعقوب زنجانی نے انتہائی غم زدہ لہجے میں اہل ہنود کی بے حسی کی شکایت کی۔ "ہم گوشت پوست کے انسانوں سے نہیں پتھروں سے سر ٹکرا رہے ہیں"۔

اپنے بھائی کی بات کے جواب میں حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا "یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں اور دلوں پر مہریں لگا دی گئی ہیں"۔

"تو پھر نہ یہ پردے اٹھیں گے اور نہ مہریں کھلیں گی" دوسرے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی نے عرض کیا۔ "ہم کون ہوتے ہیں ان کی تقدیرات کے بارے میں فیصلہ کرنے والے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔ "ہمیں تو اس صنم کدہ میں اذان دینے کا حکم ہے۔ اب کوئی فلاح و خیر کی طرف آتا ہے یا نہیں۔ اب اس کا علم تو اس ذات بے نیاز کو ہے جس کی لامحدود بصارت سے اس کائنات کا حقیر ترین ذرہ بھی محفوظ نہیں"۔

جس صورتحال سے حضرت میراں حسین اور ان کے رفیقان کار گزر رہے تھے

Marfat.com

ملا تھا، جو خشیت و عشق کی حرارت سے ہر وقت تپتا رہتا تھا۔ ویسے فراوانی علم و عقل کے ساتھ نفس کی نخوت کا پیوند ہمیشہ جوڑا گیا ہے، لیکن غزالئی دوراں کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ ان کا نفس تو اسی دن اپنی موت مر گیا جس دن وہ اپنے برادر معظم کے دست حق پرست پر مرید ہوئے اور دل کی پوری بشاشت کے ساتھ اپنے پورے وجود کو بھائی کی غلامی دیدیا۔ دنیا میں اس کی مثال بہت کم ملے گی کہ کسی نے اپنے بھائی کی عظمتوں کا اعتراف اس طرح ٹوٹ کر کیا ہو......... بجز اس کے کہ نفس کی شرارت سے خدا نے اسے محفوظ کر دیا ہو۔

اس میں قطعی دو رائے نہیں ہے کہ حضرت غزالئی دوراں مختلف اصناف کے محاسن و کمالات کے جامع ہونے کی حیثیت سے ایک نادر الوجود شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اپنے عہد کے بے مثال محقق بھی تھے .... بے نظیر خطیب بھی تھے .... اور یگانۂ روزگار مدرس بھی .... اسی کے ساتھ اردو ادب میں وہ ایک ایسی زبان کے موجد بھی تھے جسے انہوں نے عربی درسگاہوں، دارالافتاؤں، صحافیوں اور خطیبوں کی زبانوں کے امتزاج سے تیار کی تھی .... یہی وجہ ہے کہ ان کے مقالات پڑھتے ہوئے قاری انہیں کئی روپ میں دیکھتا ہے .... جب کبھی وہ فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو الفاظ چیخنے لگتے ہیں کہ ایک فقیہ بول رہا ہے .... اور جب کسی علمی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں تو درسگاہ کی زبان کا وقار دیکھنے کے قابل ہوتا ہے .... لیکن جب قومی اور ملکی مسائل پر اظہار خیال فرماتے ہیں تو انداز تحریر اچانک ایک صحافی کے پیرایۂ بیان میں تبدیل ہو جاتا ہے .... اور جب دعوت و تذکیر اور اصلاح و تبلیغ کی مسند سے بات کرتے ہیں تو سطر سطر سے ایک خطیب و داعی کا رنگ جھلکتا ہے .... تحریر کی اسی بوقلمونی اور قلم کی اسی نیرنگی نے مقالے کی زبان کو رنگا رنگ پھولوں کے گلدستہ کی طرح خوبصورت بنا دیا ہے۔

علاوہ ازیں تعبیرات اور اسلوب بیان پر انہیں اتنی قدرت حاصل ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ علمی حقائق کو بھی نہایت حسن و خوبی کے ساتھ وہ عوام کے ذہنوں میں اتار دیتے

Marfat.com

اس کی عکاسی علامہ اقبال نے اپنے شعر میں یوں کی ہے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

پھر صورتحال مزید خراب ہوگئی۔ ڈھول اور تالیاں بجانے والے ہندو نوجوان کبھی کبھی کسی مبلغ کی دستار چھین کر بھاگ جاتے یا عبا کا دامن چاک کر ڈالتے۔ بت پرستوں کی اس جارحیت پر حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ اپنے ساتھیوں کو صبرو ضبط کی تلقین فرماتے۔

اسی طرح تین سال گزر گئے مگر ایک بھی ہندو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ بشریت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر آپ کے بھائی اور ساتھی بددل نظر آنے لگے۔ آخر ایک دن، حضرت یعقوب زنجانیؒ نے بصد احترام عرض کیا۔

"شیخ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سنگلاخ زمین اس قابل نہیں کہ اس میں اسلام کی تخم کاری کی جاسکے"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ اپنے چھوٹے بھائی کا اشارہ سمجھ گئے تھے مگر آپ نے اپنی رائے کا اظہار کرنے کی بجائے دوسرے بھائی موسیٰ حسین زنجانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم کیا محسوس کرتے ہو موسیٰ؟"

حضرت موسیٰ زنجانیؒ نے عرض کیا "شیخ! میری رائے تو یہی ہے کہ ہم لوگ واپس چلیں۔ پتھروں کو پوجتے پوجتے یہاں کے لوگ بھی پتھر ہو گئے ہیں۔ بارش بھی ان جمے ہوئے گردو غبار کو صاف کر دیتی ہے مگر ان میں شگاف نہیں ڈال سکتی"۔

دوسرے خدمت گاروں کی بھی یہی رائے تھی کہ جب یہ بہرے سماعت کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تو پھر اہل ایمان کی تقریریں ان پر کیا اثر کریں گی۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے اندازہ کر لیا تھا کہ آپ کے تمام ساتھی اس کار تبلیغ کو لاحاصل سمجھ رہے تھے۔ ایسی حوصلہ شکن ساعتوں میں بھی آپ

Marfat.com

ہیں۔ اپنی فکر کی سطح مرتفع سے نیچے اتر کر عوامی ذہن کی سطح سے بات کرتے ہوئے ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ علمی وقار مجروح نہ ہو جائے ،لیکن غزالئی دوراں کا انداز تفہیم اتنا متوازن ہے کہ ذرا بھی محسوس نہیں ہوتا کہ کون نیچے اترا اور کسے اوپر اٹھایا گیا۔

اس سلسلے میں ''مقالات کاظمی'' سے بطور شواہد کے میں چند مقامات کی نشاندہی کرتا ہوں۔

ا۔ مسئلہ معراج پر فلاسفہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک جگہ یہ ذیلی سرخی قائم کرتے ہیں۔

معراج شریف کا محال ہونا ہی اس کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔

یہ فقرہ ضرب المثل بنانے کے قابل ہے۔ سنتے تھے کہ اجتماع ضدین محال ہے ،لیکن سر دھنیے کہ کس خوبصورتی کے ساتھ انہوں نے جمع کر کے دکھلا دیا۔ ایک ہی فقرے میں یونانی فلسفہ کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ محال بھی واقع ہو سکتا ہے، لیکن ان کی تربت پر عقیدتوں کے پھول برسایئے کہ انہوں نے ثابت کر کے دکھا دیا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

اگر فلاسفہ معراج شریف کے محال ہونے پر دلائل نہ قائم کرتے تو ہمارا مدعا ثابت نہ ہوتا، اس لیے کہ ہم معراج کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ کہتے ہیں اور معجزہ وہی ہے جس کا واقع ہونا عادۃً محال ہو۔

یہ علامہ ہی کا کمال فن ہے کہ چند سطروں میں ''عقائد نسفی'' اور ''شمس بازغہ'' دونوں کو ہم بھی کیا اور الگ بھی کیا............ جو مباحث سینکڑوں صفحات میں پھیلے ہوئے ہوں انہیں چند سطروں میں سمیٹ لینا تفہیم و تعبیر کا سب سے بڑا کمال ہے۔

اسی طرح ''شق صدر'' کے واقعہ سے غزالئی دوراں نے حیاۃ النبی پر جس دل نشیں

ا۔ مقالات کاظمی، ج:۱، ص:۱۳۳

Marfat.com

نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور مبلغین اسلام کی اس نہایت مختصر جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"بے شک ہمارے نرم و نازک الفاظ کی بارش ان پتھروں میں شگاف نہیں ڈال سکتی مگر وہ حی و قیوم تو اس بات پر قادر ہے کہ زمین پر حشر برپا کر دے اور ایسا زلزلہ لے آئے کہ ان پتھروں کو چور چور کر دے۔ اسمائے حسنہ میں ایک اسم پاک "مقلب القلوب" بھی ہے یعنی دلوں کو پھیرنے والا بدلنے والا۔ میں اپنے اللہ کے بے پناہ کرم پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایک نہ ایک دن ہماری ان کوششوں کو ضرور قبولیت کا شرف بخشے گا" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی نے کچھ دیر کے لئے سکوت اختیار کیا اور اپنے ساتھیوں کے چہروں کا بغور جائزہ لینے لگے۔

حضرت شیخ کے احترام میں سب لوگ خاموش تھے لیکن ان کے چہروں پر جوش اور شادابی کے اثرات نہیں تھے۔

"ہو سکتا ہے ہماری یہ تحریک ناکام ہو جائے مگر ہمیں انجام اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنا کام جاری رکھنا چاہیے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے نہایت پرسوز لہجے میں فرمایا۔ "اگر تم لوگ اکتا گئے ہو تو اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو مگر میں اپنے پیرو مرشد کے حکم کا پابند ہوں۔ جب تک بارگاہ شیخ سے کوئی دوسرا حکم جاری نہیں ہو گا اس وقت تک میں سرزمین لاہور کو نہیں چھوڑوں گا۔ یا تو حق تعالیٰ مجھ عاجز کی کوششوں کو بار آور کر دے گا یا پھر میں یہیں پیوند خاک ہو جاؤں گا"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے یہ عزائم دیکھ کر آپ کے دوسرے ساتھی بھی اپنے اپنے جسموں میں ایمان کی نئی حرارت محسوس کرنے لگے تھے۔

پھر اس رات جب میراں حسین زنجانی سوئے تو آپ نے خواب میں اپنے پیرومرشد کو دیکھا۔ حضرت شیخ ابوالفضل ختلی آپ کو مخاطب کر کے فرما رہے

Marfat.com

پیرائے میں استدلال فرمایا ہے، وہ مقام بھی اہل علم کے لیے قابل دید ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا، پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، صاف کر دیا گیا، اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام بدستور زندہ رہے، جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ روح مبارک کے قبض کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ چار بار قبض روح کے بعد جس کا زندہ رہنا مشاہدہ سے ثابت ہے، اب پانچویں بار بھی قبض روح کے بعد وہ زندہ ہو تو اس سے انکار کی معقول وجہ کیا ہے؟ کیا چار بار کا مشاہدہ اس زندگی کے یقین کے لیے کافی نہیں ہے جس کا آج ہم مشاہدہ کرنے سے قاصر ہیں۔

اس طرح کے بیش قیمت جواہرات پوری کتاب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو آج کے اختلافی مسائل میں مذہب اہل سنت کا ایک نیا علم کلام منظر عام پر آ جائے۔ جامعہ مدینۃ الاسلام کی مصروفیات اگر حائل نہ ہوتیں تو حضرت غزالی دوراں کے یہ علمی خزائن اس امر کے متقاضی تھے کہ انہیں چن چن کر ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ ان کی علمی افادیت تو اپنی جگہ پر ہے، سب سے بڑا فائدہ تو یہ متصور ہے کہ اہل سنت کی نئی نسل بحث و استدلال کے ایک ایسے فن سے واقف ہو جائے گی جسے علامہ

۱۔ مقالات کاظمی، ج:۱، ص:۱۴۲

Marfat.com

تھے۔

”فرزند! ہمیں تمہاری یہ استقامت پسند آئی۔ اب تم کیا چاہتے ہو“۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں عرض کیا ”سیدی! آخر مجھ سے کیا کوتاہی ہو رہی ہے جو یہاں کے لوگ میری بات تک سننا گوارا نہیں کرتے“۔

حضرت شیخ ابوالفضل نے نہایت محبت آمیز لہجے میں فرمایا ”فرزند! کار تبلیغ میں تم سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ اللہ کے ہاں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ تمہارے صبر کی آزمائش تھی سو اس میں تم پورے اترے۔ اب تمہیں لازم ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن تبلیغ کے لئے گلی کوچوں میں نکلا کرو باقی دنوں میں اپنے گھر میں قرار پکڑو اور انتظار کرو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ میں شب و روز دعا کرتا ہوں کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اس عاجز کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی“۔ ان کلمات خیر کے ساتھ شیخ ابوالفضل ختلی رخصت ہو گئے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آنکھ کھلی تو فجر کا وقت قریب تھا۔ آپ نے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے خالق کی کبریائی بیان کی۔ اور فوری طور پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

Marfat.com

کاظمی اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔

زندگی نے وفا کی اور توفیق الٰہی شریک حال رہی تو اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کرلیا ہے۔قارئین کرام دوسری قسط کا انتظار فرمائیں۔

☆☆☆☆

☆☆

☆

Marfat.com

پھر صبح کو حضرت سید میراں حسین نے اپنا خواب دوسرے ساتھیوں سے بیان کرتے ہوئے فرمایا "میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ پیرو مرشد ہمارے حال سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ اہل ایمان کو راہ حق میں نئی کوششوں کی نوید ہو"۔

حضرت میراں حسین کا خواب سن کر حضرت یعقوب زنجانی، حضرت موسیٰ زنجانی اور دیگر ساتھیوں کے چہرے اس طرح کھل اٹھے جیسے رحمت حق کی تیز بارش نے شکست و ناکامی کا غبار دھو دیا ہو اور انہیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان کے دلوں کو کسی دست نادیدہ نے تھام لیا ہو اور وہ آن کی آن میں استقامت و ہمت کا کوہ گراں بن گئے ہوں۔

پھر اسی روز سے حضرت سید میراں حسین کا معمول بن گیا کہ آپ جمعتہ المبارک کے دن نماز فجر ادا کر کے تبلیغ کے لئے اپنے خانقاہ سے نکلتے پھر گھر واپس آ کر نماز جمعہ ادا کرتے۔ اس کے بعد دوبارہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے لاہور کے گلی کوچوں میں جا نکلتے۔

ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے لاہور کی جمود زدہ فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ لاہور کا ایک آسودہ حال راجپوت بیمار پڑ گیا۔ شہر کے تمام طبیبوں نے اس کا معائنہ کیا، مرض کی تشخیص بھی کی اور بہترین دوائیں بھی تجویز کیں مگر اس راجپوت کو ذرہ برابر افاقہ نہ ہوا بلکہ دواؤں کے ساتھ ساتھ اس کا مرض بڑھتا چلا گیا۔

"جب تم لوگ مرض کو پہچان بھی گئے ہو اور تمہارے بقول تم نے بہترین دوائیں بھی تجویز کی ہیں تو پھر میں شفایاب کیوں نہیں ہوتا؟" راجپوت نے انتہائی غضب ناک لہجے میں اپنے معالجین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مرض کی تشخیص بھی ہو چکی ہے اور بہترین دوائیں بھی استعمال کرائی جا رہی ہیں" تمام ویدوں (طبیبوں) نے بیک زبان کہا "اب اگر آپ صحت یاب نہیں

Marfat.com

مذہبی دنیا میں ایک صحت مند انقلاب کا داعی

ملت کا ترجمان

جام نور دھلی

کا مطالعہ کیجئے

مستقل مضامین

اداریہ ملت اسلامیہ کی پرخلوص رہنمائی

پس منظر عصری اسلوب میں فکر اسلامی

تحریری مباحثہ حالات حاضرہ پر مشاہیر امت کے افکار

فکر ونظر قارئین کے خیالات

روبرو سرکردہ اسلامی شخصیت سے گفتگو

جهان ادب ادبی شاہکار

تعاقب اردو رسائل پر تبصرہ

اور وہ سب کچھ جو آپ کی مذہبی دنیا میں انقلاب برپا کردے

رابطہ کا پتہ:

مکتبہ جام نور ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

Marfat.com

ہوتے تو پھر بھگوان جانیں کہ ان کی کیا مرضی ہے"۔

ویدوں سے مایوس ہو کر راجپوت نے مندروں میں اپنے خرچ سے "ہون اور بھجن" کرائے۔ لاہور کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں اور معزز برہمنوں کو لذیز کھانے کھلائے، غریبوں میں نقد پیسے تقسیم کئے مگر مریض کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ روز بہ روز اس پودے کی طرح سوکھتا جا رہا تھا جو پانی سے محروم ہو گیا ہو۔ پروہتوں اور نجومیوں کو بلایا۔ انہوں نے اپنے اپنے حساب کے مطابق اندازے لگائے اور بیمار مریض کے عزیزوں سے دبے الفاظ میں کہہ دیا کہ مریض تو بس چند دنوں کا مہمان ہے۔

ہر طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد بیمار کے عزیزوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ "اب لاہور میں وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جو سینکڑوں خداؤں کا انکار کرتے ہوئے ایک خدا کا اقرار کرتے ہیں" بیمار راجپوت کے ایک عزیز نے حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان سے بھی بات کر کے دیکھ لو جو کسی نادیدہ طاقت کے آگے سر جھکاتے ہیں"۔

آخر بت پرستوں کی مجبوریاں انہیں ایک خدا پرست کے دروازے پر لے گئیں۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بیمار راجپوت کے غم زدہ ماں باپ کو اپنے سامنے دامن پھیلائے کھڑا دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"فقیر کے پاس کیا مانگنے آئے ہو۔ اس جگ کا داتا تو کوئی اور ہے۔ اسی کے دوار (دروازے) پر جاؤ اور اسی سے مانگو" حضرت سید میراں حسین نے ہندو راجپوتوں سے انہی کی زبان میں گفتگو کی اور واضح کر دیا کہ دینے والا ایک ہی ہے۔ اسی کے اختیار میں انہی کے بیٹے کی زندگی بھی ہے۔

"ہم اپنے سارے دیوی دیوتاؤں کو پکار چکے مگر کسی نے ہماری نہیں سنی" بوڑھے ماں باپ اپنی بے کسی پر رونے لگے۔

"سننے والا ایک ہے اور تم سیکڑوں کو پکارتے ہو" حضرت سید میراں حسین

Marfat.com

قطب مدینه
حضرت مولانا شاه
ضیاء الدین احمد مدنی قادری قدس سرہ

Marfat.com

زنجانی نے پر جلال لہجے میں فرمایا۔

''ہم اس ایک کو نہیں جانتے'' بوڑھی ہندو عورت نے کہا۔ ''تم اسے جانتے ہو تو اسے پکارو۔ ہمیں اپنے بیٹے کی زندگی چاہیے''۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی بت پرستوں کو مختصر پیغام توحید سنا چکے تھے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پانی طلب کیا اور اس پر دم کر کے وہ پیالہ بوڑھی عورت کی طرف بڑھا دیا۔ ''یہ پانی اپنے بیٹے کو پلا دو۔ وہ جو ایک ہے اور اکیلا ہی اس دنیا کا مالک ہے تمہارے بیٹے کو شفا بخشے گا''۔ بوڑھے ماں باپ نے شدید حالت جبر میں وہ پانی اپنے بیٹے کو پلا دیا۔

پھر وہ پانی موت کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک بیمار کے لئے آب حیات ثابت ہوا۔ نوجوان راجپوت چند دنوں میں صحت یاب ہو گیا اور اپنے پیروں پر چل کر حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ ''میں اپنے دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکا مگر آپ کے قدموں پر سر رکھتا ہوں'' اس نے رقت آمیز لہجے میں کہا اور حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پیروں کی طرف جھکنے لگا۔

''میں تمہیں یہی راز تو سمجھانے آیا ہوں کہ ایک انسان کا سر نہ تو دوسرے انسان کے سامنے جھکتا ہے اور نہ پتھر کی مورتیوں کے سامنے۔ سجدہ گزاری کے لائق تو وہ بس ایک ہی ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے''۔

''آج میں بھی سیکڑوں کی نفی کر کے اسی ایک کی بندگی کا اقرار کرتا ہوں'' نوجوان راجپوت نے حضرت سید میراں حسین کی تلقین پر کلمہ پڑھا اور داخل اسلام ہو گیا۔

اذیتوں کے تپتے ہوئے صحرا میں ساڑھے تین سال گزارنے کے بعد ٹھنڈی ہوا کا یہ پہلا جھونکا تھا جسے حضرت سید میراں حسین اور آپ کے ساتھیوں نے محسوس کیا۔ یہ پہلا پتھر تھا جو اہل ایمان کی سانسوں کی حرارت سے پگھلا تھا۔

Marfat.com

ناصحا تجھ کو خبر کیا کہ محبت کیا ہے
روز آجاتا ہے سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے

وسیم بریلوی

Marfat.com

راجپوت گھرانے کے قبول اسلام کے بعد یہ خبر بہت تیزی سے پورے لاہور میں پھیل گئی۔ پھر جتنے لاعلاج مریض تھے وہ حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ کی طرف دوڑے ہوئے جانے لگے۔ ان میں سے کچھ مریض بہت زیادہ بے باک ہوتے وہ حاضر ہوتے ہی صاف صاف کہہ دیتے ”ہم صحت یاب ہونے کے بعد تمہارا مذہب قبول نہیں کریں گے“۔

جواب میں حضرت میراں حسین فرماتے ”جو تمہیں شفا بخشے گا وہی تمہیں ہدایت بھی دے گا۔ میں کسی بیمار کو نہ صحت دے سکتا ہوں اور نہ ہدایت“۔

آخر وہی لوگ شفایاب ہو کر ایمان لے آتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ پھر وہ لوگ بھی اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے جو چند سال پہلے راجپوتوں کے تشدد کے باعث ہندو مذہب کی طرف لوٹ گئے تھے۔ اپنی صفوں کو درہم برہم ہوتے دیکھ کر یہ افواہ پھیلانی شروع کر دی کہ حضرت میراں حسین کا دم کیا ہوا پانی دراصل جادوئی پانی ہے جس سے اہل ہنود کی ماہیت قلب بدل جاتی ہے اور وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نادیدہ خدا پر ایمان لے آتے ہیں۔ بت پرستوں نے بڑی شدومد کے ساتھ یہ تشہیر کی مگر اس کا کوئی خاص اثر مرتب نہ ہوا۔ خود کفار کے حلقے سے چند لوگ اٹھے اور انہوں نے اپنے پنڈتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”پانی پر تو تم لوگ بھی پھونکیں مارتے ہو مگر اس سے کوئی مریض شفایاب نہیں ہوا۔ اگر وہ مسلمان فقیر جادوگر ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرلو کہ وہ تم سے بڑا ساحر ہے“۔

صنم کدوں کی دیواریں جو بظاہر بہت مضبوط نظر آتی تھیں ان میں ضرب لاالہ سے ہلکے ہلکے شگاف پڑنے لگے۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں یہ شگاف بڑھتے بڑھتے بت خانوں کی بنیادوں کو نہ ہلا دیں لاہور کے پنڈتوں نے حضرت سید میراں حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس کام کے لئے چار ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا گیا جو شمشیرزنی کے فن میں ماہر تھے۔

Marfat.com

قطب مدینہ کا سفر آخرت

ایک عینی شاھد کی زبانی

بروایت مولانا ابوالقاسم ضیائی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مرید رشید وسعید اور خلیفۂ اجل قطب مدینہ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحاج شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی قدس اللہ سرہما العزیز نے خاص مدینۃ النبی میں ۷ رذی الحجہ کو جمعہ کے دن عین اذان کے وقت کلمۂ حی علی الفلاح پر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

• ۳۰ برس کی عمر شریف میں آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرمائی اور مدینہ امینہ میں جا کر بس گئے۔ مدینہ طیبہ کے دوران قیام آپ نے ستر حج کیے۔ ادھر دس سالوں سے آپ مدینہ پاک میں اس طرح گوشہ نشین ہو گئے تھے کہ ایک دن کے لیے بھی کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے، کیونکہ آپ کی زندگی کی سب سے قیمتی آرزو تھی کہ جب پیام اجل لیکر موت کا

Marfat.com

پھر ایک رات جب چاند کی آخری تاریخیں تھیں اور فضا پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی یہ چاروں شمشیر بکف آدھی رات کے وقت حضرت میراں حسین زنجانی کی خانقاہ میں داخل ہوئے۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت شیخ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد چند گھنٹوں کے لئے آرام فرماتے ہیں اور پھر تہجد کی نماز کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ اس وقت بس ایک خدمت گار بیدار ہوتا ہے اور باقی درویش محو خواب ہوتے ہیں۔ راجپوت نوجوانوں کی یہ ساری جاسوسی اور خبرگیری اس لئے بھی تھی کہ خانقاہ کے دوسرے خدمت گار قاتلوں کے راستے میں مزاحم نہ ہوں اور حضرت سید میراں حسین زنجانی کو خاموشی کے ساتھ قتل کیا جاسکے۔

مکمل منصوبہ بندی کے بعد چاروں نوجوان اپنی بے نیام شمشیریں لئے حضرت میراں حسین کے اس کمرے میں داخل ہوئے جو آپ کی ریاضت و عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس وقت حضرت شیخ اسم اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آہستہ آہستہ پڑھتے رہتے پھر اچانک ایک زوردار نعرہ لگاتے۔ جب وہ راجپوت نوجوان حجرے میں پہنچے تو حضرت سید میراں حسین کی پشت مبارک ان ہی کی طرف تھی۔ قتل کے ارادے سے آنے والوں کو اپنی منزل بہت آسان نظر آرہی تھی۔ چاروں نوجوان دبے پاؤں آپ کے قریب جا پہنچے اور پھر جیسے ہی ان کے طاقت ور بازو مرد مومن پر وار کرنے کے لئے فضا میں بلند ہوئے حضرت میراں حسین نے "اللہ" کی ضرب لگائی اور وہ چاروں نوجوان بینائی سے محروم ہو گئے۔

وہ مسلح راجپوت اپنی حالت زار پر چیخنا چاہتے تھے مگر اس خوف سے چپ رہے کہ کہیں ان کی چیخوں سے خانقاہ کے دوسرے خدمت گار بیدار ہو کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے اور انہوں نے دل ہی میں نیت کی کہ وہ حضرت میراں حسین کو قتل نہیں کریں گے۔ اس خیال کے آتے ہی ان چاروں کی گمشدہ بینائی لوٹ آئی۔ جب وہ مسلح راجپوت گھر واپس جانے لگے

Marfat.com

فرشتہ آپ کے پاس آئے تو آپ مدینہ میں اسے ملیں ۔اسی اندیشے کے پیش نظر آپ نے دس سال سے یکلخت اپنا سفر بند کر دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ کے باہر موت آجائے۔

اور خدا کا شکر ہے کہ بالآخر ایک عاشق صادق اور ایک دارفتۂ محبت کی یہ آرزو پوری ہوئی اور مدینہ میں موت بھی آئی تو اس شان سے آئی کہ ادھر مسجد نبوی شریف کے مینارۂ نور سے خدا کے منادی نے آواز دی ''**حی علی الفلاح** ''یعنی کامرانی کی طرف آؤ، ادھر عاشق پاکباز کی روح نے جسد عنصری سے پرواز کیا۔ پکارا کے جواب میں ذرا بھی تاخیر نہیں ہوئی کیونکہ پکارنے والے نے جہاں سے پکارا تھا وہی اس کی زندگی کی آخری منزل تھی۔

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

مدینہ النبی میں حضرت شیخ کی خانقاہ عشق و عقیدت اور عرفان و اتقان کی ایک ایسی آفاقی تربیت گاہ تھی جہاں روئے زمین کے سارے خطوں سے اہل شوق کے قافلے اترتے تھے............دلوں کی سرزمین پر بادل کی طرح فیضان کی بارش ہوتی تھی............ مایوس روحوں کے آفاق پر صبح امید کا اجالا پھیلتا تھا..........اور حب رسول کے کیف میں ڈوبا ہوا ماحول اندر سے لے کر باہر تک روح و تن کی پوری بستی کو مہکا دیتا تھا۔

موسم حج کے موقعہ پر تو ان کے میکدۂ عشق و عرفان میں بہار آجاتی تھی............ صبح سے شام اور شام سے رات گئے تک ہر وقت بادہ کشوں کا ہجوم لگا رہتا تھا........ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نغمہائے نعت اور صلاۃ وسلام کے ترنم سے پوری فضا معطر رہتی تھی........سرور و مستی کے عالم میں کبھی آنکھوں کے پیمانے چھلکتے.........کبھی محفل سے نالہ و فغاں کی چیخ بلند ہوتی.........کبھی یا رسول اللہ کی ضرب سے دل کی گرہیں کھلتیں

Marfat.com

تو دروازے کے قریب پہنچتے ہی ان کے خیالات بدل گئے۔

"یہ ایک حادثہ بھی ہو سکتا ہے کہ چند لمحوں کے لئے ہماری آنکھوں کی روشنی غائب ہو گئی ہو اور پھر اسی حادثاتی عمل کے تحت واپس لوٹ آئی ہو"۔ راجپوت نوجوانوں نے دروازے کے باہر جا کر آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔

"دراصل یہ ایک حادثہ تھا جسے ہم نے مسلمان سادھو (حضرت سید میراں حسین) کا چمتکار سمجھ لیا" دوسرے راجپوت نے پریقین لہجے میں کہا۔ یہ بڑا دھوکا ہے۔ واپس چلو اور اس کا کام تمام کر دو۔ ایسا موقع بار بار نہیں ملے گا۔

باقی راجپوتوں کے دلوں میں بھی شیطان نے وسوسے ڈالے اور ان کے دماغوں کو مکمل طور پر منتشر کر دیا۔ چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے دوبارہ اپنی تلواریں سونت لیں اور دبے قدموں آگے بڑھے۔ پھر جیسے ہی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قریب پہنچے' ان کی دوبارہ وہی حالت ہو گئی۔ آنکھوں کی روشنی سے یکسر محروم جیسے وہ پیدائشی اندھے ہوں۔ یہ افتاد ناگہانی دیکھ کر چاروں نے دوبارہ دل میں عہد کیا کہ وہ مسلمان بزرگ کو قتل نہیں کریں گے۔ مسلح راجپوتوں کا خیال تھا کہ یہ عہد کرتے ہی پہلے کی طرح ان کی بینائی لوٹ آئے گی مگر خلاف توقع ایسا نہیں ہوا۔

وہ چاروں زیر لب بار بار عہد و پیماں کرتے رہے کہ آئندہ ادھر کا رخ نہیں کریں گے مگر ان کی آنکھوں کی روشنی لوٹ کر واپس نہیں آئی۔ "بھگوان کے لئے ہمیں ہمارے گھر کا راستہ بتا دو ہم اندھے ہو چکے ہیں"۔

راجپوت نوجوانوں کا شور سن کر حضرت سید میراں حسین مراقبے کی حالت سے باہر آئے۔ مصلے سے اٹھے اور حیرت سے ان چاروں نوجوانوں کو دیکھنے لگے جو دروازے تک جانے کے لئے خانقاہ کی دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔

حضرت سید میراں حسین مسلح نوجوانوں کے قریب آئے اور آپ نے انتہائی پرجلال لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں

Marfat.com

.........اور کبھی ساقی کی نگاہ التفات اٹھتی تو روحوں کے دامن سے جنم جنم کا غبار ڈھل جاتا۔

نجدی حکومت کے جبری ماحول میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنے جذبۂ عقیدت کے مظاہرہ میں بالکل آزاد تھے۔ان کی خانقاہ کا سارا ہنگامۂ شوق، عشق وعرفان کی ساری سرمستی اور قلب وروح کی تطہیر وتنویر کا سارا عمل نجد کے قاضیوں کے نزدیک شرک ہی شرک تھا، لیکن اسے مدنی سرکار ہی کا تصرف کہیے کہ جبر واستبداد کی بنیاد پر اپنے مذہب کا کاروبار چلانے والی حکومت کبھی ان کے راستے میں حائل نہ ہوسکی یا پھر یوں کہیے کہ تاجدار حرم اور شہریار ارم نے اپنے ایک وفا کیش دیوانے کو اپنی رحمتوں کے حصار میں کچھ اس طرح چھپا لیا تھا کہ کسی گستاخ کا ہاتھ وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکا۔

حضرت قطب مدینہ کو بریلی سے جو والہانہ محبت تھی اس کے اظہار میں کبھی انہوں نے اس اندیشے کی پرواہ نہیں کی کہ سعودی عرب کے نجدی حکمراں بریلی کا نام سن کر سلگ جاتے ہیں۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عقیدت میں ان کی خانقاہ کا ماحول ہر وقت بھیگا رہتا تھا۔مدینے کی کوئی صبح یا کوئی شام ایسی نہیں تھی جب کہ ان کے گھر سے حدائق بخشش کے نغموں کی آواز نہ سنائی دیتی ہو.....اور اعلیٰ حضرت کی وہ مشہور زمانہ نعت جو چار زبانوں پر مشتمل ہے اور جسے لوگ مردہ دلوں اور بے کیف روحوں کا مسیحا کہتے ہیں، جس کی ابتداء یوں ہے :

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھکو شہ دوسرا جانا
البحر علی والموج طغی من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یہ تو آج بھی مدینہ کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے........اور اسے بارگاہ رسالت میں اعزاز قبول کی سند ہی کہیے کہ یہ قصیدۂ جاں نواز حضرت شیخ کی محفل سے ٹیپ ہوکر مدینے کے

Marfat.com

آئے ہو"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آواز سنتے ہی چاروں نوجوانوں کے ہاتھ سے تلواریں چھوٹ کر گر گئیں۔ یہ ایک مرد درویش کا روحانی جلال تھا جو اپنے حجرے میں تنہا بھی تھا اور غیر مسلح بھی۔

مسلح راجپوتوں کی بات سن کر حضرت سید میراں حسین مسکرائے۔ "آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد تم مجھے کیسے قتل کر سکو گے۔ تمہیں تو اپنا ہدف بھی نظر نہیں آئے گا"۔

اپنے سینے میں پتھر جیسا دل رکھنے والے راجپوتوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "ہمیں ہماری آنکھیں لوٹا دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے"۔

چاروں قاتل اس بے دست و پا شخص سے امان کے طالب تھے جو کچھ دیر پہلے ان کی شمشیروں کی زد میں تھا۔

"میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے" حضرت سید میراں حسین نے فرمایا۔ "نہ میں کسی کو کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کسی سے چھین سکتا ہوں۔ پھر بھی دونوں جہان کے مالک سے تمہاری آنکھوں کی روشنی کے لئے دعا کرتا ہوں"۔

ابھی حجرے میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے الفاظ کی بازگشت باقی تھی کہ بجھے ہوئے چراغ پھر روشن ہو گئے۔ چاروں نوجوانوں کی بینائی پھر لوٹ آئی۔

"ہم آپ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگتے ہیں" چاروں راجپوت بڑے عاجزانہ لہجے میں سر جھکائے کھڑے تھے۔

"یہ درویش بے سروسامان تمہارا میزبان ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اپنے مخصوص تبسم دل نواز کے ساتھ فرمایا۔ "درویش اپنے مہمانوں کو تواضع کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ تم لوگ میری جان لینے آئے تھے مگر بینائی چھن جانے کے باعث تم اپنے ارادوں کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔ اسی وجہ

Marfat.com

بازار میں پہنچا اور وہاں سے کیسٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔

اب مدینہ کا سب سے قیمتی تحفہ جو حاجی اپنے ساتھ لے کر آتا ہے اور دلوں کو حب رسول کی تپش سے گرم رکھتا ہے وہ اعلیٰ حضرت کا یہی قصیدۂ نعتیہ ہے جسے ایک انچ کے چوڑے فیتے نے اپنے سینے میں جذب کر لیا ہے۔

جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو کئی بار حبیب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ النبی میں اکثر آپ کا قیام حضرت شیخ ہی کے دولت کدہ پر ہوتا تھا۔ مفتی اعظم ہند کی خداداد محبوبیت، بارگاہ رسالت میں ان کا مقام تقرب اور علم وفضل، زہد وتقوی اور مدارج ولایت میں ان کی برتری کا نظارہ اس وقت دیکھنے میں آتا تھا جب کہ حضرت شیخ کے گھر وہ مہمان ہوتے تھے۔

ملک ملک کے علماء وعمائدین، بلاد عرب کے مشائخ کبار اور بڑے بڑے اساطین ملت بزم میں جلوہ گر ہوتے اور مفتی اعظم شہ نشیں میں بیٹھتے............ برکت وفیض کی نعمت تقسیم فرماتے ....کوئی حدیث وتفسیر اور دوسرے علوم وفنون کی سند طلب کرتا............کوئی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت کی درخواست کرتا..........کوئی اپنے ملک کے کسی نہایت پیچیدہ مسئلے میں حضرت سے استفتاء کرتا.............اور حضرت شمع محفل کی طرح اپنے پروانوں کے ہجوم میں خود بھی روشن ہوتے اور دوسروں کو بھی روشن کرتے۔

حضرت شیخ کی متوکلانہ زندگی، زہد وتقوی، علم وفضل، ولولۂ تبلیغ وارشاد، امت کا درد، دینی اخلاص، ریاضت ومجاہدہ، بارگاہ رسالت میں تقرب خاص اور باطنی کمالات کی بنیادوں پر دنیائے اسلام کے علمائے مشاہیر اور مشائخ کبار انہیں "قطب مدینہ" کہتے تھے۔ اب وصال شریف کے موقع پر جن عجیب وغریب واقعات کا ظہور ہوا ہے، ان سے اس عقیدے کو مزید تقویت حاصل ہو گئی ہے۔

Marfat.com

سے میں نے حق تعالیٰ سے تمہاری آنکھوں کی روشنی کے لئے دعا کی تھی۔ تاکہ اجالے میں تمہاری شمشیروں کو اپنا ہدف صحیح نظر آسکے۔ اپنی تلواریں اٹھاؤ اور انہیں بے دریغ میرے جسم پر آزماؤ"۔

حضرت میراں حسین کے لہجے میں ایسی ہیبت پوشیدہ تھی کہ راجپوت نوجوانوں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کے ہاتھوں سے شمشیریں چھوٹ کر حجرے کے فرش پر گر گئیں۔ پھر وہ چاروں آگے بڑھے اور حضرت سید میراں حسین کے قدموں پر گر پڑے۔

"ہم قوم کے راجپوت ہیں اور بڑے سے بڑے راجہ سے سامنے ہمارا سر نہیں جھکا" چاروں مسلح نوجوان گریہ زاری کے انداز میں کہہ رہے تھے۔ "اپنے قاتلوں کو معاف کرنے والا کوئی انسان نہیں مہاتما ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم آپ کے پیروں پر سر رکھتے ہیں"۔

"اٹھو کہ سر جھکانے کے دن گزر گئے ہیں" حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے فرمایا۔ "میں بحکم اللہ تمہیں انسانوں اور پتھروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آیا ہوں"۔

حضرت سید میراں حسین کا حکم سن کر چاروں راجپوت اٹھ کھڑے ہوئے اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے مسلمان درویش کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں اس حجرے میں تنہا اور تمہارے ارادوں سے بے خبر تھا مگر پھر بھی تم مجھے قتل نہ کر سکے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے پرجلال لہجے میں فرمایا۔ "آخر ایسا کیوں ہوا تم نے سوچا؟"

"ہماری عقل عاجز و پریشان ہے۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا" چاروں راجپوت نوجوانوں نے بیک وقت کہا۔

"تم مجھے قتل کر بھی نہیں سکتے کہ وہ میرا محافظ اعلیٰ ہے" حضرت سید میراں حسین نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم اسی کے

Marfat.com

وصال شریف کے وقت کے عینی شاہد اور حضرت شیخ کے خادم خاص جناب ابوالقاسم صاحب قادری ضیائی نے اپنے خط میں جو واقعات تحریر فرمائے ہیں، وہ انتہائی پر اسرار، ایمان افروز اور رقت انگیز ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے ایک ہفتہ قبل ہی سے حضرت پر استغراقی کیفیت طاری رہنے لگی تھی، لیکن اس حالت میں بھی کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی۔ جمعرات کا دن گزار کر شب میں عجیب وغریب واقعات کا ظہور ہوا۔ رات ڈھل جانے کے بعد حضرت اپنے اردگرد بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا:

"ہمارے مشائخ کرام تشریف لا رہے ہیں۔"

پھر تھوڑی دیر کے بعد زبان کھلی اور حکم ہوا:

"مؤدب ہو جاؤ کہ سرکار غوث الوریٰ جلوہ فرما ہونے والے ہیں......حضور تشریف لائیے......اپنے غلام کی دستگیری فرمائیے۔"

پھر کچھ دیر کے بعد متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"حضرت خضر علیہ السلام کے لیے جگہ خالی کرو......وہ ایک مسکین بندے کو عرفان وایقان کے جلووں سے سرفراز کرنے آرہے ہیں۔"

پھر کچھ ہی وقفہ گزرا تھا کہ ایک نہایت رقت انگیز اور دھیمی آواز کان میں آئی جب کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور چہرے پر مسرت کی روشنی چمک رہی تھی۔

"حضور! نقاہت کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے، ورنہ کھڑے ہو کر تعظیم بجالاتا......اے خوشا نصیب کہ جلووں میں نہلا دیا گیا...... **الصلوٰۃ والسلام علیک یاسیدی یارسول اللہ۔**"

راوی کا بیان ہے کہ جمعہ کی رات اسی عالم کیف ونور میں گزری۔ صبح کے وقت طبیعت نہایت ہشاش بشاش تھی۔ ۱۲ بجے دن کے وقت میں نے دودھ کا ایک گلاس پیش

Marfat.com

حکم سے اندھے ہوئے اور اسی کے حکم سے تمہاری تلواریں ہاتھوں سے چھوٹیں اور اب اسی کے حکم سے تم بینا انسانوں کی طرح اپنے گرد و پیش کی ہر چیز کو دیکھ رہے ہو۔ یہ کائنات اسی کے حکم سے چل رہی ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ میں تم چاروں کا جرم معاف کرتا ہوں" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی اپنی خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔

راجپوت نوجوانوں نے اپنی شمشیریں اٹھائیں اور سروں کو جھکائے ہوئے اس طرح چلے گئے جیسے ان کے نہتے حریف نے انہیں بدترین شکست سے دوچار کر دیا ہو۔

لاہور کے راجپوت سرداروں کا خیال تھا کہ ان کا منصوبہ کامیاب ہو چکا ہو گا مگر جب حسب معمول شہر کی فضا پرسکون رہی تو راجپوت سرداروں نے ان نوجوانوں کو طلب کر کے پوچھا "اب تک مسلمان درویش کے خون سے دیوی دیوتاؤں کی سرزمین رنگین کیوں نہیں ہوئی"۔

"اس لئے کہ وہ مسلمان سادھو ہم سب سے زیادہ طاقت ور ہے" ایک راجپوت نوجوان نے کہا۔ "اس کے پاس اتنی بڑی فوج ہے کہ تمام ہندوستانی راجاؤں کی سپاہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

اس نوجوان کا بیان سن کر راجپوت سردار گھبرا گئے "کہاں رہتی ہے اتنی بڑی فوج۔ اس مسلمان سادھو کے تو بس چند سیوک ہیں جو وہیں جھونپڑی میں رہتے ہیں"۔

"سردار وہ سینا (فوج) دور سے نظر نہیں آتی" دوسرے راجپوت نوجوان سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "قریب جاؤ تو ہر طرف سے مسلح سپاہی نکل آتے ہیں"۔

"تو پھر ہم سب کو جمع ہو کر مسلمان سادھو پر چڑھائی کرنی ہو گی" ایک اور راجپوت سردار نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

Marfat.com

کیا۔ پہلے تو حضرت نے انکار فرمایا لیکن جب میں نے شہد لا کر اہل مدینہ کا یہ محاورہ عرض کیا........ صلوا علی الحبیب واشربو الحلیب یعنی حبیب پر درود بھیجئے اور دودھ نوش فرمایئے، تو اس جملے پر دیر تک ہونٹ جنبش کرتے رہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ نوش فرمایا۔ اس کے چند ہی منٹ کے بعد دستگیر انس و جاں سرکار غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کے حلقۂ جیلانیہ کے خطیب صاحب الفضیلۃ حضرت شیخ صبیح دامت برکاتہم القدسیہ تشریف لائے اور آپ سے ملاقات کی۔

یہ آخری شخص تھے، جن سے حضرت شیخ نے ملاقات فرمائی۔ اس کے بعد وہ کسی سے نہیں ملے۔ بارگاہ غوثیت سے حضرت شیخ کو جو عظیم نسبت حاصل تھی، یہ اسی کی برکت تھی کہ عین دم واپسیں کے وقت حلقۂ قادریہ کے ایک شیخ کامل نے انہیں رخصت کیا۔

ابھی وہ جلوہ فرما ہی تھے کہ چند منٹ کے بعد حضرت شیخ نے داعی اجل کو لبیک کہا ......لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ایک دھیمی آواز کان میں آئی اور ہمیشہ کے لیے وہ زبان خاموش ہوگئی جس کے الفاظ چمن چمن میں بکھرے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ کے وصال کی خبر سارے مدینہ میں بجلی کی لہر کی طرح دوڑ گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد علماء و مشائخ اور سادات کرام سے سارا گھر بھر گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے والوں کے ہجوم سے گلی میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔

عصر کے وقت حضرت کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں حضرت شیخ کے جانشیں و جگر گوشۂ مظہر ضیاء حضرت مولانا الحاج فضل الرحمٰن صدیقی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں، حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی، حضرت مولانا مفتی نور اللہ صاحب محدث بصیر پوری، یونان میں حضرت شیخ کے خلیفۂ راشد مولانا اشرف القادری اور حضرت کے خادم خاص مولانا ابو القاسم ضیائی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

"اس سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ آپ ہار جائیں گے" تیسرے راجپوت نوجوان نے درپردہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی روحانی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

ایک مسلمان درویش کی تعریفیں سن کر راجپوت سردار غضب ناک ہو گئے اور ان چاروں نوجوانوں کو دھتکارتے ہوئے کہا "تم بھی جادوگر کے طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ لعنت ہو تم پر تمہارے دیوی۔ دیوتاؤں کی"۔

وہ چاروں راجپوت نوجوان اٹھے اور سیدھے حضرت سید میراں حسین کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنی چمک دار تلواریں مرد درویش کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا "اے مہاتما! ہم تیرے نادیدہ ہتھیاروں سے ہلاک ہو گئے۔ ہمیں نیا جیون پردان (عطا) کیجئے"۔

حضرت سید میراں حسین نے چاروں نوجوانوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی اور پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے جی اٹھے۔

اس واقعے سے لاہور کے غیر مسلموں خصوصاً" راجپوتوں میں ہلچل مچ گئی۔

جن برہمنوں اور پنڈتوں نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قتل کے لئے راجپوت نوجوانوں کو متعین کیا تھا اب وہی ہندو دھرم کے کرتا دھرتا راجپوت سرداروں سے انتہائی تحقیر آمیز لہجے میں کہہ رہے تھے "جب مذہب کے نگہبان ہی دشمنوں سے جا ملیں تو پھر دیوی دیوتاؤں کی حفاظت کون کرے گا"۔

ہندوؤں میں سب سے زیادہ جفاکش' غیرت مند' جنگجو اور شجاع قوم راجپوت ہے۔ یہ برہمنوں کی سیاست ہے کہ مذہب کی حفاظت کی ذمہ داریاں راجپوتوں کے کندھوں پر ڈال کر خود مندروں کے سنگھاسن (تخت) پر بیٹھ گئے۔ خون بہانے کے لئے راجپوت اور سادہ لوح عوام کے دلوں پر حکومت کرنے کے لئے برہمن۔ آج جب راجپوت زادوں نے اپنی تلواریں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قدموں میں رکھ دیں تو لاہور کے پنڈتوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ ان

Marfat.com

غسل دیتے وقت حضرت کے جسم کے اس حصہ سے جہاں بحالت مرض انجکشن دیا گیا تھا، جلد کھل جانے کی وجہ سے تازہ خون بہنے لگا، جسے بڑی مشکل سے بند کیا گیا۔ حضرت کی یہ زندہ کرامت دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے اور دلوں میں یہ اعتقاد راسخ ہو گیا کہ اللہ والے مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔

غسل کے بعد حلقۂ قادریہ مدینہ طیبہ شاخ کے احباب اور حضرت شیخ کے متوسلین واقارب نے حضرت کو کفن پہنایا...... سر مبارک کے نیچے روضۂ پاک کے حجرہ شریف کی خاک اور روضۂ پاک کا غلاف رکھا گیا........ کفن پر گنبد خضریٰ کا غسالہ اور عطر چھڑکا گیا....... اور خوشبودار پھول ڈالے گئے۔

بعد نماز عصر مسجد نبوی شریف کے ریاض جنت میں شام کے تاج المشائخ عارف باللہ حضرت شیخ محمد علی مراد کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں انڈونیشیا، الجزائر، ترکی، مصر، شام، حجاز مقدس، جزائر عرب، ہند و پاک اور عرب و عجم کے بہت سارے بلاد وامصار کے علماء، مشائخ اور عام مسلمانوں نے شرکت کی۔

نماز جنازہ کے بعد ہزاروں مجمع عشاق کے ساتھ جنازۂ مبارکہ کا جلوس تہلیل وتکبیر کے ساتھ مدینہ کے قبرستان ''جنۃ البقیع'' کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اہل بیت اطہار کے مزارات طیبات کے پہلو میں حضرت کی لحد پہلے سے تیار تھی۔

حضرت شیخ کو ان کے جگر گوشہ اور جانشین حضرت مولانا فضل الرحمٰن صدیقی نے خلفاء، اعزہ اور ممتاز علماء و مشائخ کے تعاون سے لحد میں اتارا۔

عینی شاہد کا بیان ہے کہ لحد میں جب حضرت شیخ کے چہرے سے کفن ہٹایا گیا تو دیکھنے والوں پر ایک حیرت کا عالم طاری ہو گیا۔ اتنا حسین، پرنور اور شگفتہ چہرہ زندگی میں انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بیساختہ لوگوں کی زبانوں سے تسبیح وتہلیل کی آواز بلند ہو گئی۔ بلاشبہ

Marfat.com

چاروں کے باپوں اور دیگر رشتہ داروں کو بڑے مندر میں طلب کر کے انتہائی سخت لہجے میں بازپرس کی گئی اور آخر میں پنڈتوں نے فیصلہ سنا دیا "ان چاروں راجپوتوں کو ہندو دھرم سے بغاوت کرنے کے جرم میں سرعام دردناک سزائیں دی جائیں تاکہ پھر کوئی ہندو اپنے مذہب سے برگشتہ ہو کر اسلام قبول نہ کرے"۔

یہ فیصلہ بڑا جارحانہ تھا۔ یہ چاروں نوجوان، الگ الگ راجپوت خاندانوں سے تھے۔ اپنی جوان اولادوں کے خلاف یہ سنگدلانہ فیصلہ سن کر چاروں راجپوت خاندان برہم ہو گئے اور پھر ان لوگوں نے بیک زبان مندر میں کھڑے ہو کر پنڈتوں کے سامنے فیصلہ سنا دیا "بے شک ہمارے بچوں سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے اور اس کی پاداش میں ہم ان چاروں سے قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن کسی برہمن نے اگر ان میں سے کسی کو ہاتھ لگایا تو لاہور کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی"۔

اس سلسلے میں لاہور کے دوسرے راجپوت خاندانوں نے بھی ان چاروں کا ساتھ دیتے ہوئے کہا "بلاشبہ وہ پاپی ہیں بس ان کی یہ سزا کافی ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لئے ہندو دھرم سے نکال دیا جائے لیکن اگر انہیں جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو لاہور اور پنجاب کے تمام راجپوت مل کر اس کے خلاف شدید مزاحمت کریں گے"۔

شاطر پنڈتوں نے بڑی چالیں، چلیں مگر برہمن سیاست ناکام ہو گئی۔

وہ چاروں نومسلم راجپوت اپنے سابقہ مذہب کے قوانین کے مطابق راندہ درگاہ ٹھہرے اور ہندو برادری نے انہیں اچھوت بنا کر رکھ دیا۔ مگر جب وہ ایک بوریہ نشین مرد کے ساتھ فرشی خاک پر بیٹھے تو انہیں اندازہ ہوا کہ کل تک وہ غلام تھے اور آج پہلی بار ان کی آنکھوں کے سامنے خورشید حریت طلوع ہوا ہے۔ وہ حریت جس میں واحد و نادیدہ طاقت کی بندگی ہے اور باقی تمام قوتوں کی

Marfat.com

چہرے پر انوار کی مچلتی ہوئی تجلی ایک پیکرِ عشق و وفا کی سچائی، حق پرستی اور محبوبیت کی کھلی ہوئی دلیل تھی۔

ٹھیک اس وقت جب کہ مدینہ کے افق پر آفتاب کی زرد ٹکیہ ڈوب رہی تھی، دنیائے اسلام و سنیت کا مہر تاباں لحد کے آغوش میں غروب ہو گیا۔

مسند گل منزل شبنم ہوئی دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا

٪=٪=٪

Marfat.com

نفی۔

کچھ دن بعد ان چاروں نوجوانوں کے ماں باپ بھی حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ دادا کے صدیوں پرانے صنم خانے کو چھوڑ کر مسجد کے فرش پر اس معبود کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جس کی کوئی شکل و صورت نہیں تھی اور جو انہیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس واقعے کے بعد حضرت سید میراں حسین کی روحانی قوتوں کا ذکر صف دشمناں میں بھی ہونے لگا۔ برہمن اور راجپوت مل کر اپنی صفوں کو درست کرنے لگے مگر حضرت میراں حسین کی ضرب "لا الہ" سے ان کی صفوں میں رخنے پڑنے لگے۔ پھر ایک نئے واقعے کی گونج نے بت پرستوں کو حیران و عاجز کر دیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ہندو کسان رہتا تھا۔ وہ زمین میں بیج بوتا اور فصل کاٹتا۔ یہی اس کا ذریعہ معاش تھا۔ ہندو کاشتکار کے تین بیٹے تھے اور وہ ایک موذی اور اذیت ناک مرض میں مبتلا تھے۔

ایک دن ہندو کسان کو اس کے ایک ہم مذہب نے سمجھایا کہ تمہارے پڑوس میں اتنا بڑا وید (طبیب) رہتا ہے اور تم پھر بھی مسلسل آزار جھیل رہے ہو۔

ہندو کسان نے حیران ہو کر اس شخص کی طرف دیکھا "میرے پڑوس میں تو ایک مسلمان سادھو رہتے ہیں۔ ان کا حکمت سے کیا تعلق؟"

"وہ مہاتما بھی ہیں اور بہت بڑے طبیب بھی۔ ایک بار ان کے پاس جا کر تو دیکھو" اس شخص نے نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔

ہندو کسان اپنے عقیدے میں بہت کٹر تھا مگر شب و روز کی یہ تکلیف ایک دن اسے آپ کے دروازے پر لے گئی۔ ہندو کسان کو یقین نہیں تھا کہ اسے اس بیماری سے نجات مل جائے گی لیکن صرف ایک مسلمان درویش کو آزمانے کے لئے وہ حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ میں حاضر ہو گیا۔

"ویسے تو تمہاری بیماری لاعلاج ہے مگر دنیا میں صرف ایک حکیم ایسا ہے، جو

Marfat.com

جلالة العلم

حافظ ملت

شیخ عبد العزیز محدث مرادآبادی

Marfat.com

تمہیں چند لمحوں میں صحت عطا کر سکتا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے ہندو کسان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"مجھے اس حکیم کا پتا بتا دیں" بیماری کی شدت سے مجبور ہو کر ہندو کسان نے حضرت سید میراں حسین کے پاؤں پکڑ لئے۔

"وہ حکیم ان بیماروں سے نہیں ملتا جو سیکڑوں خداؤں کی پوجا کرتے ہیں" حضرت سید میراں حسین نے نہایت شفقت آمیز لہجے میں فرمایا۔ آپ غیر مسلموں کو تبلیغ کرتے وقت بہت نرم رویہ اختیار کرتے تھے۔ "اگر تم ایک خدا پر ایمان لے آؤ تو یہ اذیت ناک بیماری تمہارا پیچھا چھوڑ دے گی"۔

"کیا میں صحت یاب ہو جاؤں گا؟" ہندو کسان تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔

"تم ابھی اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لو گے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تبسم دلنواز کے ساتھ فرمایا۔ "مگر شرط وہی ہے کہ تم دیانت داری اور خلوص کے ساتھ کوئے بتاں سے نکل کر ایک خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو گے"۔

ہندو کسان کچھ دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ اسے اپنا آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ لوگ کیا کہیں گے' بیوی بچے کیا سلوک کریں گے۔ پوری بستی میں اچھوت بن کر رہ جاؤں گا۔ ہندو کسان کے دماغ پر مختلف خیالات کی یلغار تھی۔ آخر اس کا ذہن ایک منافقانہ فیصلے پر جم گیا۔

"میں زبان سے مسلمان ہو جاتا ہوں مگر دل سے اپنے دیوتاؤں کا پجاری رہوں گا۔ کسی کو کیا خبر ہو گی"

اس منافقانہ فیصلے کے بعد ہندو کسان نے حضرت سید میراں حسین کی تلقین پر کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور جیسے ہی اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر گواہی دینے کے عمل مکمل ہوا ہندو کسان کو اپنے جسم کے اندر غیر معمولی تغیر کا احساس ہونے لگا۔ مرض کی شدت کے باعث اس کی سانس گھٹ گھٹ جاتی تھی اور آنکھیں

Marfat.com

جدھر پہنچا نئی دنیا بسالی
یہ دیوانہ تو دیوانہ نہیں ہے

Marfat.com

ابل پڑتی تھیں۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی سے گفتگو کرتے وقت ہندو کسان اچانک خاموش ہو جاتا تھا پھر بڑی مشکل سے سانس پر قابو پاتا اور اپنی بات جاری رکھتا۔ مگر جیسے ہی اس نے کلمہ طیبہ پڑھا' سانس کی تکلیف اس طرح ختم ہو گئی جیسے اسے یہ مرض کبھی تھا ہی نہیں۔

ہندو کسان نے جوش عقیدت میں حضرت سید میراں حسین کا ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس جانے لگا۔ وہ بہت خوش تھا۔ ہاتھ سے ہندو دھرم بھی نہیں گیا اور برسوں پرانے اذیت ناک مرض سے نجات بھی مل گئی۔ بہت آسان نسخہ تھا اور نہایت سستا سودا۔

مگر جب ہندو کسان خانقاہ کے دروازے پر پہنچا تو حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا ''ایک بات یاد رکھو میں نے تمہیں جس مذہب کی تلقین کی ہے' وہ اپنے ماننے والوں سے پوری سچائی چاہتا ہے' ظاہر و باطن کی یکسانیت۔ اسلام زبان اور دل دونوں کی گواہی مانگتا ہے۔ تم نے میرے سامنے اقرار کیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن باہر جا کر تمہارے دل نے انکار کر دیا تو پھر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ جان لیوا بیماری دوبارہ اسی شدت کے ساتھ ابھر آئے گی۔ تمہاری تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں کا ایک ہی علاج ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے جو عہد کیا ہے اس پر آخری سانس تک پورے یقین اور استقامت کے ساتھ جمے رہو''۔

ہندو کسان حیرت زدہ رہ گیا۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی منافقت ایک مرد روشن ضمیر پر عیاں ہو گئی تھی۔ ہندو کسان لرزتے قدموں کے ساتھ پلٹا اور حضرت سید میراں حسین کے سامنے اپنے منصوبے کا اعتراف کرنے لگا۔

''اپنے اس گناہ کی معافی اس ذات پاک سے مانگو جو تمام اندیشوں اور وسوسوں سے باخبر ہے اور ان خیالات کو بھی جانتا ہے جو ابھی تمہارے ذہن میں پیدا ہی نہیں ہوئے'' حضرت سید میراں حسین نے حق تعالیٰ کی بے پناہ قدرت کو اس

Marfat.com

ایک شخصیت ساز استاذ

اپنی فکر کی حیرانی کا عالم کیا بتاؤں .... جب بھی حافظ ملت پر کچھ لکھنے کے لیے قلم اٹھایا، ان کی ہمہ گیر زندگی کے بے شمار عنوانات نگاہوں کے سامنے بکھر گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نور کی کثرت بھی کبھی نظر کے لیے حجاب بن جاتی ہے۔ بالکل اسی کیفیت کا میں بار بار شکار ہوا اور ہر بار عنوان کے انتخاب کا مرحلہ کسی اور موقع کے لیے ٹلتا رہا۔ ادھر شب و روز کے پیہم اسفار اور کثرت مشاغل کے باعث ذہن اتنا پراگندہ ہو گیا ہے کہ بکھرے ہوئے افکار کو سمیٹنے کے لیے جس فرصت اور سکون کی ضرورت ہے، وہ میسر نہیں .... پھر بھی ادارہ اشرفیہ کے کارپرداز حضرات کے اصرار پر حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی مبارک و مسعود زندگی کے صرف ایک رخ پر اپنے منتشر خیالات قلم کے سپرد کر رہا ہوں۔

Marfat.com

موثر طریقے سے بیان کیا کہ ہندو کسان رونے لگا۔ پھر اس نے سب کے سامنے اپنے اس منافقانہ عمل سے توبہ کی۔ جب وہ اپنے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا تو اس نے اپنے دل، دماغ اور روح کو بہت ہلکا محسوس کیا جیسے کوئی بڑا بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

ہندو کسان کے تبدیلی مذہب کی اس کی بیوی اور بیٹوں کو کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ مگر جب کسان نے اپنی بیوی اور بیٹوں کو بھی مذہب اسلام کی تلقین کی تو وہ پتھر پگھلے نہیں اور بدستور پتھروں کی پوجا کرتے رہے۔

مسلمان ہونے کے بعد کسان عقیدت اور خدمت کے طور پر اناج اور سبزیاں حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ میں بھیجا کرتا تھا تاکہ درویشوں کی اس جماعت کو غذائی قلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بیوی بچے کسان کے اس طرز عمل پر سخت لعنت ملامت کرتے تھے مگر وہ پوری خوش عقیدگی اور استقامت کے ساتھ اپنے راستے پر چلتا رہا۔ مسلمان ہونے کے بعد مادی طور پر سب سے بڑا انقلاب اس طرح رونما ہوا تھا کہ اس کی زمینیں سونا اگلنے لگی تھیں۔ ایک بیگھ زمین جو کچھ دن پہلے بیس من اناج اگاتی تھی اس زمین سے چالیس پچاس من اناج پیدا ہونے لگا۔ کسان کے پاس جو بنجر زمین تھی، اسے بھی خالق کائنات نے قوت نمو بخش دی۔ کسان کے بیوی بچے کھلی آنکھوں سے ان نشانیوں کو دیکھ رہے تھے مگر پھر بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔

پھر اس کسان کا آخری وقت آن پہنچا۔ اس نے اپنے بیوی بچوں کو جمع کر کے بڑے رقت آمیز لہجے میں وصیت کی "میں نے چاہا کہ تم بھی اس حقیقت پر ایمان لے آؤ جسے تسلیم کرنے میں انسان کی نجات ہے مگر تم نے میری ایک نہیں سنی اور میرے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک روا رکھا۔ میں بہت جلد اس دنیا سے چلا جاؤں گا لیکن میری آخری بات غور سے سنو۔ جس طرح میں سید صاحب کی

Marfat.com

حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں جوہر اپنے تلامذہ کی پرسوز تربیت اوران کی شخصیتوں کی تعمیر ہے۔اپنے اس وصف خاص میں وہ اتنے منفرد ہیں کہ دور دور تک کوئی ان کا شریک وسہیم نظر نہیں آتا۔شخصیت سازی کے فن میں کوئی مستقل کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گزری،لیکن اپنی معلومات وتجربات کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس فن کے امام تھے۔شخصیت سازی سے میری مراد اپنے تلامذۃ کوان اوصاف کا حامل بنانا ہے جوایک ''مردمؤمن'' کی زندگی کے لیے لازمی ہیں۔درس وتدریس کی دنیا میں اس فن کے نام سے اگر کوئی فن پہلے سے موجود تھا تو بلاشبہ انہوں نے اس فن میں گرانقدر اضافے کیے ہیں بلکہ یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب فکر وقلم حافظ ملت کی زندگی کا گہرا مطالعہ کرے تو اسے شخصیت سازی کے فن پر اتنے مواد مل جائیں گے کہ وہ آسانی سے اس فن پر ایک ضخیم کتاب تیار کر سکتا ہے۔

تاج محل کی تعمیر آسان ہے،لیکن شخصیتوں کی تعمیر کا کام بہت مشکل ہے۔ حافظ ملت کواس کام سے عشق کی حد تک تعلق تھا۔سفر میں،حضر میں،حلقۂ درس میں،مجلس خاص میں،جلسۂ عام میں........کہیں بھی وہ ایک لمحے کے لیے اپنے فریضۂ عشق سے غافل نہیں رہتے تھے۔تاریخ میں مصلحین واساتذہ کی زندگیوں کے جو بے شمار واقعات محفوظ ہیں،ان میں شخصیت سازی سے متعلق بکھرے ہوئے جزئیات کا اگر آپ گہرا مطالعہ کریں تو آپ میری اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ شخصیت سازی کے لیے کسی معلم ومصلح میں ان پانچ اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔شفقت ۲۔ذہانت ۳۔تدبر ۴۔علم ۵۔تقوی

اور حقائق وواقعات شاہد ہیں کہ یہ پانچوں اوصاف حافظ ملت کی زندگی میں ابھرے ہوئے نقوش کی طرح نمایاں تھے۔

جہاں تک شفقت کا تعلق ہے،وہ اپنے تلامذہ پر باپ سے بھی زیادہ شفیق تھے۔

Marfat.com

خدمت میں اپنے کھیتوں کا اناج اور سبزیاں پیش کرتا تھا' اسی طرح تم بھی میرے بعد اس عمل کو جاری رکھنا۔ بد قسمتی سے تمہیں آخرت تو حاصل نہ ہو سکے گی مگر سید صاحب کی اس خدمت کے ذریعے دنیا ضرور مل جائے گی"۔

اس کے بعد وہ کسان مر گیا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی' دعائے مغفرت کی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ تینوں بیٹے یہ منظر دیکھتے رہے اور دل ہی دل میں اپنے باپ کے انجام پر افسوس کرتے رہے۔ ان کے خیال اور عقیدت کے مطابق آگ میں جلنے اور انسانی جسم کی راکھ کو دریا میں بہانے ہی سے نجات حاصل ہوتی تھی۔

پھر جب ان کے کھیت اناج اور سبزیوں سے بھر گئے تو کسان کے بیٹوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "ہمارا باپ احمق تھا کہ اس نے سید صاحب کے پیچھے اپنی آخرت بھی برباد کر لی اور دنیا بھی۔ اگر وہ سارا اناج اور سبزیاں مسلمانوں کو نہ بھیجی جاتیں تو آج ہمارے پاس کتنا پیسہ جمع ہوتا۔ ہم وہ حماقت کبھی نہیں دہرائیں گے" تینوں بھائیوں نے بیک زبان کہا' اپنے لہلہاتے کھیتوں پر آخری نظر ڈالی اور گھر کو چلے گئے۔

دوسرے دن تینوں بھائی جب اپنے کھیتوں پر آئے تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ عجیب ناقابل یقین منظر تھا۔ گیہوں کی بالیں اس طرح مرجھائی ہوئی تھیں جیسے ایک ہی رات میں انہیں باد صرصر نے کھا لیا ہو اور یہی حال سبزیوں کا بھی تھا' سوکھی ہوئی اور بے جان۔

تینوں بھائیوں پر کچھ دیر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی پھر وہ لڑکھڑاتی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے کو پوچھنے لگے "فصلوں کو کیڑا بھی لگتا ہے' وہ برباد بھی ہو جاتی ہیں مگر ایک ہی رات میں یہ کیا ہو گیا۔ کھیت اتنی جلدی تو نہیں سوکھتے"۔

تینوں بھائی کئی گھنٹے تک حیران و سرگرداں اپنے ایک ایک کھیت اور ایک ایک کیاری کو دیکھتے رہے اور کف افسوس ملتے رہے۔ فصلوں کی بربادی کے سبب

Marfat.com

باپ کی محبت بھی اپنے بیٹوں کے درمیان کبھی کبھی غیر متوازن ہو جاتی ہے یہاں تک کہ باپ کے خلاف بعض اولاد کو امتیازی سلوک کا شکوہ ہونے لگتا ہے۔ لیکن اپنے ہزاروں تلامذہ کے ساتھ حافظ ملت کا مشفقانہ سلوک اتنا عجیب وغریب تھا کہ ہر شخص اس خیال میں مگن رہتا تھا کہ حضرت مجھ ہی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ محبت کی متوازن تقسیم یوں بھی ہو سکتی تھی کہ ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب کو مساوی طور پر چاہتے ہیں، لیکن ہر شخص کی یہ خوش عقیدگی کہ حضرت مجھ ہی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں، بلاشبہ شفقت ہی کا نہیں بلکہ ذہانت وتدبر کا بھی کمال ہے.........اور حیرت دو چند ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تلامذہ کی یہ خوش عقیدگی عارضی نہیں تھی جسے کسی وقتی التفات کا نتیجہ قرار دیا جائے اور پھر نئے تجربات کے بعد ان کا احساس بدل جائے، بلکہ یہ خیال ایک بار جس کے دل میں جاگزیں ہو گیا رگ جاں کی طرح زندگی بھر کا رفیق ہو گیا۔

اور یہ بھی نقش ہی کی پختگی کہی جائے گی کہ سیرت وکردار کی تربیت اور تحصیل علم وکمال کے ذیل میں ہر شخص کو ایسے مواقع بار بار پیش آئے جب کہ حافظ ملت کے زجر وتوبیخ اور خفگی وتعزیر کا انہیں نشانہ بننا پڑا، لیکن اس کے باوجود احساس کا وہ آبگینہ جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتا ہے، زمین پر پٹک دیئے جانے کے بعد زخمی تک نہیں ہوا اور عطاؤں پر مگن رہنے والے خطاؤں پر سزاؤں کو بھی شفقت ومحبت ہی کا حاصل سمجھتے رہے۔

اور پھر اپنے شاگردوں پر حافظ ملت کی شفقت کسی خارجی محرک کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی پاکیزہ سرشت ہی شفقت ومحبت کے خمیر سے تیار ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر استاذ صرف اپنے ذہین ومحنتی اور وفا شناس شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے، لیکن حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غبی سے غبی، بدھو سے بدھو اور بیگانہ سے بیگانہ شاگرد بھی انہیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین، قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔

اور وہ مقام جہاں ہم حافظ ملت کو ایک منفرد شفیق استاد کے پیکر میں دیکھتے ہیں، یہ

Marfat.com

انہیں ہر طرف بے زری اور بھوک منڈلاتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ آخر اسی مایوسی کے عالم میں ایک بھائی کو اپنے باپ کی وصیت یاد آئی۔

"بد قسمتی سے تمہیں آخرت تو حاصل نہ ہو سکی مگر سید صاحب کی اس خدمت کے ذریعے دنیا ضرور مل جائے گی"۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کہیں سید صاحب کی بد دعا کے سبب تو ہمارے کھیت برباد نہیں ہو رہے؟"

پھر یہ تینوں بھائی خانقاہ میں حاضر ہو کر حضرت سید میراں حسین سے اپنی بدنیتی کی معافی مانگنے لگے۔

جواب میں حضرت زنجانیؒ نے فرمایا "ہم اہل ایمان کسی کو بد دعا نہیں دیتے۔ تمہارا باپ ہمارا دینی بھائی تھا اور محبت و عقیدت سے نذر پیش کیا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے بھی اسے آخرت اور دنیا کی دولتوں سے نوازا۔ جب تک وہ زندہ رہا اس کے کھیت بھی ہرے بھرے رہے۔ اب اگر فصلیں تباہ ہو رہی ہیں تو اس میں موسم کا کوئی قصور نہیں۔ سب کچھ مرضی مولیٰ کے زیر اثر ہے۔ وہ جسے چاہے سرسبز و شاداب بنا دے اور جسے چاہے بنجر کر دے۔ ان درویشوں کو کوئی انسان رزق فراہم نہیں کرتا۔ دینے والا ہمیں اپنے در غیب سے دیتا ہے" یہ کہتے کہتے حضرت میراں حسین کے چہرہ مبارک پر رنگ جلال ابھر آیا تھا۔

تینوں بت پرست حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ آخر سید میراں حسین نے ان کو معاف فرما دیا اور فرمایا "تمہارا باپ اہل ایمان میں سے تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اس کی زمینیں آباد اور فصلیں سرسبز و شاداب رہیں" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین اپنے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

پھر تیسرے دن تینوں بھائی جب اپنے کھیتوں پر گئے تو فضا بدلی ہوئی تھی۔ مرجھائی ہوئی گیہوں کی بالیں اور سبزیاں اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ رہی

Marfat.com

ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے باغی، نافرمان اور بدخواہ کے حق میں اپنی محبت وشفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا، لیکن حافظ ملت کی کتاب زندگی کا آپ مطالعہ کریں تو ورق ورق پر جہاں آپ انہیں نیازمندوں اور وفا شناسوں کو خلعت کریمانہ سے شاد کام کرتے ہوئے دیکھیں گے وہیں وہ نافرمانوں اور ناعاقبت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔

اور اسے بھی ہم جذبۂ شفقت ومحبت ہی کا داعیہ کہیں گے کہ بڑے سے بڑے قصور پر مدرسہ سے طلبہ کا اخراج حضرت کی طبیعت پر بہت ہی شاق گزرتا تھا۔ فرماتے تھے کہ مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق کردے یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کردیا جائے۔ انتظامی مصالح کے پیش نظر اگرچہ یہ شرعا مباح ہے، لیکن اسے بھی ''ابغض المباحات'' کے قبیل سے سمجھتا ہوں۔

ایک بار ارشاد فرمایا: نیکوکار، صلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاد کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہنے کے قابل بنالیا۔ استاد کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے اسے چاہے جانے کے قابل بنادے۔

ایک دن مجلس درس میں ارشاد فرمایا کہ استاد اپنے شاگردوں کے فکر وذہن کا معمار اور ان کی سیرت وکردار کا معالج ہوتا ہے اور ایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے، تندرستوں کی انجمن نہیں ہے۔ جو معالج بیماروں کا قرب برداشت نہ کرسکے اسے کچھ اور تو کہا جائے گا، لیکن معالج نہیں کہا جائے گا۔

استاد شاگرد کا تعلق عام طور پر حلقۂ درس تک محدود ہوتا ہے، لیکن اپنے تلامذہ کے ساتھ حافظ ملت کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری درس گاہ اس کے ایک گوشے میں سما جائے۔

Marfat.com

تھیں۔ چند دنوں میں سارے کھیت اسی طرح لہلہانے لگے۔ حضرت سید میراں حسین کی یہ کرامت دیکھ کر کسان ۔ کے بیٹے بھی ""شہرتاں"" سے دارالامان کی طرف چلے آئے۔ ان کے دلوں کے پتھر بھی موم ہو گئے اور زبانوں پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ علامہ اقبال نے اپنے شعر میں اسی فراست کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ""مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور کو دیکھتا ہے""۔ اور یہ اللہ کے نور ہی کی طاقت ہے کہ وہ لمحوں میں کفر و باطل کے اندھیروں کو زائل کر دیتا ہے۔

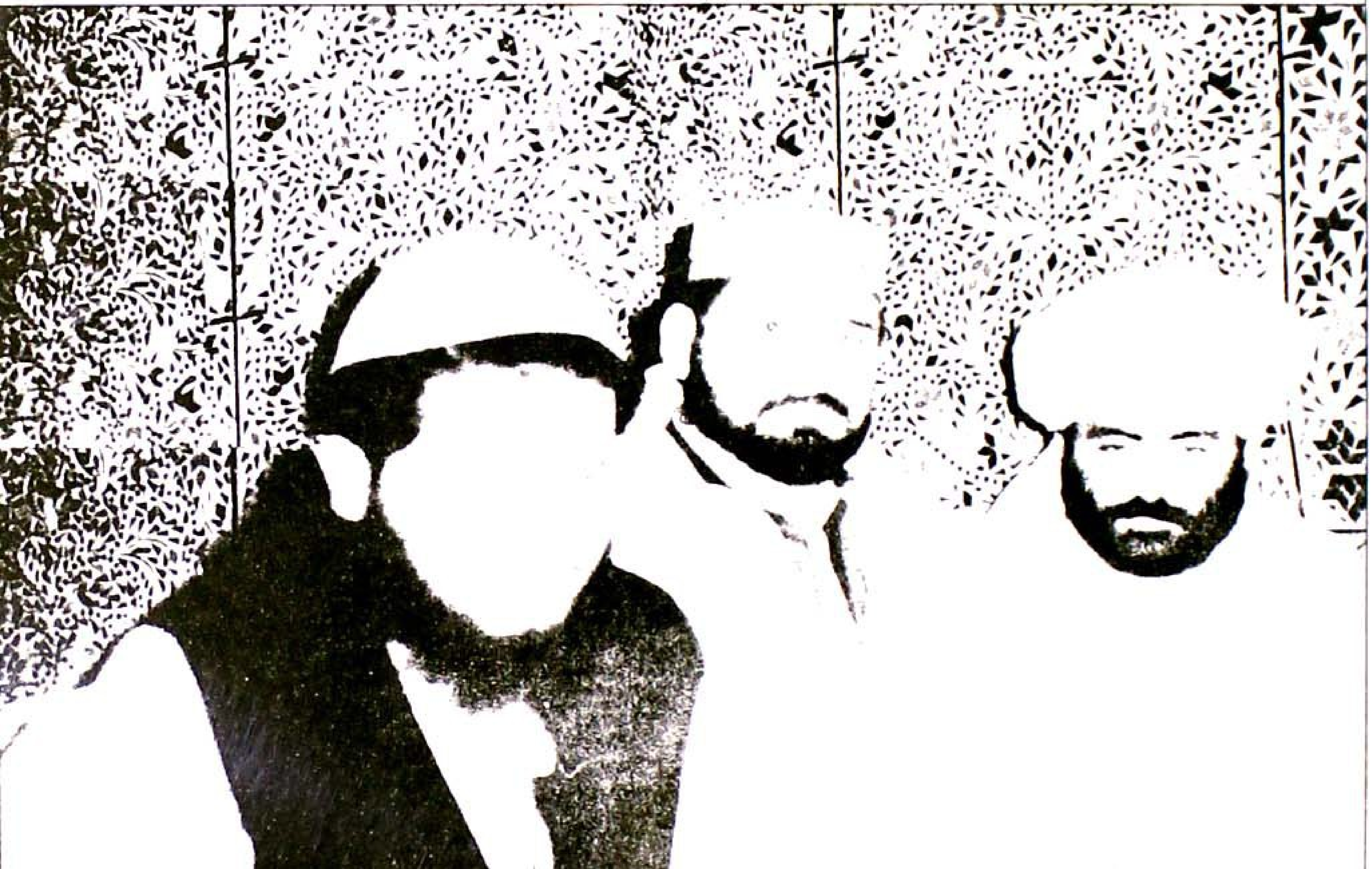

پیر سید ذیشان مجتبی سجادہ نشین حضرت پیر چراغ علی شاہ (والٹن) پیر سید کبیر علی شاہ سجادہ نشین

امام علی شاہ لودھراں ہمراہ افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

یہ انہیں کے قلب ونظر کی ناپیدا کنار وسعت اور انہیں کے جگر کا بے پایاں حوصلہ تھا کہ اپنے حلقۂ درس میں داخل ہونے والے طالب علم کی بے شمار ذمہ داریاں وہ اپنے سر لے لیتے تھے.........طالب علم درسگاہ میں بیٹھے تو کتاب پڑھائیں........ باہر رہے تو اخلاق وکردار کی نگرانی کریں........ مجلس خاص میں شریک ہو تو ایک عالم دین کے محاسن واوصاف سے روشناس فرمائیں........ بیمار پڑ جائے تو نقوش وتعویذات سے اس کا علاج کریں.......تنگدستی کا شکار ہو جائے تو مالی کفالت فرمائیں........ پڑھ کر فارغ ہو جائے تو ملازمت دلوائیں.........اور ملازمت کے دوران کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی بھی عقدہ کشائی فرمائیں.........طالب علم کی نجی زندگی، شادی بیاہ، دکھ سکھ سے لے کر خاندان تک کے مسائل میں دخیل وکارفرما........طالب علم زیر درس رہے یا فارغ ہو کر باہر چلا جائے، ایک شفیق باپ کی طرح ہر حال میں سرپرست اور کفیل............اس طرح کی ہمہ گیر اور ہمہ وقتی شفقت ایک باپ سے تو ضرور متوقع ہے لیکن آج کی دنیا میں ایک استاد سے ہرگز متوقع نہیں۔ یہی وہ جوہر منفرد ہے جس نے حافظ ملت کو اپنے اقران ومعاصرین کے درمیان ایک معمار زندگی کی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں کر دیا ہے۔

اور یہ لطیف نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ دل کے کسی ایوان میں شفقت ومحبت تنہا سکونت پذیر نہیں ہوتی، بلکہ اپنے بے شمار اعوان وانصار کے جھرمٹ میں رہتی ہے۔ تحمل، ایثار، اخلاص، بلند ہمتی، حلم ودرگزر، استقامت واستقلال، ہمدردی وغمگساری، احسان وکرم، سخاوت وفیاضی، بے غرضی واستغناء، مشقت وپرسوزی، خیر خواہی وخوش اندیشی اور صبر وضبط.........یہ کل کے کل شفقت ومحبت ہی کی انجمن کے حاشیہ نشیں اور ارکان مجلس ہیں۔ اس لیے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حافظ ملت اپنے دور کے بے مثال شفیق استاد تھے تو اسی کے ذیل میں ہم اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ان محاسن میں بھی وہ اپنے عہد کے ایک منفرد معلم تھے.........ایک منفرد مربی تھے.........اور اسی کے ساتھ ایک منفرد مرشد

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد کفار کے حلقہ میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی روحانی طاقت کا مزید چرچا ہوا اور ایک مرد مومن کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے لاہور کے پنڈت' پروہت اور جوگی نئے انداز سے منصوبہ بندی کرنے لگے مگر ہر بار انہیں ذلت آمیز ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ہر مرتبہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کامران و سرخرو رہے۔ علامہ اقبال کے بقول:

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا

کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

بعض تذکرہ نگاروں کی روایت کے مطابق اندرون شہر ایک ہندو عورت بلونت کور رہا کرتی تھی۔ اس کی شادی کو کئی سال ہو چکے تھے مگر وہ بے اولاد تھی۔ بلونت کور نے شروع میں تو اس پر کوئی دھیان نہیں دیا مگر جب سسرال والوں نے طعنہ زنی کی تو وہ لاہور کے تمام بڑے پنڈتوں کے پاس پہنچی اور اولاد کے لئے ان سے دعائیں کرائیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے دیوی دیوتاؤں کے قدموں میں نذرانے رکھے اور ان کے نام پر چڑھاوے چڑھائے۔ اپنے مقامات مقدسہ کاشی' متھرا اور ہردوار یاترا (سفر) کی منتیں مانیں مگر اس کی گود ہری نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ شعبدہ بازوں سے جادو ٹونے اور ٹوٹکے بھی کرائے مگر ہر تدبیر رائیگاں گئی اور ہر کوشش بے اثر ٹھہری۔ بڑے بڑے پنڈتوں اور گیانیوں سے لے کر ادنیٰ مداریوں تک سب نے ایک ہی بات کہی۔

"بھگوان نے تیری قسمت میں اولاد نہیں لکھی پھر ہم کیسے مٹا سکتے ہیں تقدیر کے لکھے کو۔ تو پیدائشی ابھاگن ہے"۔

دھرم ادھیکاریوں (اجارہ داروں) کے فیصلے کو سن کر بلونت کور پر قیامت سی ٹوٹ پڑی اور وہ مایوس ہو کر گھر کے کونے میں پڑ گئی۔ پھر جب حضرت سید

Marfat.com

ومزکی بھی تھے۔

اور با شبہ یہ سارا کمال حافظ ملت کے استاد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے کہ ایسا نادر الوجود اور عبقری شاگرد انہوں نے پیدا کیا۔

جب تک آسمان پر ستاروں کی قندیلیں روشن ہیں، خدائے حی وقیوم استاد اور شاگرد دونوں کی تربتوں پر رحمت وانوار کے بادل برسائے۔

بہت عجلت میں سفر کے دوران اس مضمون کی ترتیب عمل میں آئی ہے۔ شخصیت سازی کے باقی اوصاف پر اشرفیہ کے شماروں میں یہ ناتمام مضمون مکمل کروں گا۔

☆☆☆☆

Marfat.com

میراں حسین کی بعض کرامتوں کا ذکر عام ہوا تو بلونت کور کی پڑوسی عورت نے ایک دن اس سے کہا۔

"ایک مسلمان سنیاسی دریائے راوی کے کنارے رہتے ہیں۔ سنا ہے ان کے دیئے ہوئے پانی سے لاعلاج مریض بھی شفایاب ہو جاتے ہیں۔ تو بھی کسی دن قسمت آزما دیکھ عجب نہیں تیرا دامن مراد بھی بھر جائے"۔

اگرچہ بلونت کور ایک کٹر ہندو عورت تھی لیکن اولاد کی طلب' دل کی خلش اور دنیا والوں کے طعنے اسے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے آستانہ عالیہ پر لے گئے جو لاہور کے گلی کوچوں میں گھوم کر علی الاعلان خدائے واحد کے پیغام کی تبلیغ کرتے تھے اور اہل ہنود کے سیکڑوں خداؤں کی نفی۔ یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے کہ ایک انسان اسی شخص سے مدد طلب کرے جس کے مذہبی نظریات سائل کے عقائد سے اس قدر متصادم ہوں کہ دونوں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔

مگر ضرورت اور مجبوری اتنی شدید تھی کہ بلونت کور نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

حضرت سید میراں حسین نے کچھ دیر مراقبہ کیا پھر بلونت کور کو مخاطب کر کے فرمایا "خاتون! لوح محفوظ لکھنے والے نے تمہاری قسمت میں اولاد کی نعمت تحریر نہیں کی۔ تمہارا بانجھ ہونا آسمانی فیصلہ ہے۔ اس عبارت کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ خود اپنے ہی دست قدرت سے ان الفاظ کو حذف کر دے اور اس کی جگہ نئی عبارت لکھ دے۔ وہ بے نیاز ہے جیسے چاہے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے"۔

حضرت سید میراں حسین کی بات سن کر بلونت کور کا چہرہ شدت کرب سے دھواں ہو گیا۔ "میری قوم کے گیانی اور پنڈت بھی یہی کہتے ہیں۔ پھر ان میں اور آپ میں کیا فرق ہے" یہی کہتے کہتے بلونت کور رو پڑی۔

Marfat.com

حافظ ملت کے
عشق مبین کی فتح

لو تبسم بھی شریک ناز ہوا
آج کچھ اور بڑھادی گئی قیمت اپنی

کل تک لوگ اس عقیدے کا مذاق اڑاتے تھے کہ کونین کا دارالسلطنت گنبد خضرا کی چھاؤں میں ہے لیکن اب جب کہ دلوں کا یہ عقیدہ پیکر محسوس بن کر سامنے آ گیا ہے تو کس کی شامت آئی ہے کہ آنکھوں کا مشاہدہ جھٹلائے۔ ویسے جھٹلانے کے لیے تو آنکھوں میں دھول جھونک کر بھی جھٹلایا جا سکتا ہے، لیکن اپنی ہی نظر کو جھٹلانا آسان نہیں ہے۔

اس داستان حیرت فزا کی تفصیل یہ ہے کہ سرگروہ اتقیا، امیر لشکر عاشقاں حضرت

Marfat.com

"پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ آپ کے دیئے ہوئے پانی سے لاعلاج مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں" بلونت کور کی اشک ریزی میں شدت آگئی۔

"میرے پانی میں کوئی تاثیر نہیں" حضرت سید میراں حسینؒ زنجانی نے نہایت انکسار کے ساتھ فرمایا۔ "وہ شافی مطلق جس کی بیماری کو چاہتا ہے دور کر دیتا ہے"۔

بلونت کور دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھی اور حضرت سید میراں حسین کے قدموں سے لپٹ گئی "اے مہاتما میں بھی تو بیمار ہوں۔ گنگا جل سے تو کچھ نہیں ہوا۔ اب مجھے اس پانی کی بھیک دے جس میں شفا کی تاثیر ہے اور جو جنم جنم کے روگیوں کے لئے امرت ہے"۔

حضرت سید میراں حسین نے بلونت کور کو بہت سمجھایا مگر اس نے آپ کے پائے مبارکہ کو نہیں چھوڑا۔ بس ایک ہی بات کہتی رہی "اس وقت تک فریاد کرتی رہوں گی جب تک آپ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ مجھے اولاد کی خوش خبری دیں یا موت کی"۔

بلونت کور کا شور و فغاں اس قدر تیز تھا کہ حضرت سید میراں حسین کو اس سے وعدہ کرنا پڑا "ہم تیری خاطر اللہ کے حضور میں اپنا دامن پھیلائیں گے"۔

اس یقین دہانی کے بعد بلونت کور اپنے گھر چلی گئی۔

اسی رات حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد بلونت کور کے لئے انتہائی رقت آمیز لہجے میں دعا کی "اے مالک بحر و بر! وہ بت پرست عورت سمجھتی ہے کہ مجھے تیری ذات اقدس سے ایک نسبت خاص ہے۔ ورنہ اے عالم الغیوب! تو خوب جانتا ہے کہ میں تو خود تیرے کوچہ رحمت کا ادنیٰ ترین گداگر ہوں اور ہر وقت تجھ سے اپنی مغفرت کا سوال کرتا ہوں مگر اے بندوں کو بے حساب دینے والے! بلونت کور کو بھی اپنے فضل و کرم سے اولاد نرینہ بخش دے کہ تو اپنی قدرت کے ہر زاویہ اظہار پر قادر ہے۔ وہ کہتی ہے کہ

Marfat.com

استاذ العلماء شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور ایک عرصۂ دراز سے دیار حبیب کی زیارت کے لیے بے تاب تھے، لیکن ساتھ ہی دل کا یہ بھی اصرار تھا کہ پروانۂ راہداری بغیر فوٹو کے حاصل ہو جائے۔

نیاز مندوں نے ہزار التجا کی کہ بین الاقوامی قانون سے کسی فرد خاص کا استثناء ناممکن کی حد تک دشوار ہے۔ اول تو سلف ہی سے چلا آرہا ہے کہ اہل سنت کے اکابر کا دنیا میں کسی بھی حکومت سے کوئی نیاز مندانہ رشتہ نہیں ہے۔ بالفرض حکومت ہند نے بغیر فوٹو کے جانے کی اجازت بھی دے دی تو سعودی عرب پر ہم کیوں کر اثر انداز ہو سکیں گے، جب کہ وہاں کی حکومت عقیدۃً ہمیں اپنا حریف بھی سمجھتی ہے۔ لیکن دل دیوانہ اپنی ضد پر قائم رہا۔ بہر حال کچھ دنوں کے بعد اس مرحلے کی سلسلہ جنبانی کے لیے ایک انجانے یقین کی روشنی میں قدم عالم اسباب کی طرف اٹھے۔

حسان الہند حضرت بیکل اتساہی جن کی دل آویز و سحر طراز شخصیت کا اثر فقیر کی کٹیا سے لے کر صدر مملکت کے ایوان تک یکساں طور پر ہر جگہ چھایا ہوا ہے، انہوں نے اس خدمت کا بیڑا اٹھالیا۔

کوششوں کا سلسلہ آنجہانی پنڈت نہرو سے شروع ہو کر شری لال بہادر شاستری تک پہنچا، یہاں تک کہ شریمتی اندرا گاندھی کے عہد وزارت میں ہندوستان کے محکمۂ خارجہ نے اس سوال پر سعودی عرب سے رابطہ قائم کیا۔ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے درخواست کی فائل سعودی گورنمنٹ کے سربراہ سلطان امیر فیصل کے سامنے پیش کی گئی۔ انہوں نے اپنے خصوصی دستخط سے جواب ارسال کیا کہ ہماری حکومت شیخ الحدیث کو بغیر فوٹو کے حج وزیارت کے لیے حجاز میں داخل ہونے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ اجازت نامہ بالکل پہلا اور آخری ہے۔

سعودی عرب کا جواب موصول ہونے کے بعد حکومت ہند نے بھی اجازت

Marfat.com

مجھ میں اور اس کے سنیاسیوں میں کیا فرق ہے اے حق و باطل کے فرق کو خوب خوب ظاہر کرنے والے! اب اس فرق کو بھی ظاہر کر دے جو تیرے عاجز بندے سید حسین اور لاہور کے ہندو گیانیوں کے درمیان ہے"۔

اسی دعا کے دوران حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آنکھ لگ گئی اور آپ نے خواب میں ہاتف غیبی کی آواز سنی۔

"سید حسین! تمہاری دعا قبول بارگاہ ہوئی۔ اہل لاہور عنقریب کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ ان گنت پجاریوں کے خداؤں میں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والے میں کیا فرق ہے" ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی ہاتف غیبی کی آواز معدوم ہو گئی۔

پھر حضرت سید میراں حسین نے اسی عالم میں ایک اور عجیب منظر دیکھا۔ اس بانجھ عورت بلونت کور کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ ہے جو باآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد کر رہا ہے۔

اس کے بعد وہ عارضی نیند جو قدرت حق سے طاری ہوئی تھی' یک بہ یک زائل ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی فوراً سجدے میں چلے گئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زبان پر کلمات شکر جاری تھے "بے شک! تو اپنے نام لیواؤں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا"۔

دوسرے دن بلونت کور خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی تو حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "سننے والے نے اس عاجز کی دعا سن لی اور تیرے حوالے سے لوح محفوظ پر نئی عبارت رقم کر دی۔ تجھے خوش خبری ہو کہ تیرے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہو گا مگر میری آنکھیں اسے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ وہ عقیدتاً" مسلمان ہو گا"۔

اولاد نرینہ کی خبر سن کر بلونت کور وارفتہ ہو گئی اور جوش جذبات میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے مبارک قدموں سے لپٹ گئی "میں تو بس یہ چاہتی

Marfat.com

دے دی اور مغل لائن سے سیٹ ریز رو کروالیا گیا۔کاروائی کے آخری مرحلے میں پہنچتے ہی سارے ملک میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ 8

مغل لائن کی دی ہوئی تاریخ پر جب حضرت استاذ العلماء تیار ہو کر ممبئی پہنچے تو اچانک یہ خبر معلوم ہوئی کہ سعودی حکومت کا قونصل مقیم ممبئی بغیر فوٹو کے ویزا دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔

دلوں پر بجلی گر پڑی..........ارمانوں کا خون ہو کے رہ گیا..........داستان کا یہی وہ حصہ ہے جسے ہم ''عشق کی فتح مبین'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

گہرائی میں اترنے کے بعد معلوم ہوا کہ دیو بندی حلقوں کے تمام ذی اثر حضرات نے متحدہ طور پر سعودی حکومت کے قونصل سے درخواست کی ہے کہ سعودی گورنمنٹ کے ساتھ ہماری جماعت کی دیرینہ نیاز مندیوں کا حال آپ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔لیکن اس غیر معمولی تعلق کے باوجود ہماری جماعت کے بعض اکابر کو انتہائی جدوجہد کے بعد بھی سفر حج کے لیے فوٹو سے مستثنی نہیں کیا گیا۔اب یہ اعزاز ایک ''بدعتی مولوی'' کو دیا جا رہا ہے، جو نجدی عقائد کا سب سے بڑا حریف ہے۔اگر یہ اعزاز واپس نہ لیا گیا تو ہم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔

قونصل پر دیو بندی ریشہ دوانیوں کا اتنا گہرا اثر پڑا تھا کہ اس نے اپنے طور پر ویزا نہ دینے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔کئی دنوں تک لطائف الحیل سے ٹالتا رہا، یہاں تک کہ وہ تاریخ آ گئی جس دن جہاز کھلنے والا ہے۔اب فاصلے کا شمار گھنٹوں میں رہ گیا، لیکن اب تک ویزا نہیں ملا ہے۔

یہی وہ نازک گھڑی تھی جب کہ اہل ممبئی نے کھلی آنکھوں سے ایک سچے نائب رسول کی روحانی برتری کا تماشا دیکھا۔جب دو گھنٹے باقی رہ گئے تو بعض سادہ لوح نیاز مندوں نے مشورہ دیا کہ اب فوٹو کھنچوائے بغیر کام بنتا نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

ہوں کہ میرے ویران اور اجاڑ باغ میں ایک پھول کھل جائے۔ اب یہ پھول کی قسمت ہے کہ اسے کون سے چمنستان کی آب و ہوا راس آتی ہے"۔

پھر ایک سال بعد اس شاخ پر پھول کھل گیا جو اہل دنیا کی نظر میں خشک ہو گئی تھی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی پیش گوئی کے مطابق بلونت کور کے ہاں ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا جس کے خدوخال تو ماں باپ سے ملتے تھے مگر دلکشی کے اعتبار سے وہ الگ نظر آتا تھا۔ لڑکے کے چہرے میں ایک خاص کشش تھی۔ بلونت کور کے خاندان اور اڑوس پڑوس والوں میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ اس "انہونی" پر ہر شخص سربگریباں اور انگشت بدنداں تھا۔ چند روز بعد بلونت کور اپنے بچے کو لے کر حضرت سید میراں حسین کے سلام کے لئے حاضر ہوئی۔ حضرت شیخ بچے کو دیکھ کر مسکرائے پھر عجیب کیف و جذب کے عالم میں فرمایا "بچے تم وہی ہو جس کے بارے میں ہمیں خبر دی گئی تھی۔ تم کہیں بھی رہو' ہمارے ہی رہو گے۔ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے"۔

بلونت کور اور اس کا شوہر ایک عارف کی باتوں کے اسرار و رموز سمجھنے سے قاصر تھے وہ سب تو اولاد نرینہ کی خوشی سے سرشار تھے۔ پھر اسی نشے میں جھومتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔ روز و شب کا قافلہ اپنی مقررہ رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ دو سال بعد بلونت کور شدید بیمار پڑی اور چند روز میں دنیا سے چلی گئی۔ بچے کی پیدائش سے لے کر موت تک بلونت کور نے کئی بار سوچا کہ وہ حلقہ بتاں سے نکل کر "موحدوں کی بستی" میں چلی جائے مگر کچھ تو بت پرستی کے پیدائشی اثرات اور کچھ ہم مذہبوں کا خوف۔ غرض اسی کشمکش میں دن رات تیزی سے گزر گئے اور فرشتہ اجل آ پہنچا۔ اس نے اہل ایمان کی کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی مگر خود ایمان نہ لا سکی یہاں تک کہ اس کی سانسوں کا شمار ختم ہو گیا۔

باپ نے بے ماں کے بچے کی بڑی محبت سے پرورش کی۔ جب وہ لڑکا چھ سات سال کا ہوا تو ایک دن اس نے عجیب خواب دیکھا

Marfat.com

یہ سن کر فرط جلال سے حضرت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ کچی نیند سے جاگنے والے محشر اضطراب کو دوبارہ سلا دینا ممکن نہیں تھا۔ اب مادی تدبیروں کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ دلگداز بے چینیوں کے عالم میں حضرت نے اپنا کمرہ خالی کروا کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

پلک جھپکتے ہی آہوں کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا.........اب دل دیوانہ فرماں روائے کونین کی چوکھٹ پر تھا.........عاشق پرسوز نے کیا فریاد کیا.........سرکار نے برستی ہوئی آنکھوں پر کس طرح رحمت کی آستین رکھی ....یہ سارا ماجرا صیغۂ راز میں ہے ....باہر کھڑے رہنے والے ہجوم کو صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ جب کمرے کا دروازہ کھلا تو حضرت بیکل اتساہی ویزا لیے کھڑے تھے۔

وفور جذبات میں وہ صرف اتنا کہہ سکے کہ نئی دہلی سے سعودی سفیر کا ٹیلیفون آیا کہ شیخ الحدیث کو فوراً ویزا دیا جائے.........اور بے تحاشا قدموں پر گر پڑے۔

حضرت نے انہیں اٹھا کر سینے سے لگایا۔ دوست تو دوست دشمنوں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ جن خاک نشینوں کے طرفدار گنبد خضرا کے تاجدار ہیں ان پر فتح پانا مشکل ہے۔

نگاہ یاس مری کام کر گئی آخر
رلا کے اٹھے تھے وہ مسکرا کے بیٹھ گئے

xxxx

Marfat.com

لڑکا کسی مقام پر تنہا کھڑا ہے یکایک ایک نورانی صورت مسلمان بزرگ نمودار ہوتے ہیں اور لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتے ہیں ”پڑھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔

لڑکے نے حیرت سے مسلمان بزرگ کی طرف دیکھا ”میں تو ہندو ہوں اور میرے ماں باپ نے مجھے یہی سکھایا ہے اوم ہرے کرشنا ہرے رام“۔ اہل ہنود کے عقائد کے مطابق یہ ان کا کلمہ ہے جسے پڑھ کر وہ ہندو دھرم میں داخل ہوتے ہیں۔

لڑکے کی بات سن کر مسلمان بزرگ نے فرمایا ”تم ہندو نہیں ہو مسلمان ہو اور تمہارا کلمہ یہ ہے۔ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں“۔ مسلمان بزرگ نے کلمہ طیبہ کی تلقین کی اور حیرت انگیز طور پر لڑکے نے بڑی روانی کے ساتھ وہ الفاظ دہرائے جنہیں دہرانے کے بعد ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

پھر لڑکے کی آنکھ کھل گئی اس نے دوسرے دن باپ کو اپنا خواب سناتے ہوئے کہا کہ اب وہ ہندو نہیں رہا مسلمان ہو گیا ہے۔

بیٹے کی بات سن کر باپ بدحواس ہو گیا اور فوری طور پر اسے لے کر لاہور کے سب سے بڑے پنڈت کے پاس پہنچا۔ اس نے لڑکے کی زبان سے پورا واقعہ سنا اور پھر اس کے باپ سے کہنے لگا۔

”یہ سب کچھ بیرونی اثرات کا نتیجہ ہے۔ مسلمان تیرے بیٹے کی تاک میں ہیں۔ وہ اسے خوابوں میں آ کر پریشان کر رہے ہیں تاکہ یہ ہندو دھرم سے بیزار ہو کر باہر سے آنے والوں کا مذہب قبول کر لے“۔

باپ پریشان ہو گیا اور اپنے دھرم ادھیکاری سے اس کا توڑ پوچھنے لگا۔ مہا پنڈت نے اپنی مذہبی کتابوں ”گیتا“ اور ”وید“ کے کچھ اشلوک (آیات) پڑھ کر پانی پر دم کیے اور وہ پانی اپنے ہاتھ سے لڑکے کو پلا دیا اور پھر بڑے غرور اور نخوت سے کہنے

Marfat.com

حافظ ملت اور تحریک اشرفیہ

مبارکپور میں حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ابتدائی ایام نہایت صبر آزما اور حوصلہ شکن تھے کہ رستم وسہراب بھی ہوتے تو ان کے پاؤں اکھڑ جاتے۔ ان ایام میں تن تنہا حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ایک ایسی جنگ لڑنی پڑی جسے فتح کرنے کے لیے مختلف صلاحیتوں کے ساتھ بے شمار افراد کی ضرورت تھی۔

اس دور کے چشم دید راویوں کی بہت بڑی تعداد دنیا سے رخصت ہوگئی۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کے بچے کھچے لوگوں میں یہ خاکسار بھی شامل ہے، جسے اس دور میں حافظ ملت کی ہم رکابی کا شرف حاصل تھا۔ پرانا مدرسہ جو آج مبارکپور کی پرانی بستی میں موجود ہے۔ یہ حافظ ملت کی درسگاہ تھی، جہاں بیٹھ کر انہوں نے اہل سنت کے ایک عظیم مستقبل کا نقشہ تیار

Marfat.com

لگا۔

"میں نے باہر سے آنے والوں کی بندش کر دی ہے۔ اب نہ وہ خوابوں میں آئیں گے اور نہ جاگتے میں لڑکے پر ان باتوں کا اثر ہو گا"۔

باپ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ پھر جب لڑکا سویا تو اسے وہی مسلمان بزرگ خواب میں نظر آئے اور دوسری بار کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ لڑکے نے بڑی روانی اور ذوق و شوق سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ بزرگ نے جاتے وقت ایک بار پھر فرمایا۔

"تم ہمارے ہو اور تمہیں ہم سے کوئی جدا نہیں کر سکتا"۔

لڑکے نے صبح اٹھتے ہی اپنا وہ خواب باپ کے سامنے بیان کر دیا مگر اس بار لڑکے کے چہرے پر پریشانی کے بجائے اطمینان اور خوشی کے آثار تھے۔ اس نے پر اثر لہجے میں اپنے باپ کے روبرو کلمہ طیبہ دہرایا اور بڑی معصومیت کے ساتھ کہا

"پتا جی! مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے آپ بھی پڑھیں"۔

باپ اور زیادہ پریشان ہو گیا اور دوبارہ مہا پنڈت کے پاس پہنچا۔ جواب میں مہا پنڈت نے نئے اشلوک پڑھ کر نئے پانی پر دم کر دیا اور ہدایت کی کہ تھوڑا تھوڑا پانی لڑکے کو چالیس دن تک پلایا جائے پھر اسے بیرونی اثرات سے مکمل طور پر نجات مل جائے گی۔

ایک ہندو باپ کی طرف سے یہ دفاعی تیاریاں جاری تھیں کہ ہونے والی ہو پڑی اور لاہور کے تمام بت پرست دیکھتے ہی رہ گئے۔ حسب معمول حضرت سید میراں حسین زنجانی جمعہ کے دن شہر کی گلیوں میں تبلیغ کر رہے تھے کہ اتفاقاً بلونت کور کا لڑکا بھی ادھر آ نکلا۔ جیسے ہی اس کی نظر حضرت سید میراں حسین کے چہرے پر پڑی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور حضرت شیخ کے قریب پہنچ کر بڑے والہانہ انداز میں کہنے لگا۔

"میں نے آپ کو پہچان لیا۔ آپ وہی ہیں جو میرے خوابوں میں آتے ہیں"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ بلونت

Marfat.com

کیا تھا۔آج روئے زمین کے دور دراز خطوں میں اہل سنت کے جو ہزاروں مراکز سرگرم عمل ہیں، یہ اسی نقشے کے خطوط ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر حافظ ملت علیہ الرحمہ تن تنہا مبارکپور تشریف لائے۔اس وقت انہیں چند محنتی طلبہ کی ضرورت تھی، چنانچہ میرے برادر اکبر حضرت علامہ آسی پیا حسنی مدظلہ العالی نے مجھے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے گہوارۂ علم وادب میں پہنچا دیا۔ جیسے ہی تعلیمی سلسلہ شروع ہوا اور مبارکپور میں اہل سنت کی ایک معیاری درسگاہ کے قیام کا غلغلہ قرب وجوار میں بلند ہوا، مذہبی حریفوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور تخریبی کاروائیوں کے لیے پورے ضلع سے ان کی بکھری ہوئی قوتیں مبارکپور میں سمٹ آئیں۔وہ اپنے زعم باطل میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ تن تنہا اور نو وارد مسافر کو کہ جس کے ہمنوا اور حامی بھی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، مبارکپور سے باہر نکالنا کون سا مشکل کام ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی شرارتوں کا آغاز کرتے ہوئے ایک جلسہ کا انعقاد کیا اور مذہب اہل سنت کی مخالفت میں اشتعال انگیز تقریریں کیں۔مبارکپور کی اکثریت ان کے ساتھ تھی، اس لیے ان کی تقریروں کا خاطر خواہ اثر پڑا۔لیکن دوسرے دن جب جوابی جلسہ ہوا اور حافظ ملت کی معرکۃ الآراء تقریر ہوئی تو جلسہ کے بعد ایسا محسوس ہورہا تھا کہ مبارکپور کے لوگ اندھیرے سے اجالے میں آگئے۔حزب مخالف کو لینے کے دینے پڑ گئے۔پہلے تو وہ وہاں کے عوام کو اپنے دیرینہ تعلقات کی بنیاد پر حافظ ملت علیہ الرحمہ سے توڑ دینا چاہتے تھے، لیکن اب خود ان کی عوام ٹوٹتی ہوئی نظر آنے لگی۔اس لیے اپنی عوام کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے پھر انہیں جلسہ کرنا پڑا۔اسی طرح چھ مہینے تک دونوں طرف جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا اور تقریروں کے تبادلے ہوتے رہے۔ حافظ ملت اور ان کے تلامذہ کی تقریروں کا مبارکپور کی عوام پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ مبارکپور کی مسلم آبادی کا تین چوتھائی حصہ ٹوٹ کر حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ہوگیا۔

Marfat.com

کور کے لڑکے کو گلے سے لگاتے ہوئے فرمایا "ہاں ہم وہی ہیں۔ جب ہم نے تمہاری ماں سے کہہ دیا تھا کہ تم ہمارے ہو' تو پھر ہم تمہیں کیسے چھوڑ سکتے تھے"۔

لڑکے نے بت پرستوں کے ہجوم میں باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور حضرت میراں حسین سے عرض کرنے لگا "مجھے اپنے ساتھ لے چلیں"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی لڑکے کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ باپ نے جب حضرت شیخ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

"ہم نے تمہیں بچے کی پیدائش سے پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہارے گھر پیدا ہونے والا لڑکا مسلمان ہو گا" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بلونت کور کے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "سو اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس بچے کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ اگر تم خوشی سے اپنے بیٹے کو جانے کی اجازت دے دو گے تو تمہارا بھی بھلا ہو جائے گا اور اگر کسی نے اسے روکنے کی کوشش کی تو یہ تمام بندشیں' دیواریں اور زنجیریں توڑ کر ہمارے پاس آجائے گا"۔

ابھی اس واقعے کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوسرے واقعے نے بت پرستوں کی صفوں میں انتشار برپا کر دیا۔

لاہور کے وسطی علاقے میں ایک امیر کبیر شخص رام چندر رہا کرتا تھا۔ عالیشان مکان' نوکر چاکر' بیوی بچے اور دنیا کی ہر آسائش۔ مگر وہ خود اپنی طویل و عریض کوٹھی کے چھوٹے سے کمرے میں اکیلا پڑا رہتا۔ نوکر دونوں وقت کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیتے اور تیزی کے ساتھ واپس چلے جاتے۔ بیوی بچے کبھی کبھی دروازے میں کھڑے ہو کر جھانک لیتے اور رام چندر انہیں پکارتا رہ جاتا۔

"کچھ دیر تو میرے پاس بیٹھو مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہارا شوہر ہوں پھر تم لوگ میرے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیوں کرتے ہو" یہ کہتے ہوئے رام چندر رو پڑتا۔

Marfat.com

چھ مہینے کا یہ زمانہ حافظ ملت کے لیے انتہائی مصروفیات کا زمانہ تھا۔ صبح سے شام تک تنہا اٹھارہ کتابوں کا درس، افتاء کا کام، عوام کی دینی، روحانی اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل اور شب میں تقریروں کا سلسلہ......ایک لمحے کے لیے بھی سکون واطمینان کا وقفہ دستیاب نہیں تھا۔ عصر سے مغرب تک جو تفریح کا وقت تھا، وہ جوابی تقریروں کی تیاری کے لیے مخصوص تھا۔ ہم چند محنتی طلبہ تفریح میں حضرت کے ساتھ ہو جاتے اور راستہ چلتے ہوئے حضرت کو شب گذشتہ ہونے والے حزب مخالف کے جلسہ کی رپورٹ سناتے تھے۔ حضرت اسی وقت برجستہ ان کے اعتراضات کے جوابات مرحمت فرماتے اور تقریر کرنے والے ساتھیوں کے درمیان اس دن کے جلسہ کے لیے الگ الگ موضوع بھی تقسیم فرمادیتے۔

اس چھ مہینے کی مدت میں حضرت حافظ ملت کے علمی تبحر اور فکری بصیرت کی گہرائی واستقلال کا قوم نے جتنا سخت امتحان لیا، اس دور میں اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکے گی۔ آج مبارکپور کے مسلمانوں کی یہ خصوصیت عالمگیر شہرت حاصل کر چکی ہے کہ دین کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے میں وہ منفرد کردار کے مالک ہیں، لیکن تصویر کا یہ رخ اب تک مؤرخین کی نگاہوں سے اوجھل ہے کہ گوشت اور پوست کے ڈھانچے میں جذبات کا یہ تلاطم کس کی نظر کیمیاء اثر نے برپا کیا ہے؟..........دنیا سے انصاف کا چراغ اگر گل نہیں ہوا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ علم وحکمت کے عروج وارتقا میں جو کارواں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سربراہی میں پرانے مدرسے کے کھنڈر سے روانہ ہو کر اشرفی روڈ کی دو منزلہ عمارت تک پہنچا اور پینتیس سالوں کے بعد اپنے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں فرزندوں کو اپنے جلو میں لیے ہوئے آج عربی یونیورسٹی کی شکل میں مبارکپور کے باہر ایک کھلے ہوئے میدان میں فروکش ہے، یہ طویل کہانی تنہا حافظ ملت کی ایک ذات کے گرد گھوم رہی ہے۔

ایک بے آب وگیاہ ویرانہ تاحد نظر علوم ومعارف کے شاداب گلشن میں یوں ہی نہیں تبدیل ہو گیا.........مسکراتے ہوئے لالہ زاروں........اور مہکتے ہوئے غنچوں کے

Marfat.com

بہت سے یار دوست جو اس کے ساتھ دونوں وقت دسترخوان پر موجود رہتے تھے' اب ان کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ عیش و عشرت کی ساری محفلیں اجڑ کر رہ گئی تھیں اور اب رام چندر ایک کوٹھڑی میں اکیلا پڑا اپنے ماضی کو یاد کرتا رہتا تھا۔ بیوی بچوں اور یار دوستوں نے ملنا جلنا اس لئے ترک کیا تھا کہ رام چندر جذام (کوڑھ) کے خوف ناک مرض میں مبتلا تھا۔ سیکڑوں ویدوں سے علاج کروانے کے باوجود اس کی بیماری روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ رام چندر کا پورا جسم جذام کی لپیٹ میں تھا۔ زخموں سے بہنے والی پیپ اس قدر متعفن تھی کہ کوئی شخص چند لمحوں کے لئے بھی رام چندر کے پاس کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کا چہرہ بگڑ کر مسخ ہو گیا تھا اور ہاتھ پیروں کی انگلیاں بھی گلنا شروع ہو گئی تھیں۔

جب کوئی نیا وید (حکیم) رام چندر کے علاج کی غرض سے اس کے پاس آتا تو وہ رو رو کر ایک ہی بات کہتا "مجھ سے میری ساری دولت لے لو مگر اس عذاب سے نجات دلا دو۔ میں محنت مزدوری کر لوں گا مگر لوگوں کو اپنا چہرہ تو دکھا سکوں گا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تو کھا سکوں گا"۔

نئے آنے والے وید جھوٹی تسلیاں دے کر چلے جاتے۔ حقیقتاً" ان کے پاس جذام کا کوئی علاج نہیں تھا اور یہ راز رام چندر بھی جانتا تھا کہ اس کا مرض لاعلاج ہے۔ وہ روزانہ اس موت کا مشاہدہ کرتا جو آہستہ آہستہ اس کے جسم پر نازل ہو رہی تھی۔ ایک دن اس کے کسی نوکر نے اس کو حضرت سید میراں حسین زنجانی اور اس لڑکے کے ساتھ ہونے والے احوال کا واقعہ سنایا۔ یہ ایک انہونی تھی۔ اس انہونی کا قصہ سن کر رام چندر مضطرب ہو گیا۔

"مجھے بھی اس مسیحا کے پاس لے چلو جس کی دعاؤں سے ایک بانجھ عورت کا ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے"۔

رام چندر کی جسمانی حالت یہ تھی کہ زخموں کی کثرت کے باعث وہ پورے

Marfat.com

پیچھے جہاں حافظ ملت کے پسینے کی خوشبو اور ان کے خون جگر کی سرخی کارفرما ہے............
وہاں ان کے بے مثال ایثار واخلاص............ناقابل تسخیر عزم واستقلال........قلوب کو
پگھلا دینے والا زہد وتقویٰ ....اور سفر وحضر میں ....خلوت وجلوت میں
.........اندھیرے میں ....اجالے میں ....دیس پردیس میں ....صحرا میں
.........آبادی میں ....ملکوتیوں کی طرح ان کے کردار کا تقدس مبارکپور کی عظیم تاریخ کا
نقطۂ آغاز بھی اور حرف اخیر بھی ہے۔

مولائے غافر وقدیر کی بے پایاں رحمتیں اس شہید وفا کی تربت پر ہمیشہ برستی
رہی..........جس کی برستی ہوئی آنکھوں کا آبشار آج بھی دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

کپڑے بھی نہیں پہن سکتا تھا مگر ایک مسلمان درویش کی خانقاہ میں جانے کے لئے رام چندر نے مکمل لباس پہنا اور اپنے نوکروں کے ہمراہ پالکی میں سوار ہو کر حضرت سید میراں حسین کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوا کہ دروازے کے باہر پالکی رکوا کر حضرت شیخ کے نام پیغام بھجوایا کہ "میں اندر آنے کے لائق نہیں ہوں۔ براہ کرم خانقاہ سے باہر آنے کی زحمت کیجئے اور مجھے بس ایک نظر دیکھ لیجئے"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے رام چندر کی درخواست سنی اور اپنے ایک خدمت گار کو حکم دیا "آنے والے سے کہو کہ بے جھجک اندر چلا آئے۔ ہمارے یہاں چھوت کا کوئی گزر نہیں"۔

رام چندر نے ایک مسلمان درویش کا پیغام سنا تو شدت جذبات سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر جب وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے روبرو پہنچا تو زخموں کی تکلیف سے کراہ رہا تھا "اے مہاوانی (مرد سخی) مجھے بھی اپنی محبت کی بھیک دے۔ اس حالت میں تو میرے بیوی بچے بھی مجھ سے دور بھاگنے لگے ہیں۔"

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے پر جلال لہجے میں فرمایا "انسان کو جو کچھ ملتا ہے اسی قادر مطلق کی بارگاہ سے ملتا ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے اور جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر انسان کسی کو کچھ دینے کے لائق ہوتا تو اب تک تمہاری بیماری دور ہو چکی ہوتی۔ ہم بھی دوسرے آدم زادوں کی طرح عاجز و مجبور ہیں مگر تمہاری شفایابی کے لئے خالق عالم اور شافی مطلق کی بارگاہ میں اپنا دامن پھیلائیں گے۔ صبر اور یقین کے ساتھ انتظار کرو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تھوڑا سا پانی دم کر کے جذام کے مریض کو دیا۔ رام چندر نے جیسے ہی وہ پانی پیا اس کے زخموں کی سوزش ختم

Marfat.com

حافظ ملت
اور احیاء دین کی عظیم تحریک

رئیس یاد ہیں لاکھوں حکایتیں لیکن
کوئی سنے تو سناؤں کوئی کہے تو کہوں

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ ورضوان اپنے ذاتی فضائل وکمالات، اپنے جذبۂ ایثار واخلاص، اپنے زہد وتقویٰ، اپنے علمی تجربہ، اپنی علمی حکمت وفراست، اپنے مقام تقرب وعرفان، اپنے اخلاقی محاسن ومکارم کے اعتبار سے جس مقام بلند پر فائز تھے، اس کا اعتراف دوست تو دوست دشمن کو بھی ہے۔ لیکن جس خصوص میں انہوں نے اپنے عصر ہی نہیں بلکہ اپنے ماضی کے بھی ہزاروں علماء کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، وہ ہے انکی مردم سازی اور نسل انسانی کے احیاء کا مشن ....اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس کا تسلسل موت کا فرشتہ بھی نہیں توڑ سکا۔ علم وآگہی اور شخصیت سازی کا جو چشمۂ فیض ان کی حیات ظاہری

Marfat.com

ہو گئی اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے انتہائی شکر گزاری کے لہجے میں کہا۔

"اے مہاتما! آج کے بعد مجھے تیری یہ سبھا (محفل) اپنے گھر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میرے اہل خانہ زخموں سے اٹھنے والے تعفن کے باعث میرے قریب بھی نہیں آتے تھے مگر تجھے اور تیرے سیوکوں (خدمت گاروں) کو سلام کہ کسی نے میرے ساتھ چھوت چھات نہیں برتی۔ اگر میں اس عذاب ناک مرض سے نجات پا گیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ساری دولت تیرے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا"۔

رام چندر کا جوش جذبات دیکھ کر حضرت سید میراں حسین نے تبسم فرمایا "ہم اہل ایمان کسی مفاد میں اجرت کے لئے بیمار انسانیت کی خدمت نہیں کرتے۔ تمہاری دولت کے ڈھیر تمہیں مبارک" یہ کہہ کر حضرت شیخ نے کچھ اور پانی دم کر کے رام چندر کو دے دیا اور ہدایت کی کہ جب بھی وہ غسل کرے تو اس پانی کے چند قطرے غسل کے پانی میں ملا لے۔

رام چندر نے حضرت سید میراں حسین کی ہدایت پر عمل کیا اور دس دان کے اندر اندر مکمل صحت یاب ہو گیا۔ اب اس کے جسم پر کوڑھ کا ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا۔ رام چندر کے بیوی بچوں اور احباب کے لئے یہ بات ناقابل یقین تھی مگر پھر انہیں یقین کرنا ہی پڑا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہیں۔ رام چندر کو لاعلاج بیماری سے نجات حاصل ہو چکی تھی۔

Marfat.com

میں جاری تھا وہ آج بھی جامعہ کے احاطے میں ابل رہا ہے۔حافظ ملت نے بے آب وگیاہ میدان میں جس چشمۂ فیض کی بنیاد رکھی ،وہ محض حسن اتفاق کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ ان کی فکر رسا نے اچھی طرح اس حقیقت کا سراغ لگا لیا تھا کہ کوئی قوم اپنے قائد کے بغیر نہ اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے اور نہ اپنے تشخص کا تحفظ کر سکتی ہے اور یہ نکتہ بھی ان کی نگاہ سے مخفی نہیں تھا کہ تعلیم کے بغیر قیادت کی صلاحیتوں کا ابھرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لیے حقائق کی روشنی میں انہوں نے ایک ایسے آفاقی سطح کے دینی تعلیمی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا، جہاں سے علمائے اسلام کی بارآور نسل ہمیشہ پیدا ہوتی رہے۔

اس راہ کی مشکلات سے وہ پوری طرح باخبر تھے،لیکن آنے والی نسلوں کو دین حق کے ساتھ مربوط رکھنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی شکل بھی نہیں تھی۔ یہ حقیقت بھی ان کی نگاہ سے اوجھل نہیں تھی کہ کسی ہمہ گیر تعلیمی منصوبے کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔بہترین اسٹاف اور ضرورت کے مطابق عمارتیں۔

جہاں تک اسٹاف کا سوال تھا، اسے اپنی تیس سالہ مدت تدریس میں انہوں نے خود ہی تیار کر لیا تھا۔علم وفن کے مختلف اصناف میں خود ان کے پیدا کردہ ماہرین اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ جہاں بھی وہ بیٹھا دیے جاتے ایک دینی یونیورسٹی کی بنیاد پڑ جاتی۔اس لیے اب صرف سوال عمارتوں کی تیاری کا تھا۔چنانچہ اس کے لیے انہوں نے مبارکپور کے باہر زمینوں کی خریداری کا سلسلہ شروع کیا۔جب ۱/۳۳ ایکڑ زمین کا وسیع رقبہ حاصل ہو گیا تو اب کام کے آغاز کی انہیں فکر لاحق ہوئی۔

واضح رہے کہ اس وقت حافظ ملت دارالعلوم اشرفیہ کے صرف صدر مدرس تھے۔ انتظامی امور میں وہ اتنے بااختیار نہیں تھے کہ کوئی منصوبہ صرف اپنی صوابدید پر شروع کر سکیں۔اس لیے انہیں اپنے منصوبے کے آغاز کے لیے مجلس انتظامیہ سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت پڑی۔مگر اس میں کامیابی ہوتی نظر نہ آئی۔جب انہیں یقین ہو گیا کہ

Marfat.com

پھر اہلیان لاہور نے وہ عجیب منظر دیکھا جب شہر کا رئیس اپنے ملازمین اور بیوی بچوں کے ساتھ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ کی طرف جا رہا تھا۔ ملازمین کے سر پر کئی خوان رکھے ہوئے تھے۔ رام چندر اور اس کے بیوی بچے شاندار گھوڑا گاڑیوں میں سوار تھے اور خوان بردار ملازمین پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

خانقاہ پہنچ کر رام چندر نے وہ سارے خوان حضرت سید میراں حسین کے قدموں میں رکھ دئے۔ ان خوانوں میں سونے اور چاندی کے سکے بھرے ہوئے تھے۔ "اے مہاتما! میرے تن کا روگ جاتا رہا۔ اب میں اپنا وعدہ وفا کرنے آیا ہوں۔ میرے پاس جو کچھ تھا میں آپ کی نذر کر رہا ہوں"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے خوان پوش الٹ کر دیکھا۔ سونے اور چاندی کے سکے دمک رہے تھے۔ "تم اپنے وعدے کے سچے تھے سو تم نے اپنا عہد نبھایا" حضرت میراں حسین نے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ "فقیر نے بھی تمہیں بہت پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ اہل ایمان کسی معاوضے یا اجرت کے لئے بیمار انسانیت کی خدمت نہیں کرتے"۔

رام چندر نے بہت خوشامد کی کہ کسی طرح حضرت سید میراں حسین اس کی نذر قبول کرلیں یہاں تک کہ اس نے حضرت شیخ زنجانی کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا مگر مرد قلندر کے ہونٹوں پر حرف انکار ہی رہا۔ پھر جب رام چندر گریہ زاری کرنے لگا تو حضرت سید میراں حسین نے اس کی تالیف قلب کے لئے فرمایا "اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو پھر کچھ نقد رقم اور کپڑے محتاجوں میں تقسیم کردو اور اپنے طور پر سمجھ لینا کہ ہم نے تمہاری نذر قبول کرلی"۔

رام چندر نے وہ رقم خانقاہ کے خدمت گاروں کو دینی چاہی مگر حضرت سید

Marfat.com

مبارکپور کی سرزمین پر وہ اپنے فکری منصوبے کو عملی شکل نہیں دے سکتے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ملک کے کسی بھی خطے میں اس کام کا آغاز کیا جائے گا۔

حافظ ملت کی عزیمت و استقامت کے سیل رواں کے سامنے مشکلات کی کوئی دیوار کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جگہ کے انتخاب کے سلسلہ میں حضرت موصوف نے مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ کی قیادت میں ایک سہ رکنی وفد کی تشکیل فرمائی، جس کے ارکان میں یہ راقم الحروف اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی علیہ الرحمہ بھی شامل تھے۔ اتر پردیش کے چند مقامات کی نشاندہی فرماتے ہوئے حضرت نے وفد کو واضح طور پر ہدایت فرمائی کہ کس کس رخ سے ان سارے مقامات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

وفد کو جن مقامات کا سروے کرنا تھا، ان میں مغل سرائے، سلیم پور، گورکھپور اور بلرام پور شامل تھے۔ ایک ہفتے کے بعد جب یہ وفد واپس لوٹا اور ان کے سامنے جائزے کی رپورٹ پیش کی تو حضرت نے بلرامپور کو اپنے منصوبے کے آغاز کے لیے پسند فرمایا، کیونکہ وہاں کے چند باہمت اور حوصلہ مند افراد نے ابتدائی مرحلے میں سو بیگھے زمین کا رقبہ مجوزہ تعلیمی مرکز کے لیے وقف کرنے کی پیش کش کی تھی۔

جگہ کا مسئلہ طے ہو جانے کے بعد اب حضرت نہایت خوشی کے ساتھ بلرامپور منتقل ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ شدہ شدہ یہ بات مبارکپور کے چند سنی مسلمانوں کو معلوم ہوگئی اور جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر سارے قصبے میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ ایک دن قصبہ کے ذی اثر مسلمانوں کا ایک نمائندہ وفد اس خبر کی تصدیق کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب میں عمر کے آخری مرحلے سے گزر رہا ہوں۔ میری زندگی کی آخری خواہش ہے کہ جماعت اہل سنت کے مذہبی مستقبل کے تحفظ کے لیے جو منصوبہ میرے ذہن میں ہے، اسے اپنے سفر آخرت سے پہلے زمین پر منتقل کردوں۔ اس لیے اب میں نے اپنی اس علمی تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے

Marfat.com

میراں حسین زنجانی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "میرے ساتھی بہت آسودہ حال ہیں۔ اس صدقہ و خیرات پر تو محتاجوں کا حق ہے"۔

حضرت شیخ کی شان استغنا دیکھ کر رام چندر نے عرض کیا "میں خود کو غلامی کے لئے پیش کر سکتا ہوں کیا مجھے بھی قبول نہیں فرمائیں گے" یہ کہتے کہتے رام چندر شدت جذبات سے مغلوب ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

"ہاں اگر تم چاہو تو اس فقیر سے نیا رشتہ قائم کر سکتے ہو" حضرت سید میراں حسین نے اپنے مخصوص دل نواز تبسم کے ساتھ فرمایا۔

یہ سنتے ہی رام چندر نے اپنی کمر اور گردن کے گرد پڑا ہوا جینو (مذہبی دھاگا) توڑ دیا اور ماتھے کے قشقے کو کھرچ دیا۔ پھر اللہ کی وحدانیت اور خاتم النبین ﷺ کی رسالت پر اس طرح گواہی دی کہ لاہور کے بت پرست حلقے حیران رہ گئے۔ آج ان کی صفوں کا ایک ممتاز رکن سیکڑوں خداؤں کا انکار کر کے نہ صرف خدائے واحد پر ایمان لے آیا بلکہ لاہور کا رئیس اعظم ایک درویش بے سروساماں کے آستانے پر جھاڑو لگا رہا تھا۔ جب بت پرست رام چندر کو جاروب کشی کرتے دیکھتے تو بے اختیار کہہ اٹھتے۔

"یہ کیسا جادو ہے کہ اپنا مذہب بھی ترک کر دیا اور دنیا کے عیش چھوڑ کر ایک سادھو کے سوکھے ٹکڑے گوارا کر لئے"۔

قبول اسلام کے بعد حضرت سید میراں حسین نے رام چندر کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا۔

یہ حضرت شیخ زنجانی کی بڑی کرامت تھی۔ رام چندر لاہور کا وہ پہلا مسلمان تھا جس نے اسلام کی خاطر اپنی دولت و امارت کو خیرباد کہا۔

ایک دن حضرت سید میراں حسین زنجانی کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانی آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ سارا دن دونوں بھائی مذہبی امور پر گفتگو کرتے رہے پھر حضرت سید میراں حسین نے برادر خورد سے پوچھا

Marfat.com

دوسری جگہ کا انتخاب کر لیا ہے۔اور ایک دن کا وقت ضائع کیے بغیر میں وہاں منتقل ہو رہا ہوں۔انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ دارالعلوم اشرفیہ کا نہ کوئی اسٹاف میرے ساتھ جائے گا اور نہ کوئی طالب علم۔اس لیے میرے یہاں سے ہٹ جانے کے بعد بھی یہ کارخانہ اسی طرح چلتا رہے گا، کیوں کہ اس چمنستان علم و مکتب کو بھی میں اسی طرح آباد اور پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت کا یہ جواب سن کر لوگ واپس لوٹ گئے اور سارے قصبے و مضافات کے سنی مسلمانوں کی ایک بہت بڑی مجلس شوریٰ ان لوگوں نے بلوائی اور انہیں حضرت علیہ الرحمہ کے فیصلہ سے مطلع کیا۔

یہ سننا تھا کہ ہزاروں افراد پر مشتمل سارا مجمع چیخ اٹھا کہ حضرت کو کسی قیمت پر یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ہم ان کے دروازے پر اپنے بال بچوں کے ساتھ دھرنا دیں گے اور جب تک وہ اپنا ارادہ نہیں بدلیں گے ہم وہاں سے نہیں لوٹیں گے۔اسی میٹنگ میں یہ بات بھی متفقہ طور پر طے پائی کہ حضرت طے کردہ اپنے تعلیمی منصوبے کا آغاز مبارکپور ہی کی سرزمین پر کریں اور کل کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی کریں۔

اسی مجلس میں حاضرین کے مطالبے پر دارالعلوم کی انتظامیہ تحلیل کر دی گئی اور دارالعلوم کے سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے ادارے کا سارا نظام ان کے ہاتھوں منتقل کر دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

جب مجلس شوریٰ کی یہ تجویز لے کر لوگ حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اسے پسند نہیں کیا، لیکن جب رائے عامہ کا دباؤ زیادہ بڑھ گیا تو مجبوراً انہیں مبارکپور چھوڑنے کا ارادہ بدلنا پڑا اور اپنے منصوبے کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا ارادہ منسوخ کرنا پڑا۔حضرت کے اس فیصلے سے مبارکپور اور مضافات کے سنی مسلمانوں میں عید جیسی مسرت کی لہر دوڑ گئی۔اس کے بعد ہی حضرت کا کارواں فکر و عمل پوری تیز رفتاری کے ساتھ

Marfat.com

"تمہارے علاقے میں اہل ہنود کا کیا حال ہے"۔

جواب میں حضرت یعقوب زنجانی نے اداس لہجے میں عرض کیا "تمام تقریریں اور وعظ رائیگاں جاتے ہیں۔ ان پتھر دلوں پر کلام نرم و نازک کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں آپ کے حکم کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہوں۔ اگر اجازت دیں تو وطن واپس لوٹ جاؤں۔"

چھوٹے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سید میراں حسین نے فرمایا ہم اسی کے حکم سے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور اسی کے حکم سے اس کا پیغام گھر گھر پہنچاتے ہیں۔ بت پرست تو یہی چاہیں گے کہ وہ اپنے کانوں' دلوں اور گھروں کے دروازے بند کرلیں۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ مسلسل دستک دیتے رہیں۔ اب یہ تقدیر الٰہی پر منحصر ہے کہ کفار ہند اپنے دروازے کھولتے ہیں یا مقفل کر لیتے ہیں۔ ہدایت کو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ ہمارا کام تو گم کردہ راہ مسافروں کو سمجھانا ہے کہ ان کے راستے میں کبھی نہ بجھنے والی آگ کا گڑھا ہے۔ سنبھل کر چلیں اور اپنے آپ کو اس کا ایندھن بننے سے بچائیں۔ حضرت سید میراں حسین نے چھوٹے بھائی کو تسلی دی اور اشارۃً انہیں تبلیغ کا طریقہ بھی بتایا۔

الغرض اسی قسم کی گفتگو میں پورا دن گزر گیا یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی۔ حضرت یعقوب زنجانی نے بڑے بھائی کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد بھی کچھ دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور رات کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا۔ آخر یعقوب زنجانی نے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا "تاریکی زیادہ ہو گئی ہے کل نماز فجر کے بعد چلے جانا"۔

حضرت یعقوب زنجانی ٹھہر گئے مگر فوراً ہی عرض کی "آپ رات کا کھانا کس وقت کھاتے ہیں"۔ حضرت یعقوب زنجانی کو شدید بھوک لگی تھی اس لئے اپنی خواہش کا اظہار دوسرے انداز سے کیا۔

چھوٹے بھائی کے سوال سے پہلے ہی حضرت میراں حسین زنجانی دل میں خیال

Marfat.com

اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

سب سے پہلے دار العلوم کی نئی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا اور انہیں اپنے منصوبے کی تفصیلات سے باخبر کرتے ہوئے قصبے کے باہر وسیع خطۂ اراضی پر درسگاہ کی مرکزی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے ایک ''تعلیمی کانفرنس'' کے انعقاد کی بات مجلس کے سامنے رکھی، جسے سارے ارکان نے بہت جوش و خروش کے ساتھ منظور کیا۔ اسی مجلس میں کانفرنس کی تیاریوں کے لیے ایک مجلس استقبالیہ کی تشکیل بھی عمل میں آئی۔ اس کے بعد راقم الحروف کو جمشید پور سے بلوایا اور میرے ذمہ تین کام سپرد فرمائے۔

پہلا کام تھا منصوبے کے پھیلاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی ضروریات کے مطابق عمارتوں کا خاکہ تیار کرنا اور مرکزی درسگاہ کی عمارت کے لیے نہایت پرشکوہ اور دیدہ زیب نقشہ جمشید پور میں کسی ماہر انجینئر سے تیار کرانا۔

دوسرا کام تھا عمارت کی سنگ بنیاد کے لیے مجوزہ ''تعلیمی کانفرنس'' کے انعقاد کو اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ آخری شکل دینا۔

تیسرا کام تھا تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لیے اساتذہ اور منتظمین کے مشورہ سے مندوبین کی ایک جامع فہرست تیار کرانا۔

کئی دن کی محنت کے بعد جب فہرست تیار ہوگئی تو مندوبین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ذمہ داری حضرت نے دار العلوم کے نظماء کے سپرد فرمائی۔ دوسری طرف حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی سربراہی میں دار العلوم کے اساتذہ اور ماہرین تعلیمات پر مشتمل ایک دستور ساز مجلس کی تشکیل فرما کر دار العلوم کے لیے ایک جامع دستور کی تدوین کا کام بھی اس کے سپرد کر دیا۔

حضرت کی ہدایات کے مطابق سارے لوگ اپنے اپنے کام پر لگ گئے۔ میں نے بھی ٹاٹا اسٹیل کمپنی کے ایک ماہر انجینئر سے مرکزی درسگاہ کی دو منزلہ عمارت کا نہایت

Marfat.com

کر چکے تھے کہ آج اگر گھر میں کھانے کو کچھ ہوتا تو یعقوب زنجانی کی تواضع کرتے۔ پھر جب چھوٹے بھائی نے خود ہی کھانے کے بارے میں سوال کر ڈالا تو حضرت سید میراں حسین نے مسکراتے ہوئے فرمایا "آج رزاق عالم کا خاص فضل ہے" جب کبھی گھر میں فاقہ ہوتا تو حضرت میراں حسین شکرانے کے طور پر یہی جملہ دوہرایا کرتے تھے۔

حضرت یعقوب زنجانی بڑے بھائی کے اس لطیف اشارے سے یہی سمجھے کہ آج حضرت شیخ نے ان کی دعوت کا خاص انتظام کیا ہے۔ "تو پھر کسی خادم سے کہیئے کہ فوراً دستر خوان لگائے۔ بھوک اپنے عروج پر ہے"۔

چھوٹے بھائی کی بات سن کر حضرت شیخ زنجانی کے ہونٹوں کا تبسم مزید نمایاں ہو گیا۔ "فضل خاص کا مفہوم یہ ہے کہ آج فقیر کے گھر فاقہ ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو روٹی کا کبھی محتاج نہیں کیا۔ بے شک وہ غنی ہے اور اپنے نام لیواؤں کو بھی مستغنی کر دیتا ہے"۔

بڑے بھائی کے ارشادات سن کر حضرت یعقوب زنجانی نے بھی باآواز بلند کہا "الحمدللہ"۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے چہرے پر اطمینان و سکون کا آثار پیدا ہو گئے جیسے بھوک کی شدت میں بہت زیادہ کمی آگئی ہو۔

ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ حضرت سید میراں حسین نے چھوٹے بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا "یعقوب ذرا دیکھو اس وقت کوئی ضرورت مند آیا ہے؟"

حضرت یعقوب زنجانی تیزی سے اٹھے اور دروازہ کھول کر دیکھا ایک شخص بہت بڑا خوان لئے کھڑا ہے۔ حضرت یعقوب زنجانی کے سامنے آکر اس شخص نے خوان آگے بڑھاتے ہوئے کہا "درویشوں کے لئے کچھ کھانا لایا ہوں قبول کر لیں"۔

حضرت یعقوب زنجانی نے اس شخص کا لایا ہوا خوان لے لیا اور کھانا لانے

Marfat.com

شاندار نقشہ تیار کروایا، جسے حضرت نے بے حد پسند فرمایا۔ اس کے بعد ہم لوگ تعلیمی کانفرنس کی تیاریوں میں لگ گئے۔ پوسٹر، دعوت نامے، رضا کاروں کے بیج، مجلس استقبالیہ کے مختلف دفاتر کے ٹوکن اور سکریٹری رپورٹ......... یہ سارے کاغذات ہم نے اپنے اہتمام میں کلکتہ کے مختلف پریسوں میں چھپوائے۔ اس کے بعد قصبہ کے باہر مجوزہ میدان میں کانفرنس کے لیے خیموں کا شہر بسانے کا کام شروع ہوا۔

سب سے پہلے ہم نے لق و دق میدان کو مختلف مقاصد کے لیے مندرجہ ذیل خطوں میں تقسیم کیا:

جلسہ گاہ کا خطہ، استقبالیہ، انتظامیہ، معلومات اور رضا کاروں کے دفاتر کا خطہ، ہوٹلوں اور دکانداروں کا خطہ، صوبہ وار مہمانوں کی قیام گاہوں کا خطہ، وضوخانہ، طہارت خانہ اور نماز گاہ کا خطہ، علماء، مشائخ اور خطباء کی قیام گاہ کا خطہ....... چونکہ وہ موسم گرمی کا تھا اس لیے پانی کی سبیلوں اور پندرہ ہنڈ پائپ نصب کرنے کے لیے ایک خطہ نامزد کیا گیا۔ اخبارات کے نمائندوں کے لیے پریس گیلری کا خطہ۔

اس کے بعد الگ الگ خطوں میں چھوٹے بڑے شامیانوں، قناتوں اور چھولداریوں کے ذریعہ ایک شہر بسانے کا کام شروع ہوا۔ جیسے جیسے کانفرنس کی تاریخیں قریب آتی جارہی تھیں میدان کی رونق اور چہل پہل بڑھتی جارہی تھی۔ رات رات بھر مجلس استقبالیہ کے رضا کار وممبران اسٹیج نصب کرنے، جگہ جگہ دروازے بنانے، جھنڈوں اور جھنڈیوں کا چمن سجانے، اسٹیج کی آرائش اور جلسہ گاہ کی زیب و زینت اور نقش و نگار کے کام میں مصروف نظر آتے تھے۔

چونکہ اس وقت تک مبارکپور میں لوگ تقریبات کے موقع پر گیس بتی استعمال کرتے تھے، اس لیے جس دن پانچ طاقتور جنریٹروں کے ذریعہ اس میدان میں ہزاروں بلب اور کئی سوٹیوب لائٹیں روشن ہوئیں، مبارکپور کا یہ ویران خطہ سچ مچ ایک خوبصورت شہر

Marfat.com

والے سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"شیخ مجھے جانتے ہیں" اس شخص نے آہستگی سے کہا۔

حضرت یعقوب زنجانی خوان لے کر اندر گئے اور حضرت سید میراں حسین کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت شیخ نے خوان پوش ہٹایا تو اکیس روٹیاں' سالن اور میٹھے چاول موجود تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سب کے سب تازہ تھے اور ان سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لگتا تھا روٹیاں ابھی تندور سے نکالی گئی ہیں اور سالن سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ چولہے پر چڑھی ہوئی ہانڈی یا دیگ سے نکالا گیا ہے۔

"یہ کون مہربان دے گیا ہے؟" حضرت میراں حسین نے چھوٹے بھائی سے سوال کیا۔

"اس نے نام تو نہیں بتایا مگر اتنا ضرور کہا کہ شیخ مجھے جانتے ہیں" حضرت یعقوب زنجانی نے عرض کیا۔

حضرت میراں حسین زنجانی بہت تیزی سے اٹھے اور خانقاہ سے باہر نکل کر دیکھا۔ چاندنی رات تھی مگر دور دور تک کسی انسان کا عکس تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت حضرت زنجانی دریائے راوی کے کنارے قیام پذیر تھے۔ اس ویران مقام پر آپ کی خانقاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مکان بھی نہیں تھا اس لئے کھانا لانے والا کوئی پڑوسی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت شیخ زنجانی کچھ دیر تک چاروں طرف دیکھتے رہے پھر خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔ پھر اپنے تین خدمتگاروں کو طلب کیا اور ان کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔

"بڑا متواضع شخص تھا" حضرت یعقوب زنجانی نے اجنبی شخص کے لائے ہوئے لذیز کھانے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"آج تم جو مہمان تھے" حضرت میراں حسین زنجانی نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "مہمانوں کا خیال تو رکھنا ہی پڑتا ہے ورنہ وہ جب بھی آتا ہے ہمارے لئے

Marfat.com

میں تبدیل ہو گیا۔ پھر تو پنڈالوں، خیموں، شامیانوں اور قناتوں کے اس عارضی شہر کو دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ آنے لگے۔ رات دن تماشائیوں کی بھیڑ لگی رہنے کی وجہ سے چائے پان اور شربت وغیرہ کی دکانیں بھی لگ گئیں۔ اب یہ ویرانہ قصبہ اور مضافات کے لیے بہترین تفریح گاہ بن گیا۔ شام کے وقت بھیڑ اتنی بڑھ جاتی کہ کانفرنس سے پہلے ہی کانفرنس کا سماں بن جاتا۔ یہ ساری تفصیلات صرف اس لیے قلم بند کر رہا ہوں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی اس تحریک کے ساتھ علاقے کے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی کا کیا عالم تھا۔

کانفرنس کی تاریخ سے ایک دو دن قبل ہی سے مہمانوں کے ورود مسعود کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ملک کا کوئی ایسا خطہ نہیں تھا جہاں سے مشاہیر علما، نامور اساتذہ اور شعلہ نوا خطباء کے قافلے نہ اترتے ہوں اور نوجوان افاضل کی تو کوئی گنتی نہیں تھی۔ چوٹی کے اکابر میں سے جو اہم شخصیتیں اس تاریخی تقریب میں جلوہ افروز ہوئیں، ان میں تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت منبع خیر و برکت حضور مفتی اعظم ہند زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف، امیر کارواں سیادت و قیادت سید العلماء حضرت علامہ شاہ مفتی سید آل مصطفیٰ صدر کل ہند سنی جمیعۃ العلماء ممبئی، امین شریعت و طریقت سلطان المتکلمین علامہ شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب، پیکر فکر و غنا تارک ماسوا مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، امام عمل و فن شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین صاحب قبلہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آج ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۶ مئی ۱۹۷۲ء کی نورانی تاریخ تھی۔ آج کا دن اہل سنت کی تمام دینی اور علمی تاریخ کا سب سے بڑا دن تھا۔ آج ہی بعد نماز عصر تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کے مبارک ہاتھوں سے علم و دانش کے ایک مردم خیز شہر کا سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا۔ مفتی اعظم اور دوسرے اکابر کی قیام گاہ دارالعلوم اشرفیہ کی

Marfat.com

روکھی سوکھی غذا ہی لے کر آتا ہے۔ آج تمہارے طفیل ہمیں بھی پر تکلف کھانا مل گیا"۔

"یہاں دور دور تک کوئی مکان نہیں۔ وہ شخص بہت دور سے آیا ہو گا۔ پھر کھانا اس قدر گرم کیوں تھا۔ پڑوس سے آنے والا کھانا بھی اس قدر تازہ نہیں ہوتا"۔

حضرت یعقوب زنجانی کھانا لانے والے شخص کے بارے میں جاننا چاہتے تھے مگر حضرت سید میراں حسین زنجانی اٹھ کر اپنے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی پر یہ راز فاش نہیں کرنا چاہتے تھے کہ کھانا لانے والا شخص رجال الغیب (مردان غیب) میں سے تھا۔

جس طرح کائنات کا انتظام جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے متعین فرمائے ہیں اسی طرح بعض امور کی انجام دہی کے لئے "رجال الغیب" کو بھی مقرر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنی ظاہری ساخت کے اعتبار سے انسان ہی ہوتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کی آنکھ سے اوجھل رہتے ہیں ہاں جب حق تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو یہ ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح "مردان غیب" کو بھی بہت سی طاقتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اگر کوئی مرد غیب چاہے تو سیکڑوں میل کا فاصلہ چند منٹوں میں طے کر سکتا ہے۔

رجال الغیب کی یہ طاقت اسی روحانی عمل کے مطابق ہے جس کا مظاہرہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف ابن برخیاہ نے سر دربار کیا تھا۔ آصف ابن برخیاہ کتاب کا علم رکھتے تھے اور اسی علم کے ذریعے آپ نے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکتے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ظاہر کر دیا تھا۔ اس واقعے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

حضرت یعقوب زنجانی کے لئے لایا جانے والا کھانا بھی اسی لئے گرم تھا کہ اسے ایک مرد غیب لے کر آیا تھا اور رجال الغیب کے لئے زمان و مکان کے طویل

Marfat.com

جدید عمارت میں تھی۔ عصر سے فراغت کے بعد سنگ بنیاد کی رسم ادا کرنے کے لیے حضور مفتی اعظم ہند کا جلوس بہ ہزار جاہ وجلال جامعہ اشرفیہ کی عمارت سے خیموں کے نئے خطوں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے بھر امنڈتے ہوئے دریا کی طرح پروانوں کا جلوس شامل ہوتا رہا یہاں تک کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے ہر طرف آدمیوں کا سیلاب ہی سیلاب تھا۔ باب مدینۃ العلم پر پہنچ کر جلوس رک گیا۔ حضور مفتی اعظم سواری سے نیچے اترے اور حضور سید العلماء، حافظ ملت، امین شریعت، مجاہد ملت اور شمس العلماء کے جلو میں اس مقام کی طرف بڑھے، جہاں مرکزی درسگاہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ اکابر کا یہ پورا دستہ رضا کاروں کے حصار میں لکڑی کے زینوں کے ذریعہ بنیاد کی زمین پر اترا۔ فاتحہ کے بعد سب سے پہلی اینٹ حضور مفتی اعظم ہند نے رکھی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سارے اکابر نے اینٹیں رکھیں۔

وہ وقت بڑا ہی رقت انگیز تھا جب بنیاد کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے.........اس وقت سارے مجمع پر ایک عجیب بے خودی کی کیفیت طاری تھی.........خود مفتی اعظم کس حالت میں تھے اور وہ دعا کرتے ہوئے کہاں پہنچ گئے تھے یہ خدا ہی کو معلوم ہے، لیکن یہ ضرور دیکھا کہ آنکھیں اشک بار تھیں......ہونٹ شدت کیف سے لرز رہے تھے اور چہرہ پر عقدہ کشائی کی مسرتوں کے آثار نمایاں تھے۔

جب آمین پر دعا تمام ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ الجامعۃ الاشرفیہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور ہم کھلے آسمانوں کے نیچے نہیں بلکہ دیواروں کے سائے میں کھڑے ہیں۔ اس وقت حافظ ملت پر والہانہ کیفیت طاری تھی فرط مسرت سے ان کی آنکھ کے آنسو نہیں رک رہے تھے......اور کیوں نہ ہو کہ آج ان کی زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہو رہا تھا۔ سالہا سال تک اپنی روح کے گہوارے میں جس آرزوئے شوق کی انہوں نے پرورش کی تھی آج اس کی تکمیل کا دن تھا۔ آج حافظ ملت علیہ الرحمہ پھولے نہیں سما رہے تھے کہ اہل سنت کی نسلوں

Marfat.com

فاصلے اور وقت چند قدموں اور لمحوں میں سمٹ جاتے ہیں۔

حضرت سید میراں حسینؒ کے حوالے سے دست غیب کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ مذکورہ واقعہ اس زمانے میں پیش آیا جب حضرت شیخؒ اور ان کے چند خدمت گار لاہور کے بت پرستوں کی جارحیت کا ہدف بنے ہوئے تھے اور انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے یہاں تک کہ کئی کئی وقت کھانے کو مٹھی بھر چنے بھی نہیں ملتے تھے۔

یہ بھی اس زمانے کا ذکر ہے جب لاہور کے کفار اپنی مادی طاقت کے نشے میں حضرت سید میراں حسینؒ کو جھٹلا رہے تھے۔ ایک دن آپ کسی ضروری کام سے راوی کے کنارے کھڑے تھے اور دریا کے پار جانا چاہتے تھے مگر وہاں کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ حضرت شیخؒ کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی۔ آخر ملاح سنتو رام کی کشتی نظر آئی جو اس پار سے مسافروں کو لے کر ادھر آ رہی تھی۔ جب کشتی خالی ہو گئی تو حضرت شیخؒ نے ملاح سنتو رام سے فرمایا "بھائی ہمیں بھی دریا کے پار چھوڑ دو"۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ۔ ہمارا تو کام ہی لوگوں کو دریا کے پار اتارنا ہے" ہندو ملاح نے بے دلی سے کہا۔ وہ بھی مقامی لوگوں کی طرح حضرت میراں حسینؒ کو پسند نہیں کرتا تھا۔

"مگر ہمارے پاس کرائے کے پیسے نہیں ہیں" حضرت سید میراں حسینؒ نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔

"پھر کیوں میرا وقت برباد کر رہے ہو" ملاح سنتو رام نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں اگر اسی طرح لوگوں کو مفت میں دریا پار کراتا رہا تو روٹی کہاں سے کھاؤں گا۔ کوئی اور کشتی تلاش کر لو" یہ کہہ کر سنتو رام نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ چند قدم آگے بڑھے اور ہندو ملاح کے سامنے

Marfat.com

کی دینی بہبود اور عزت ووقار کے لیے انہوں نے اس صدی کے سب سے بڑے کام کی بنیاد رکھ دی تھی۔

سید العلماء اور حضرت مجاہد ملت قریب ہی کھڑے تھے۔ان حضرات کا گریۂ پرسوز بھی دیکھنے کے قابل تھا۔حافظ ملت کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں آنسو کے قطرے دیکھ کر سید العلما سے رہا نہیں گیا۔انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں حافظ ملت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا:

حافظ صاحب! تاریخ میں آپ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے........ہمارے اوپر سے آپ نے وہ قرض اتار دیا جس کے بوجھ سے گردنیں خم ہو گئی تھیں........آپ پرچم اٹھائیے ....پوری قوم آپ کے پیچھے ہے........اور سن لیجئے کہ امید کی یہ دعا کبھی رائگاں نہیں جائے گی........آپ کے دل کی دھڑکنوں کی آواز بحر و بر میں گونجے گی........دشت وجبل میں گونجے گی........اور دنیا کے کونے کونے میں سنی جائے گی......خدائے قدیر آپ کی فلک پیما ہمتوں کی عمر دراز فرمائے۔

سید العلماء کی اس مختصر سی تقریر نے جذبات میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔بہت سے لوگوں پر تو ایسی رقت انگیز کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ فرط اثر سے چیخ پڑے اور مجاہد ملت پر تو ایسی خموشی طاری تھی کہ جسے لوگ طوفان کا پیش خیمہ کہتے ہیں۔جذبات کے تلاطم میں بڑی مشکل سے وہ اتنا کہہ سکے کہ حافظ ملت آپ نے مبارک پور میں آب حیات کا چشمہ جاری کر کے قوم کو مرنے سے بچالیا۔مستقبل کی زندگی میں امین کی حیثیت سے آپ ہمارے درمیان ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

شام کو بعد نماز عشاء اجلاس عام شروع ہوا۔لمبے چوڑے اسٹیج پر ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے علماء و مشائخ قطار در قطار بیٹھے ہوئے تھے۔ایسا لگ رہا تھا کہ ستاروں کی انجمن آج آسمان سے زمین پر منتقل ہو گئی ہے۔

Marfat.com

آ کر فرمانے لگے "ہم اس دریائی سفر کی اجرت کے بدلے تمہیں دعائیں دے سکتے ہیں اور دعائیں بہت قیمتی ہوتی ہیں۔ ابھی تمہیں اس کا اندازہ نہیں"۔
حضرت میراں حسن زنجانی کی بات سن کر ملاح سنتو رام ہنسا "دعائیں کسی بھوکے کا پیٹ نہیں بھر سکتیں"۔
"پیٹ تو بہت معمولی چیز ہے۔ دعاؤں سے انسان کا دامن مراد بھر جاتا ہے" حضرت میراں حسین نے انتہائی دل نشیں لہجے میں فرمایا۔
"اگر مجھے دعاؤں کی ضرورت پڑ ہی گئی تو میں اپنے سادھو سنتوں سے دعا کراؤں گا" ملاح سنتو رام نے استہزائیہ لہجے میں کہا "تمہاری دعاؤں میں تو اتنا بھی اثر نہیں کہ تمہیں کشتی کا کرایہ ہی مل جائے"۔
حضرت سید میراں حسین کچھ دیر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ شاید سنتو رام آپ کو اپنے کشتی میں بٹھا لے لیکن دولت پرستی اور مذہبی عصبیت کے باعث اس نے مسلمان درویش کی جانب مڑ کر بھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ کشتی ہندو مسافروں سے بھر گئی اور حضرت میراں حسین اپنی خانقاہ کی طرف تشریف لے گئے۔

جب آخری مسافر بھی سنتو رام کی کشتی پر سوار ہو گیا تو اس نے چپو سنبھالے اور ملاحوں کے گیت گاتے ہوئے اپنی کشتی کھینے لگا۔ جب کشتی روانہ ہوئی تو آسمان صاف تھا اور ہوا بہت آہستہ چل رہی تھی مگر جب سنتو رام کی ناؤ بیچ دریا میں پہنچی تو لاہور کا موسم ناقابل یقین تغیر کی لپیٹ میں آ گیا۔ چند لمحوں میں سیاہ آندھی اٹھی اور شہر کے بام و در پر چھا گئی۔ ہوا کے خوفناک جھکڑوں نے دریائے راوی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ سنتو رام کی کشتی کئی بار الٹتے الٹتے بچی۔ تمام مسافر اپنے دیوی دیوتاؤں کو پکار رہے تھے۔ گہری تاریکی کے باعث سنتو رام نے کشتی کھینا بند کر دی۔ پھر جب آندھی کا زور مزید بڑھا تو ناؤ کے مسافر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر رونے لگے۔ ایسے سنگین لمحات میں سنتو رام کو حضرت شیخ میراں

Marfat.com

تلاوت قرآن اور نعتیہ نغموں کے بعد مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب جو اس وقت اشرفیہ کے ناظم تھے، مائک پر تشریف لائے اور سکریٹری رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اپنی اس رپورٹ میں انہوں نے اشرفیہ کے ماضی اور حال کا بھرپور جائزہ لیا تھا، لیکن سارا مجمع یہ سننے کے لیے بیتاب تھا کہ خیموں کا شہر کس لیے بسایا گیا ہے اور ہزاروں علماء و مشائخ کی بھیڑ یہاں کیوں جمع ہوئی ہے؟ جب انہوں نے اپنی رپورٹ کے اس حصے کو پڑھنا شروع کیا جس میں حافظ ملت کے تعلیمی منصوبے کی تفصیل تھی، تو دو لاکھ کا مجمع تکبیر و رسالت اور حافظ ملت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

حافظ ملت کی مسیحائی نے مردہ رگوں میں زندگی کی ایسی روح دوڑا دی تھی کہ پتھروں کے جگر میں بھی طوفان شوق برپا تھا۔

رپورٹ ختم ہونے کے بعد مشاہیر علما اہل سنت کی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔

اخیر میں حضور سید العلماء کھڑے ہوئے اور انہوں نے آفاقی سطح کے ایک دینی تعلیمی مرکز کے قیام اور اس کی ضرورتوں پر ایسی حیات آفریں روح پرور اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی کہ سارا مجمع جذبات کے ترنگ میں ڈوب گیا۔ اخیر میں انہوں نے بنیادوں پر دیوار اٹھانے کے لیے چندوں کی اپیل کی۔ لوگ امنڈتے ہوئے بادلوں کی طرح ہاتھوں پر اپنے سروں کا نذرانہ لیے ہوئے اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے اور سید العلماء کے قدموں میں نوٹوں کا انبار لگا دیا۔

دوسرے دن کے اجلاس میں ہم نے حضور حافظ ملت کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی کہ روپیوں کا نہیں کمروں کا چندہ ہونا چاہیے۔ میری اس تجویز کو حافظ ملت نے اپنی فیروزمند مسکراہٹ کے ساتھ قبول فرمایا۔ رات کے اجلاس میں لاگت کی تفصیل کے ساتھ جب کمرے کے لیے لوگوں سے اپیل کی گئی تو سب سے پہلے مبارکپور کے سرفروش مسلمان اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس کے بعد باہر سے آئے ہوئے حوصلہ مند

Marfat.com

حسین یاد آئے۔ اس نے انتہائی شکستہ لہجے میں فریاد کرتے ہوئے کہا ”میری مت ماری گئی تھی اور میں زیادہ پیسا کمانے کی دھن میں اندھا ہو گیا تھا۔ یہ سب اسی کا شراپ (بددعا) ہے۔ کاش میں اس مسلمان سادھو کو اپنی کشتی میں بٹھا لیتا تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا“۔

جیسے ہی سنتو رام کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ اسے ایک صدائے غیبی سنائی دی۔ گھبراؤ نہیں سنتو رام! جو سب کی کشتیاں پار لگاتا ہے وہی تمہاری ناؤ کو بھی کنارے پر لگائے گا“

یہ آواز تو اسی مسلمان سادھو کی ہے۔ سنتو رام نے سوچا اور چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی اسے اپنے قریب ہی دریا میں کھڑے نظر آئے آپ کشتی کو سہارا دے کر دریا کے کنارے لے جا رہے تھے اور نہایت مہربان لہجے میں فرما رہے تھے ”سنتو رام انسان پر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے جب سارے مادی سہارے ناکام ہو جاتے ہیں اور اسے صرف دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں“۔

حضرت میراں حسین آہستہ آہستہ کشتی کو سہارا دیتے رہے یہاں تک کہ کشتی کنارے لگ گئی۔ پھر آندھی بھی رک گئی اور موسم بھی صاف ہو گیا۔ سنتو رام نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر حضرت سید میراں حسین نظر نہ آئے۔

یہ کانوں اور آنکھوں کا دھوکا بھی تو ہو سکتا ہے سنتو رام نے خود کلامی کے انداز میں کہا مگر پھر خود ہی اپنے خیالات کی تردید کر دی۔ اگر وہ مہاتما دریا میں میرے ساتھ نہیں تھے تو پھر کشتی کنارے کیسے پہنچی۔

آخر سنتو رام کو یقین آ گیا کہ وہ حضرت میراں حسین ہی تھے جو اس کی کشتی کو سہارا دے کر کنارے تک لائے تھے۔ اس یقین کے ساتھ ہی سنتو رام کی ذہنی اور دلی کیفیات بھی تبدیل ہو گئیں۔ دوسرے دن وہ حضرت میراں حسین کی

Marfat.com

مسلمانوں نے کئی کمروں کی پیش کش کی۔

تین دن تک مبارکپور رنگ ونور میں ڈوبا ہوا خوابوں کا ایک شہر بن گیا تھا۔ مقامی اور بیرونی مسلمانوں کے دلوں پر اس کانفرنس نے جو اپنے گہرے نقوش چھوڑے وہ کئی سال تک زندہ رہے۔

لوگوں نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک بوڑھے مجاہد کے جذبۂ اخلاص نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا محاورہ لوگوں نے سنا تھا لیکن سنگ بنیاد کی اس معرکہ خیز تقریب میں کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرلیا۔ مشکلات کی زنجیروں کو جنبش لب سے کٹتے ہوئے اگر کسی نے دیکھا ہے تو حلف کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس کا عینی شاہد ہوں۔

؎ عشق از یں بسیار کر دست وکند

سہ روزہ تعلیمی کانفرنس کے ذریعہ دلوں کی سرزمین اتنی نم ہوگئی تھی کہ بس دانہ ڈالنے کی دیر تھی۔ اپنی ملت کے لیے ایک روشن مستقبل کی تعمیر کے سوال پر قوم کے آگے دست سوال دراز کرتے ہوئے حافظ ملت نے اپنی شخصیت کے وقار اور اپنے علم وتقویٰ کی جلالت وجبروت کو کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عزت کچھ نہیں اصل عزت دین کی ہے.......... دین ہی کی جلالت شان سے ہماری شان ہے..........وہ عظمت کس کام کی جو دین کی عظمت کے لیے استعمال نہ کی جائے........دین کے لیے زبان کھولنے یا ہاتھ پھیلانے سے وقعت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے۔

چنانچہ اسی جذبہ جنوں خیز کے زیر اثر تعمیر کے لیے ضروریات کی فراہمی کا ملک گیر پیمانے پر ایک منصوبہ حافظ ملت نے تیار کیا۔ اس مہم پر حافظ ملت کی سرکردگی میں سب سے پہلا وفد جمشید پور پہنچا۔ مدرسہ فیض العلوم میں ہم نے عمائدین اہل سنت کی ایک میٹنگ

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو کر اپنے نا روا سلوک کی معافی مانگنے لگا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اپنا دست کرم ملاح سنتو رام کے سر پر سایہ فگن کرتے ہوئے فرمایا "ہم اہل ایمان برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ تم نے ہمیں کنارے پر چھوڑ دیا تھا مگر ہم نے بحکم خدا طوفان میں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا"۔

یہ تھا حضرت سید میراں حسین کا انداز تبلیغ کہ جس نے ایک بت پرست کا دل فتح کر لیا۔ ملاح سنتو رام کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے مشرکانہ عقائد کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو توحید کا سہارا مل گیا۔

بعض تذکرہ نگاروں نے اس قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے حضرت سید میراں حسین کی روحانی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک بار آپ کا ایک عقیدت مند اپنے کسی کام سے دریائے راوی کے پار گیا پھر کام ختم کر کے واپسی کے ارادے سے دریا کی طرف چلا۔ یکایک موسم میں ایک تغیر رونما ہوا اور تیز ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں۔ اس شخص نے تیز تیز قدم اٹھانے شروع کر دئے مگر موسم اور بگڑ گیا۔ تیز ہواؤں نے سیاہ آندھی کی شکل اختیار کر لی اور اس کے ساتھ ہی بارش بھی شروع ہو گئی۔ اس شخص نے اپنی رفتار بڑھا دی مگر طوفان بادوباراں کی رفتار تیز تھی۔ وہ شخص گرتا پڑتا دریائے راوی کے کنارے تک تو پہنچ گیا مگر اسے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ دریا میں کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ بگڑے ہوئے موسم کو دیکھ کر تمام ملاح اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔

وہ شخص حیرت و پریشانی کے عالم میں دریائے راوی کے کنارے پر کھڑا رہا۔ بارش لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی گئی۔ ایک تو مغرب کا وقت دوسرے موسم کی خرابی' رات سے پہلے رات ہو گئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ عجیب بے چارگی کا عالم تھا۔ وہ شخص نہ پیچھے لوٹ سکتا تھا اور نہ آگے بڑھ سکتا تھا۔ موسلادھار

Marfat.com

طلب کی۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ وفد کی تشریف آوری کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد حضور حافظ ملت نے آفاقی سطح کے ایک تعلیمی مرکز کے قیام کی ضرورت اور اس کے دائرہ کار کی وسعتوں کی نہایت مؤثر انداز میں وضاحت فرمائی۔

آخر میں مجوزہ عربی یونیورسٹی کی عمارتوں کی تعمیر کے لیے مالی تعاون پر زور دیا۔

حافظ ملت کے چند ہی کلمات سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آدھے گھنٹے میں تقریباً ایک لاکھ کی رقم فراہم ہوگئی۔ اس کے بعد یہ وفد ممبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس وفد میں جمشید پور سے میں اور مولانا اسرار الحق بھی شامل ہو گئے۔

ممبئی کے دوران قیام میں حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب، قاری محمد یحییٰ صاحب اور جناب بیکل صاحب بھی تشریف لے آئے۔

ممبئی اور بھیونڈی کے خطے میں اس مؤثر وفد کا اتنا پر جوش خیر مقدم ہوا کہ کام کا دائرہ کار پھیل جانے کی وجہ سے حافظ ملت کو اس خطے میں ایک مہینہ قیام کرنا پڑا۔ اس مدت میں ممبئی اور بھیونڈی کے زندہ دل اور مخیّر مسلمانوں نے تعمیری مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اتنا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کہ اپنے منصوبے کی طرف سے حضور حافظ ملت کی ساری بے چینی دور ہو گئی۔

یہ اعتراف کرتے ہوئے میں یہ مضمون ختم کرتا ہوں کہ حافظ ملت کے اندر اپنے اس عظیم مقصد کی لگن اتنی والہانہ تھی کہ الجامعۃ الاشرفیہ اور حافظ ملت کے درمیان کوئی خط فاصل کھینچنا بہت مشکل تھا، یہاں تک کہ حافظ ملت کا جسد خاکی بھی اسی زمین میں پیوند ہوا جسے وہ ''باغ فردوس'' میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ واضح رہے کہ ''باغ فردوس'' اشرفیہ کے قیام کا مادۂ تاریخ بھی ہے۔

آج حافظ ملت ہماری نظروں کے سامنے موجود نہیں ہیں، لیکن انہوں نے اپنے

Marfat.com

بارش میں کہیں کوئی پناہ گاہ بھی نہیں تھی پھر بھی وہ برگد کے ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جنگل کی رات' ہو کا عالم' درندوں اور زہریلے سانپوں کا خوف۔ اس شخص کو اختلاج ہونے لگا۔ خوف کو دور کرنے کے لئے وہ زور زور سے قرآنی آیات پڑھنے لگا۔ یکایک اسے اپنی سانس رکتی سی محسوس ہوئی۔ دس پندرہ گز کے فاصلے پر اسے دو چھوٹے چھوٹے چراغ نظر آئے جو آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ شخص نو مسلم تھا۔ چراغوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر یہی سمجھا کہ کوئی بھوت پریت ہے مگر جب اچانک پرہول فضا میں غراہٹ کی آوازیں گونجنے لگیں تو اس پر یہ خوفناک حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ چراغ نہیں بلکہ رات کی تاریکی میں چمکنے والی کسی درندے کی آنکھیں ہیں۔ موت کو اتنے قریب پا کر اس شخص نے انتہائی پرسوز لہجے میں اپنے خالق کو پکارا "اے اللہ! اگر سید صاحب سچے ولی ہیں تو انہیں میری مدد کے لئے بھیج اور مجھے اس درندے سے محفوظ رکھ" اس کا اشارہ حضرت سید میراں حسین کی طرف تھا۔

ابھی اس شخص کی دعا جاری تھی کہ اسے اپنے قریب کسی انسان کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "کون ہے" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "میں سید حسین بن علی ہوں۔ مجھے اللہ نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔

اگے بڑھتا ہوا درندہ اچانک رک گیا تھا۔ اس شخص نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "وہ درندہ۔۔۔۔"

"اس دن اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی اور عقیدت مند سے فرمایا "میرا ہاتھ پکڑ اور اپنی آنکھیں بند کر لے"۔

اس شخص نے حضرت زنجانی کے حکم پر عمل کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر

Marfat.com

جگر گوشہ اور خلف صدق حضرت عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ مدظلہ العالی کو اشرفیہ کی پاسبانی اور باغبانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ حافظ ملت کی دونوں نشانیاں بہم ہو گئی ہیں۔

نہ دائم آں گل رعنا چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمن گفتگوئے او دارد

Marfat.com

حضرت شیخ زنجانی نے "اللہ" کی ضرب لگائی جس کے جلال سے پورا جنگل گونج اٹھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ نے فرمایا "آنکھیں کھول دو"۔ اس شخص نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو چند لمحوں کے لئے اسے سکتہ ہو گیا۔ وہ حضرت سید میراں حسین کے حجرہ مبارک میں کھڑا تھا۔ نئی زندگی ملنے کی خوشی میں وہ جوش عقیدت سے مضطرب ہو کر حضرت شیخ زنجانی سے لپٹ گیا اور گلوگیر لہجے میں عرض کرنے لگا "سید صاحب اگر آج آپ نہ ہوتے تو اللہ ہی جانتا ہے میرا کیا حشر ہوتا"۔

"وہی ہوتا جو تم اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے انکسار سے فرمایا۔ حسین بن علی نہ ہوتا تو اس کا کوئی اور بندہ ہوتا۔ انسان کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب کوئی نہیں تھا تب بھی اللہ ہی تھا اور جب کوئی نہیں ہوگا اس وقت بھی اللہ ہی ہوگا۔ اول و آخر اور ظاہر و باطن اللہ ہی ہے۔ ہم لوگ تو اس کے عاجز و ناتواں کارندے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے سرفراز کر دیتا ہے۔ وہی دستگیر ہے اور وہی مشکل کشا و مددگار"۔

واضح رہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی اسم اللہ کا بہت زیادہ ورد کرتے تھے۔ صوفیائے کرام اور علمائے اسلام کی اکثریت نے اسم "اللہ" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہی اسم اعظم ہے۔

آخری عمر میں آپ کے عقیدت مندوں میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ تین آدمیوں نے آپ کی شہرت سنی کہ آپ اللہ کے فقیر ہیں لہٰذا آپ کی خدمت میں کاروبار میں خیر و برکت کی دعا کروانے کی غرض سے آنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ آپ کے پاس آنے کے لئے چلے تو راستے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے ساتھی سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے کیا بابا جی سے

Marfat.com

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ

کی صحافتی زندگی کا اولین خواب

فیضان سہ ماہی

کا مطالعہ کیجئے

مسلسل مضامین

اداریہ حالات کے تناظر میں صحیح راہنمائی

جہان قاھد اھل سنت حیات قائد اہل سنت

دنیا میرے آگے غیروں کے نکتہائے نظر پر تبصرہ

اسلام اور ھماری زندگی اصلاح امت کی کوشش

بزم حکایت عشق وایمان میں ڈوبے ہوئے صفحات

بزم دانش نونہالان ملت اسلامیہ کی قلمی تربیت گاہ

مشاعرہ نعتیہ طرح مشاعرہ ....اورمزید

مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیھہ جمشیدپور جھارکھنڈ انڈیا

Phone: 00-91-657-2228277

Marfat.com

حلوہ ملے گا۔ پھر وہ اس سے پوچھنے لگا تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں آم کھانا چاہتا ہوں حالانکہ آموں کا موسم بھی نہیں تھا۔ پھر وہ تیسرے سے کہنے لگا تمہارا دل کیا چاہتا ہے' اس نے کہا حضرت ہمیں پکوڑے کھلائیں۔ باتیں کرتے ہوئے سفر کٹ گیا اور وہ حضرت میراں حسین زنجانی کے پاس آ پہنچے۔ آپ کمرے میں تشریف فرما یاد الٰہی میں مگن تھے کہ تینوں دوست آپ کے پاس آ پہنچے۔ آپ نے ان کی خیر و عافیت دریافت کی اور آنے کا مدعا پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ سرکار دعا کریں ہم اجناس کے تھوک فروش ہیں اور ہمارا کاروبار خراب ہو گیا ہے۔ ذریعہ آمدن کم ہو گیا ہے۔ آپ نے ان کے کاروبار میں برکت کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کے پاس کچھ کھجوریں پڑی ہوئی تھیں آپ نے مہمان نوازی کے طور پر وہ کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں اور تناول کرنے کو کہا۔ جس شخص نے حلوے کی خواہش کی اسے کہا یہ حلوہ ہی ہے۔ جس نے آم کھانے کی خواہش کی اسے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کھایئے آم ہی ہے۔ جس نے پکوڑے مانگے تھے اس کہا کھاؤ پکوڑے ہی ہیں۔ وہ آپ کی بات سن کر حیران ہوئے کہ کھجوریں آم' حلوہ اور پکوڑے کس طرح ہو سکتی ہیں لیکن جب انہوں نے کھجوریں اٹھا کر منہ میں ڈالیں تو جس نے حلوہ مانگا تھا اس کے منہ میں کھجوریں حلوہ بن گئیں' جس نے آم کی خواہش کی تھی اس کے منہ میں آم بن گئیں اور جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کھجور کھانے میں پکوڑے کا ذائقہ آیا۔ وہ حیران ہو گئے کہ ہم نے آپ پر اپنے دل کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر جو چیز مانگی تھی وہی ملی ہے۔ وہ آپ کے اس روحانی تصرف پر بے حد حیران ہوئے اور آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہو گئے۔

بعض تذکروں میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی ایک ایسی پیشن گوئی کا بھی ذکر ملتا ہے جس سے فراست مومن کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت شیخ زنجانی بیمار رہنے لگے تھے اور آپ کا آخری

Marfat.com

محسن ملت
حضرت علامہ شاہ
محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ

Marfat.com

وقت قریب آ پہنچا تھا۔ تمام خدمت گار اور عقیدت مند بستر علالت کے قریب جمع تھے۔ کسی خادم یا مرید نے شکستہ لہجے میں عرض کیا "سیدی! اگر آپ داغ مفارقت دے گئے تو لاہور ویران ہو جائے گا"۔

"منزل فراق سے تو ہر انسان کو گزرنا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔ "اللہ نے چاہا تو لاہور بھی ویران نہیں ہو گا اور میرا محبوب وطن زنجان بھی آباد رہے گا۔ جب میری سانسوں کا شمار ختم ہو جائے گا اس وقت زنجان میں ایک شیخ پیدا ہوں گے ان کے والد کا نام بھی علی ہو گا اور وہ علم و معرفت میں بلند درجے پر فائز ہوں گے"۔

حضرت سید میراں حسین کی یہ پیش گوئی عالم اسباب میں ظاہر ہوئی۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق آپ کے وصال کے بعد زنجان میں حضرت سعد بن علی پیدا ہوئے۔ سعد بن علی کا علمی مقام یہ ہے کہ آپ کو "حافظ الحدیث" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ حضرت میراں حسین کے والد محترم کا نام بھی علی تھا۔ اس لئے بعض تذکروں میں آپ کو حسین بن علی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

مشہور بزرگ حضرت ابوالمظفر حضرت شیخ سعد بن علی کے مرید تھے۔ حضرت ابوالمظفر اپنے ذاتی حوالے سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے براہ راست زنجان پہنچ کر حضرت شیخ سعد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جب میری روانگی کا دن طے پا گیا تو اسی رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔

میری والدہ بہت پریشان ہیں۔ ان کے بال کھلے ہوئے ہیں اور وہ ہاتھ اٹھا کر شدید اضطراب میں مجھے پکار رہی ہیں "میرے بیٹے! فوراً" اپنے وطن "مرو" پہنچو۔ اب مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہوتی"۔ ماضی میں "مرو"

Marfat.com

سینچا ہے اسے خون سے ہم تشنہ لبوں نے
تب جا کے اس انداز کا میخانہ بنا ہے

Marfat.com

ایران کا مشہور قدیمی شہر تھا۔

حضرت ابولمظفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے والدہ کے پکارنے کو محض خواب سمجھا اور اس خواب کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ پھر میں نے اپنے منصوبے کے مطابق سفر کی تیاری شروع کر دی۔ خانہ کعبہ پر آخری نظر ڈالی اور زنجان کی طرف روانہ ہو گیا۔ شوق کا عجیب عالم تھا۔ دل چاہتا تھا کہ جلد از جلد فاصلے سمٹ جائیں اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر تشنہ جذبوں کو سیراب کروں۔

جب میں حضرت شیخ سعد بن علی کی خانقاہ کے قریب پہنچا تو عقیدت مندوں کا ایک ہجوم نظر آیا۔ حضرت شیخ کے گرد طالبان شوق اتنی تعداد میں جمع تھے کہ میری باری بہت دیر میں آئی۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت شیخ سعد بن علی نے فرمایا۔

"ابوالمظفر! تمہیں جانا کہیں اور تھا اور تم میرے پاس چلے آئے؟"

"سیدی! میرے دل و نگاہ کا مرکز تو آپ ہی کی ذات گرامی تھی" میں نے بصد شوق عرض کیا۔ "یہی عہد تھا کہ فریضہ حج سے مشرف ہوتے ہی شیخ کی خدمت میں حاضری دوں گا"۔

"تمہیں کسی اور نے بھی تو آواز دی تھی" حضرت شیخ سعد زنجانی نے فرمایا۔ "پھر تم نے اس پکار کو کیوں نہیں سنا"۔

میں حضرت شیخ کی گفتگو کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ "سیدی! وہ کس کی آواز تھی جس نے مجھے پکارا تھا؟"

"کیا تمہاری مادر گرامی نے تمہیں آواز نہیں دی تھی؟" حضرت شیخ سعد زنجانی کے لہجے سے روحانی جلال نمایاں تھا۔

حضرت شیخ کے اشارے کے ساتھ ہی مجھے اپنا خواب یاد آ گیا جس میں والدہ محترمہ مجھے مخاطب کر کے فرما رہی تھیں "میرے بیٹے جلدی پہنچو۔ اب مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہوتی"۔ اس خواب کے یاد آتے ہی میرا سر بار ندامت سے جھک گیا۔

Marfat.com

حضرت محسن ملت
جد وجہد کی ایک تاریخ

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ آج ملک کا مذہبی اسٹیج اہل سنت کے ہاتھوں میں ہے جب کہ پریس پر ہمارے حریفوں کا قبضہ ہے۔ضرورت چونکہ ایجاد کی ماں ہوتی ہے، اس لیے تقریر وخطابت کے مقابلے قلمی خدمات اور تصنیف وتالیف کی طرف ہمارے علماء کی توجہ بہت کم رہی ہے۔اس غفلت وکوتاہی سے ہمیں سب سے بڑا نقصان یہ پہنچا ہے کہ ہماری دینی، علمی، تبلیغی اور سیاسی خدمات کا بیشتر حصہ قلمبند نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوگیا اور اپنے کارناموں کے مطابق تاریخ میں ہمیں جو قرار واقعی جگہ ملنی چاہیے تھی، وہ نہ مل سکی۔ہمارے بزرگوں میں ایک تنہا مثال مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ ان کے علوم ومعارف کے ذخائر اور ان کی آفاقی وعبقری شخصیت کے

Marfat.com

"جب تمہیں خواب میں سب کچھ دکھا دیا گیا تھا تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"
حضرت شیخ سعد زنجانی نے فرمایا۔ "فوراً" مرو روانہ ہو جاؤ۔ پہلے والدہ محترمہ کے مضطرب دل کو سکون پہنچاؤ اس کے بعد میرے پاس آؤ"۔

حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی کے اس حکم میں یہ خاص نکتہ بھی پوشیدہ تھا کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کتنی ضروری ہے۔ اگر ماں باپ کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کی تعمیل میں تاخیر اولاد کے لئے ایک وبال بن جاتی ہے۔ قرآن کریم میں والدین کے حقوق پوری صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ابوالمظفر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے وطن "مرو" روانہ ہو گئے اور حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی نے اپنے تمام مریدوں' خدمت گاروں اور عقیدت مندوں کے سامنے اس راز کو فاش کر دیا کہ بعض حالتوں میں والدین کا دیدار' مرشد کے دیدار سے افضل ہوتا ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے عظیم و جلیل بزرگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا قول ہے "ماں باپ کے چہرے کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے"۔

بعض روایتوں کے مطابق حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی کا انتقال 471ھ میں ہوا۔ اگر اس تاریخ کو درست مان لیا جائے تو حضرت سعد بن علی کا انتقال چوالیس سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی 431ھ میں عالم فانی سے رخصت ہوئے اور حضرت شیخ سعد زنجانی آپ کے وصال کے بعد عالم اسباب میں ظاہر ہوئے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت شیخ سعد زنجانی نے تقریباً" ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ اس طرح آپ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے وصال سے بہت پہلے اس دنیا میں تشریف لا چکے تھے۔ یہ کتابت کا سہو ہے یا پھر تذکرہ نگاروں سے سن و سال کی تحقیق میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ بہرحال اس روایت کے بیان کرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ اہل دنیا پر ایک "ولی کامل" کی قوت کشف کو ظاہر کیا جا سکے۔

Marfat.com

فیوض و برکات، اور ان کے دینی، تبلیغی اور اصلاحی کارنامے اوراق میں محفوظ ہو گئے۔ اور آج دنیائے اسلام کا بہت بڑا حصہ علم و فضل اور عشق و محبت کے ان قیمتی ذخائر سے فیضیاب ہو رہا ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادھر دس پندرہ سال سے ہمارے نوجوان علماء میں اپنی پسماندگی کا احساس بیدار ہوا ہے اور انہوں نے قرطاس و قلم کی طرف بڑی سرعت کے ساتھ پیش قدمی کی ہے۔ اب ہماری لائبریریوں اور کتب خانوں میں جدید اور بیش قیمت تصانیف کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

ان نوجوان مصنفین میں گرامی قدر عزیز اور تلمیذ رشید مولانا محمد علی فاروقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ بے سروسامانی اور وسائل کے فقدان کے باوجود انہوں نے چھتیس گڈھ جیسی بنجر زمین میں قلمی کاشت کی ایک نئی طرح ڈال دی ہے۔ اس علاقے کی مسلم اکثریت چونکہ اردو سے نابلد ہے اور نوشت و خواند کا سارا کام ہندی میں ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے اصلاحی اور تبلیغی قسم کے بہت سارے چھوٹے چھوٹے کتابچے تصنیف کر کے عوام کے درمیان پہنچا دیا ہے۔ متعدد اردو تصنیفات کو انہوں نے ہندی رسم الخط میں منتقل کر کے اردو سے نابلد عوام کو دین سے باخبر کرنے کے لیے وقت کا نہایت اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ اختلافی مسائل میں اردو زبان کی معرکۃ الآراء کتاب ''زلزلہ'' کو بھی انہوں نے ہندی میں منتقل کر دیا ہے۔ نشر و اشاعت کا کام جاری رکھنے کے لیے موصوف نے ''محسن ملت اکیڈمی'' کے نام سے ایک نہایت مؤثر ادارہ بھی قائم کر لیا ہے، جس کے زیر اہتمام یہ ساری کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا محمد علی فاروقی کا یہ کارنامہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ وہ بنام ''محسن ملت'' ہندی میں ایک ماہنامہ بھی رائے پور سے شائع کر رہے ہیں۔ موصوف کی زبانی یہ معلوم کر کے مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ ادارت اور طباعت و ترسیل

Marfat.com

معتبر روایتوں کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی نے چوالیس سال تک لاہور میں قیام فرمایا۔ اس نصف صدی میں آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ ذکر الٰہی اور تبلیغ اسلام میں بسر ہوا یہاں تک کہ آپ بیمار ہو کر بستر علالت پر دراز ہو گئے۔ مریدین اور معتقدین نے تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔ دنیا میں ہر بیماری کی دوا موجود ہے مگر مرض الموت لاعلاج ہے۔ اسی آفاقی اصول کے مطابق حضرت سید میراں حسین سفر آخرت کی تیاری میں مصروف رہے۔ پھر آپ اس قدر نحیف و لاغر ہو گئے کہ سہارے کے بغیر آپ کے لئے بیٹھنا بھی دشوار ہو گیا۔

آخر ایک دن آپ کے سب سے بڑے عقیدت مند رام چندر (عبداللہ) نے عرض کیا ”شیخ میری عین خواہش ہے کہ غریب کدے پر تشریف لے چلیں“ عبداللہ نے یہ درخواست اس لئے کی تھی کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی لاہور تشریف لانے کے بعد زندگی بھر فرش خاک ہوئے۔ بس ایک چٹائی اور چادر آپ کا بستر ہوتا تھا۔ بڑھاپے اور بیماری میں سخت زمین انسانی جسم کو بہت اذیت پہنچاتی ہے اس خیال سے عبداللہ نے التجا کی کہ حضرت شیخ اس کے گھر منتقل ہو جائیں جہاں ہر قسم کی ظاہری آسائش میسر تھی۔

جواب میں حضرت سید میراں حسین نے ارشاد فرمایا ”عبداللہ اب اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کہ میں دریائے راوی کے کنارے رہوں یا شہر میں۔ میرا بستر فرش خاک پر ہو یا حریر، اطلس و کمخواب کی نرم چادروں پر۔ مالک کا بلاوا آ گیا ہے بندے کو جانا ہی پڑے گا۔ انسان کو اول و آخر زیر زمین جانا ہے۔ سو یہی بہتر ہے کہ بستر خاکی پر میرا دم نکلے اور پھر میں اسی خاک میں ملا دیا جاؤں“۔

عبداللہ آپ کے قدموں سے لپٹ گیا اور گریہ و زاری کرنے لگا ”بس میرے غربت کدے کو یہ شرف بخش دیں کہ آپ وہاں تشریف لائے اور مکینوں کو یہ اعزاز عطا کر دیں کہ ان گنہ گاروں نے کچھ دن اللہ کے ایک دوست کی خدمت

Marfat.com

کا سارا کام ان کے مدرسہ "اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور" کے طلبہ انجام دیتے ہیں۔ میں واضح طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس خصوص میں ان کے مدرسہ کے طلباء اہل سنت کے سارے مدارس میں ایک ممتاز اور قابل فخر کردار کے حامل ہیں۔ موصوف ہی کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ ماہنامہ کی اشاعت دو ہزار تک پہنچ گئی ہے اور ملک کے بیشتر حصوں میں وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ایک عرصۂ دراز سے اپنے جدامجد محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی "مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور" کے متعلق حضرت مولانا محمد علی فاروقی کا اصرار تھا کہ ان کی زندگی پر میں ایک جامع مضمون لکھ دوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اپنی گوں ناگوں مصروفیات کی وجہ سے میں اب تک موصوف کی اس خواہش کی تکمیل نہیں کرسکا، لیکن آج میں طے کر کے بیٹھا ہوں کہ اس موضوع پر مجھے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان ان خوش نصیب اور قابل رشک علماء میں سے ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت کی اور ان کے حلقۂ درس میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت محسن ملت نے مجھ سے خود بیان کیا کہ جب افتاء اور تصنیف کا کام بہت زیادہ بڑھ گیا تو اعلیٰ حضرت نے تدریس کی ذمہ داری اپنے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کری۔ چنانچہ حضرت محسن ملت کی درسیات کی تکمیل حضرت حجۃ الاسلام کے ذریعہ عمل میں آئی اور "جامعہ منظر اسلام" میں ان کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت محسن ملت کے بیان کے مطابق ان کی سند پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے دستخط بھی ثبت تھے۔

حضرت محسن ملت کی رفاقت میں کم وبیش پندرہ سال تک جماعتی کام کرنے کا

Marfat.com

کی"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی' عبداللہ کے جوش عقیدت اور شدت جذبات سے مجبور ہو کر اس کے گھر تشریف لے گئے جہاں دنیا کے سارے عیش و آرام میسر تھے۔ عبداللہ کے بیوی بچوں نے دن رات خدمت کی۔ لاہور اور قرب و جوار کے بڑے بڑے ویدوں کو بلایا گیا۔ طبیبوں نے اپنے اپنے نسخوں میں سریع الاثر دوائیں لکھیں۔ تریاق تجویز کئے مگر ایک وقت مقررہ پر ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر ذی روح کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ 19 شعبان 431ھ کو حضرت سید میراں حسین زنجانی بھی عالم خاکی سے عالم بالا کی طرف پرواز کر گئے۔ آخری لفظ جو آپ کی زبان سے ادا ہوا وہ "اللہ" تھا۔

بیشتر تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی' حضرت شیخ ابوالفضل ختلی کے مرید تھے اور حضرت شیخ ہی کے حکم سے آپ نے زنجان کو خیرباد کہہ کر لاہور کو اپنا مستقل مسکن بنایا تھا۔ اس طرح شریعت و سنت کا عامل و عالم' عظیم صوفی بزرگ حضرت سید علی ہجویری (داتا گنج بخش) بھی حضرت سید ابوالفضل ختلی کے مرید تھے۔ جب سید علی ہجویری کی روحانی تربیت مکمل ہو گئی تو ایک دن حضرت شیخ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "سید علی! اب وقت آ گیا ہے کہ تم بھی سفر ہجرت اختیار کرو اور لاہور پہنچ کر بت خانہ ہند میں اذان دو"۔

حکم شیخ سن کر سید علی ہجویری نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "سیدی! وہاں تو میرے بھائی سید میراں حسین موجود ہیں" حضرت شیخ ابوالفضل نے فرمایا "وہ اپنے رازوں کو بہتر جانتا ہے مگر فی الوقت مشیت الٰہی یہی ہے کہ تم لاہور میں قیام کر کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلاؤ"۔

پھر جب سید علی ہجویری لاہور میں داخل ہوئے تو حضرت سید میراں حسین زنجانی کا جنازہ باغ زنجان کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ یہ وہی باغ تھا جہاں حضرت

Marfat.com

مجھے موقعہ ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ وہ ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے جنرل سکریڑی تھے اور میں ناظم نشر و اشاعت تھا۔ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل و دماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔ اس طویل عرصہ میں حضرت محسن ملت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور مختلف رخ سے دیکھا اور ایک بار نہیں بار بار دیکھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ سفر کی حالت میں آدمی کی اصل تصویر نمایاں ہو جاتی ہے اور زندگی کی وہ ساری کمزوریاں جن پر تکلفات کے پردے پڑے رہتے ہیں، سفر کی حالت میں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت محسن ملت کے ساتھ میرا بہت زیادہ سابقہ سفر ہی کی حالت میں تھا، کیونکہ اس زمانے میں ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔ پورے ملک میں آئے دن کہیں نہ کہیں مرکزی کابینہ کی میٹنگوں اور عوامی کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا۔

ان سارے مراحل میں حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ گوں ناگوں محاسن و کمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبر اور سیاسی بصیرت میں ہمارے ساتھیوں کے اندر ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میٹنگوں میں کسی مسئلے پر جب بحث بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتی تھی تو ان کی رائے حرف آخر ہوا کرتی تھی۔

ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ کسی بھی مسئلے پر جب وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران وہ اتنا متکیف ہو جاتے کہ خود ہی رونے لگتے اور آواز گلوگیر ہو جاتی۔

ان کی اس طرح کی بے خودی کی ایک کیفیت ہم نے ''کل ہند سنی اوقاف

Marfat.com

میراں حسین اکثر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے لوگ زاروقطار رو رہے تھے اور شدت الم سے ان کا برا حال تھا۔

حضرت علی ہجویری نے لوگوں سے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے تو لوگوں نے جواب دیا یہ حضرت سید میراں حسین زنجانی ہیں۔ مبلغ اسلام اور اللہ کے دوست۔

اس انکشاف پر سید علی ہجویری حیران رہ گئے۔ اب آپ کو اندازہ ہوا کہ حکم شیخ میں کیا مصلحت پوشیدہ تھی۔ اپنے پیر بھائی حضرت سید میراں حسین کے وصال کی خبر سن کر حضرت سید علی ہجویری آبدیدہ ہو گئے اور نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا ”حسین بن علی سے مجھے نسبت خاص ہے۔ یہ میرے مرشد کی نشانی ہیں“

شرکائے جنازہ نے اس امر کو بڑے تعجب سے دیکھا مگر جاننے والے جانتے تھے کہ یہ کوئی اتفاق نہیں۔ قدرت کا ایک طے شدہ منصوبہ تھا جس میں نہ ایک لمحے کی عجلت ہو سکتی ہے نہ تاخیر۔ جیسے ہی معرفت کا ایک خورشید ضیابار غروب ہوا دوسرا طلوع ہو گیا۔

حضرت علی ہجویری نے حضرت میراں حسین کے جنازے کو کاندھا دیا پھر آپ نے ہی اپنے پیر بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت سید میراں حسین کا آخری دیدار کرتے ہوئے فرمایا ”آپ نے اللہ کے لئے ہجرت کی۔ بت پرستوں کے جور و ستم برداشت کئے مگر اپنا راستہ نہیں بدلا۔ آپ اس دنیا سے بامراد و کامران گئے۔ اللہ آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ پھر حضرت سید میراں حسین کو باغ زنجان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

Marfat.com

کانفرنس دہلی'' کے موقعہ پر دیکھا تھا۔ یہ کانفرنس لال قلعہ کے پریڈ گراؤنڈ میں ۱۹۶۰ء میں ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مولانا خود اس کے جنرل سکریٹری تھے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی کی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پرجوش تقریر کی کی نعرۂ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا اور ان پر ایسی بے خودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مائک سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہوسکا۔ جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔

سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی مولانا بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کیا کرتا تھا۔ جب مولانا تجویز کی عبارت پر ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے اجالے میں آگئے۔ افسوس کہ مولانا کی سیاسی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب گیا، ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لیے اپنی قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے، اگر وہ قلم بند ہوگئے ہوتے تو جنگ آزادی کی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ ہم وطن ہونے کی حیثیت سے بھی اور رفیق کار ہونے کی حیثیت سے بھی۔ اور شری لال بہادر شاستری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ شاستری جی کی مکتب کی تعلیم اپنے گاؤں میں مولانا کے خسر صاحب سے ہوئی تھی، جو اردو زبان کے بہترین منشی تھے۔ شاستری جی نے اردو لکھنا پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا۔ شاستری جی نے ساری عمر اس رشتے کا احترام کیا۔ اس تعلق کی بنیاد پر شاستری جی

Marfat.com

ارشادات عالیہ

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ روحانیت کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ تذکرہ نویسوں نے بزرگان دین کی کرامات قلم بند کرنے کی طرف تو خاص توجہ بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ توجہ دی ہے مگر ان کی عملی زندگی اور ان کی تعلیمات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ ظاہر ہے اس سے آنی والی نسلوں کو بہت نقصان پہنچا۔ یہی حادثہ حضرت میراں حسین زنجانی کے ساتھ پیش آیا۔ انکے تذکرہ نویسوں نے بھی ان کے افکار و نظریات کو محفوظ نہیں کیا البتہ ان کے بعض اقوال محفوظ ضرور ہو گئے ہیں جن سے حضرت موصوف کے نظریات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ گو کہ یہ کافی نہیں مگر جو کچھ ہیں وہ ہمارے لئے نعمت غیر مرقبہ سے کم نہیں۔ ذیل میں ان کے اقوال درج کئے جاتے ہیں۔

1. ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق زبان کا اقرار تن کا عمل اور سنت کی متابعت ہے۔ ایسا ایمان محکم اور محفوظ ہوتا ہے۔

2. دنیا ایک دریا ہے اس کا ایک کنارا آخرت ہے اور تقویٰ کشتی ہے۔ اس کے بغیر دریا کو پار کرنا بڑا مشکل ہے۔

3. قرآن پاک پر عمل کرنا اور دنیا سے رغبت ہونا تبلیغ دین کا سب سے بڑا اور پہلا اصول ہے۔

4. ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کفر سے اجتناب کرے۔

5. انسان کو ایسی دولت جمع کرنی چاہیے جو مرتے وقت اس کے ساتھ جا سکے۔

6. جو شخص جوانی میں فرمان خداوندی کو ضائع کرتا ہے خدا اسے بڑھاپے میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔

Marfat.com

مولانا کے لیے اکثر و بیشتر تحائف بھی بھیجا کرتے تھے۔

مذہبی دنیا میں بھی حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا بہت بلند مقام تھا۔ وہ اہل سنت کے قائدین میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڈھ کو اپنی مذہبی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لیے بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پر سوز جد و جہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنیت کی بہار آئی۔

مولانا نے سب سے پہلے ''مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ'' کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور آس پاس کے اضلاع اور قرب وجوار کے یتیم ونادار بچوں کو خورد ونوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہوگئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڈھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں محسن ملت علیہ الرحمہ کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے چنتے رہیں گے ، اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے گا۔ مولانا کی اس قرار واقعی حیثیت پر پردہ ڈالنا اور اس کے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی روح میں عشق وعقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی، جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے۔ طبیعت میں سوز وگداز کی استعداد تو پہلے ہی سے موجود تھی ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت نے مولانا کو کیف ومستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچادیا۔

Marfat.com

7. جس انسان کی زبان میں نرمی ہو اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔
8. جہان کی ساری خوشیاں ان کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب کے حکم پر قائم رہتے ہیں۔
9. عورت جزو ایمان ہے۔
10. سکوت سے رہنا اچھا صدق اور ناپسندیدہ باتوں سے کنارہ کرنا ایمان میں داخل ہے۔
11. بے ادب تہی دست اور بے مراد ہوتا ہے۔
12. بے کار باتوں کے لئے زبان اس وقت آمادہ ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔
13. جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے۔ اس پر وہ بچہ روتا اور چیختا ہے لیکن نیک صفت پاک باز اولیاء' صدیق و شہداء' اور آئمہ اطہار صفت پکان کو شیطان مس نہیں کرتا۔
14. بے علم فقیر یعنی درویش کافر کے برابر ہے۔
15. اصل درویش وہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی حاجت روائی کرے۔
16. بھنگی اور شرابی کو حضور ﷺ کا دیدار نصیب نہ ہو گا۔
17. کامل ولی کی نشانی یہ ہے کہ اسے قرب الٰہی حاصل ہو' اس کا باطن نور سے معمور ہو اور وہ شوق میں مسرور ہو۔
18. اہل بدعت اور بے نمازیوں کا ذکر و فکر قبول نہیں ہوتا۔
19. صاحب ہدایت جو کچھ اپنے مشاہدے میں دیکھتا ہے وہ معراج ہے اور صاحب بدعت جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔
20. ایک سچے عالم دین کی تباہی جہان کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

Marfat.com

وہ سرکار غوث الوریٰ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جیسی والہانہ اور فدا کارانہ عقیدت رکھتے تھے، بہت کم لوگوں کو ایسی سرفرازی نصیب ہوئی ہوگی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امین خزائن قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے فیضان صحبت سے ہی پیدا ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہو گئے ہیں، مولانا شد و مد کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا گیا۔ حضرت کو جب اس بات کا علم ہوا تو مولانا سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے ممبئی کا ایک سفر درپیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔ رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔ آخر میں فرمایا کہ منتظمین بھی بضد ہیں کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کر کے رہیں گے اور میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔

دم رخصت انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے

- اگر میرا جذبۂ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔

مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبۂ عشق و اخلاص سلامت رہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ رائے پور

Marfat.com

21. خداوند کا نام سن کر جل جلالہ کہنا چاہیے۔

22. حضرت رسول کریم ﷺ کا نام سن کر درود بھیجنا چاہیے۔

23. وہ شخص جو آفت میں مبتلا ہو، جس کا مال ضائع ہو گیا ہو، اس کو بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے۔

24. وہ شخص جس کو فاقہ درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقل مند آدمی اس کے فاقہ کی تصدیق کر دیں تو اس کو سوال کرنا جائز ہے۔

25. آپ نے بوساطت امام جعفر صادق فرمایا کہ جو شخص شدید حاجت کے بغیر سوال کرے وہ گویا شراب پیتا ہے۔

26. جس قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے اور دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

27. محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔

28. کاہل اور فاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

29. بے حیائی اور فحاشی کو ترقی ہو رہی ہے۔

30. مفت خوری کی وجہ سے معاشرے میں آوارگی اور بداطواری پھیلتی ہے۔

(مندرجہ ذیل اقوال ملفوظات قاسمیہ از سید محمد قاسم زنجانی سے لئے گئے ہیں جو اصل فارسی میں ہے اور ان کا ترجمہ کیا گیا ہے)

Marfat.com

کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔ رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں، آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔ ممبئی کی واپسی میں پھر حضرت اسٹیشن پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاک اور خواجہ غریب نواز کے صدقے میں خدا نے قبول حق کے لیے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔

حضرت محسن ملت کی افتاد طبع ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی وضع کے بہت پابند تھے۔ سفید کرتا، سفید پائجامہ، سرمئی رنگ کی صدری، سفید ٹوپی اور حیدر آبادی رومال...... پانچ اجزاء پر مشتمل مولانا یہ لباس ہفتے میں دو دن جمعہ اور پیر کو پابندی کے ساتھ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ سفر میں لازمی طور پر ایک زنبیل ساتھ رہتی تھی۔ ان میں ہلکی پھلکی بیماریوں کے علاج کے لیے ضرورت کی بہت ساری دوائیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ تقریر کرتے وقت مولانا صندلی رنگ کی پگڑی باندھتے تھے۔ پگڑی کے پیچ میں وہ کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے تھے، بس جیسے تیسے سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے۔ اپنے مدرسہ کا دو ورقی اشتہار رمضان المبارک اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر وہ ہمیشہ شائع کرتے تھے۔ اسی میں مدرسہ کے آمد و خرچ کا گوشوارہ بھی رہا کرتا تھا۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی گفتگو کا انداز بھی سب سے نرالا تھا۔ وہ اپنے مقابل کی بڑی سی بڑی دلیل کو اس خوبی کے ساتھ مسکراتے ہوئے مسمار کر دیا کرتے تھے کہ آدمی ہکا بکا رہ جاتا تھا۔

آپ نہایت پابندی کے ساتھ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں حاضری دیا کرتے تھے۔ عرس کے لیے گھر سے نکلنے اور اجمیر شریف سے واپسی کی جو تاریخ مقرر کر لی تھی، اس میں چالیس پینتالیس برس تک سر مو فرق نہیں آیا۔

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانی (رحمتہ اللہ علیہ) حضرت داتا گنج بخش (رحمتہ اللہ علیہ) کے پیش رو ہیں

حضرت میراں حسین زنجانی اور حضرت داتا گنج بخش ایک ہی مرشد کامل حضرت شیخ ابوالفضل ختلی کے مرید و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپس میں پیر بھائی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت میراں حسین مرشد کامل کے حکم سے تبلیغ اسلام کے لئے لاہور آئے جب کہ اہل ہند کفرو شرک کی مضبوط زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، ظلم و تشدد کا دور دورہ تھا۔ لوگ توحید کے پیغام اور انسانیت کے حقیقی مقاصد سے ناواقف تھے۔ ان کے مذہبی عقائد میں بتوں کو سجدہ کرنا اور دیوی دیوتاؤں کو انسانی خون کی قربانی دے کے خوش کرنا مذہبی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت میراں حسین زنجانی نے سب سے پہلے لاہور میں آکر پیغام ایمان اور روحانی فیوض و برکات سے ضلالت و گمراہی اور جہالت کی گھنگور گھٹاؤں کو دور کیا۔ دلوں کے سومنات کو ایمان کی ضرب سے توڑ کر تشنگان حقیقت کو جام توحید پلایا بلکہ مے خانہ توحید کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ آپ کی تبلیغی کوششوں سے آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے اولیاء کی نسبت بہت کم لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن تبلیغ اسلام کی جو بنیاد آپ نے رکھی اس پر آپ کے بھائی حضرت یعقوب زنجانی، آپ کے ہم عصر حضرت، اسماعیل بخاری اور آپ کے بعد آپ کے پیر بھائی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے تبلیغ

Marfat.com

مدرسہ میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا جو دفتری اہتمام تھا اس کی سج دھج بھی قابل دید تھی۔ایک مصلی اور اس کے سامنے ایک لکڑی کا بکس باقی کمرے کا سارا فرش ننگا۔ بڑے سے بڑے منصب دار کے لیے اس سے زیادہ انہوں نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا کہ ننگے فرش پر ایک چٹائی بچھادی۔

اپنے شہر ہی میں نہیں بلکہ پورے علاقے میں آپ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور مدبر کی تھی۔مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پریش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت محسوس کرتی تھی۔شہر اور علاقہ کے مسلمان بھی اپنے چھوٹے بڑے سارے مسائل میں مولانا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔مولانا نے کبھی اور کسی حال میں بھی کسی ضرورت مند کو مایوس نہیں ہونے دیا۔وہ ہر شخص کے زخموں پر تسکین کا مرہم رکھتے تھے اور ہر شخص کے کام آتے تھے۔

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ محفوظ رہے گی کہ ریاستی اور مرکزی حکومت میں مولانا کا جو اثر و رسوخ تھا اگر مولانا چاہتے تو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے بہت سی مراعات حاصل کر سکتے تھے،لیکن مولانا نے پورے استغناء کے ساتھ ایک درویش کی سی زندگی گذاردی۔

بہت رواروی میں یہ چند سطریں ہم نے قلمبند کردی ہیں۔آئندہ اگر موقع ملا تو تفصیل کے ساتھ حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذہبی،تبلیغی اور سیاسی خدمات ہر ایک پر ایک طویل مضمون لکھوں گا۔

وہ محسن ملت.........جنہوں نے وسط ہندوستان میں علم وفکر اور شعور وآگہی کا وہ چراغ جلایا،جس کی روشنی سے ایک عالم جگمگا رہا ہے۔

وہ محسن ملت.........جو مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور سنیت کی حفاظت کے

Marfat.com

اسلام کا عالیشان محل تعمیر کیا۔

حضرت داتا گنج بخش کو اپنے مرشد کی طرف سے لاہور آنے کا حکم ہوا تو آپ نے مرشد سے عرض کیا کہ حضرت وہاں میرے بڑے بھائی حضرت میراں حسین موجود ہیں لیکن مرشد کامل سے حکم ہوا کہ اے علی! تم وہاں ضرور جاؤ۔ آپ مرشد کے حکم کی تعمیل میں لاہور روانہ ہو گئے۔ جب لاہور پہنچے تو رات ہو چکی تھی اس لئے رات شہر کے باہر گزاری۔ جب صبح شہر میں داخل ہوئے تو اتنے میں ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کہ قطب الاقطاب حضرت حسین زنجانی کا جنازہ ہے۔ نماز جنازہ اور تدفین کی رسومات میں حصہ لیا پھر دعا کی کہ یاالٰہی مجھ سے بھی وہ کام لے جس کو میرے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی نے آخر دم تک انجام دیا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش مرشد کے حکم سے لاہور آئے اور یہاں آکر تبلیغ اسلام اور روحانی فیض کے اسی سلسلے کو جاری رکھا جس کی بنیاد حضرت سید میراں حسین نے رکھی تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت میراں حسین حضرت داتا گنج بخش کے پیش رو ہیں۔

خواجہ صاحب کی روضہ مبارک پر حاضری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان نامور اور اکابر اولیاء میں سے ہیں جن پر زمانہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ آپ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں اور آپ ہی کی کوششوں سے ہندوستان میں اسلام پھیلا۔

آپ 536ھ میں سیستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے اس لئے آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت علی ابن طالبؓ سے جا ملتا ہے۔ بارہ برس کی عمر میں والد کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ ترکہ میں ایک باغ اور پن چکی ملی۔ اسی کو روزی کا ذریعہ بنایا۔

Marfat.com

لیے شمع کی طرح پگھلتے رہے..........مگر!

ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت، پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی، اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔

☆☆☆

Marfat.com

اس اثنا میں ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کھلی کا ایک ٹکڑا دانتوں سے چبا کر آپ کو کھلایا جس کی تاثیر سے زندگی ہی بدل گئی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طلب خدا میں چل پڑے۔ سمرقند پہنچے کلام پاک حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

سمرقند سے عراق کا رخ کیا اور نیشاپور کی حدود میں ایک قصبہ ہارون سے گزر ہوا جہاں اس زمانہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سکونت پذیر تھے۔ خواجہ صاحب نے ان کے دست حق پر بیعت کی۔ پیرو مرشد نے کلاہ چار ترکی اور گلیم خاص مرحمت فرمایا۔ ان کی صحبت میں رہ کر خواجہ صاحب نے چند دنوں میں اپنے قلب کو منور کیا۔

خواجہ صاحب ڈھائی سال تک پیرومرشد کی خدمت میں رہے اور بہت ریاضت و مجاہدہ کیا۔ بعض بیانات کے مطابق آپ نے بیس سال تک مرشد کی خدمت کی اور انہی کے ساتھ سیاحت بھی کی۔ سفر میں مرشد کا بستر اور دوسری اشیاء اٹھائے پھرتے۔

خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ آپ سیوستان بھی گئے۔ پھر خواجہ صاحب بہاؤالدین اوشی سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔ مرشد کے ہمراہ خواجہ صاحب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے جہاں پیرو مرشد نے ان کے لئے دعا کی۔ مدینہ منورہ میں ہی خواجہ صاحب کو ہندوستان جانے کا حکم ہوا۔

مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد خواجہ صاحب بغداد آئے پھر سنجان پہنچ کر شیخ نجم الدین کی خدمت میں ڈھائی سال گزارے پھر حضور غوث الاعظم میراں محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی سے شرف نیاز حاصل کیا اور انہی کے ہمراہ بغداد آئے جہاں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ یہیں پر اوحدالدین کرمانی سے ملاقات کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

Marfat.com

10

شیخ المشائخ

الحاج شاہ محمد تیغ علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

آپ بغداد سے ہمدان تشریف لے آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی پھر تبریز پہنچے اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پیرومرشد ابوسعید تبریزی کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ وہاں سے اصفہان آئے اور شیخ محمود اصفہانی سے کسب فیض کیا۔ بعدازاں ہندوستان کا رخ کیا۔

جب خواجہ صاحب ہندوستان تشریف لائے تو حضرت شیخ علی ہجویری وصال فرما چکے تھے۔ لاہور پہنچ کر خواجہ صاحب شیخ علی ہجویری کے روضہ مبارک کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں چالیس دن تک معتکف رہے۔ آپ کی چلہ گاہ مزار کی پائنتی کی جانب موجود ہے۔

خواجہ صاحب حضرت علی ہجویری کے مزار پر چلہ کشی کے بعد حضرت میراں حسین زنجانی کے دربار عالیہ میں بھی حاضر ہوئے اور روضہ مبارک کے برابر ایک جگہ تین دن کا اعتکاف کیا اور آپ کی اس جائے اعتکاف کو چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا جو مزار مبارک کی پائنتی جانب مرجع خلائق ہے۔

لاہور میں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب ملتان تشریف لے گئے وہاں پانچ سال تک سنسکرت اور پراکرات زبانیں سیکھیں۔ پھر دہلی جاتے ہوئے اجمیر شریف گئے اور 10 محرم 561ھ کو اجمیر شریف پہنچے۔

اس زمانے میں چوہان خاندان کا مشہور راجہ رائے پتھورائے اجمیر اور دہلی کا حکمران تھا۔ رائے پتھورائے تاریخ میں پرتھوی راج کے نام سے مشہور ہے۔

راجہ کے آدمیوں نے خواجہ صاحب کے قیام میں بڑی مزاحمت کی۔ خود راجہ بھی خواجہ صاحب سے اچھی طرح پیش نہ آیا لیکن بالاخر خواجہ صاحب کی تعلیمات سے وہ لوگ متاثر ہونے لگے۔ راجہ کے کئی ملازم خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ اس طرح اجمیر سے اسلام کی کرنیں پھوٹ کر سارے ہندوستان میں پھیلیں۔

خواجہ صاحب نے 6 رجب المرجب 632ھ میں وفات پائی۔ سیرالعارفین کے

Marfat.com

اس پہ کھل جائے ابھی تیغ علی کا جوہر
چشم ساقی کی اگر کوئی نظر پہچانے

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

Marfat.com

بیان کے مطابق آپ کی عمر مبارک 97 برس تھی

چلہ مبارک حضرت خواجہ معین الدین کی حقیقت

دربار حضرت سید میراں حسین کے جنوب مشرقی کونے میں چلہ مبارک حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہے جس کے بارے میں تاریخیں خاموش ہیں کہ کیا یہاں خواجہ صاحب نے چلہ کیا ہے کہ نہیں۔ لیکن اکثر کتب میں ایک دو سطور ایسی ملتی ہیں جن میں حضرت خواجہ صاحب اور حضرت میراں حسین کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے جن سے حضرت کے عہد کے تعین کے بارے میں اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔ بندہ فقیر کی معلومات کے مطابق حضرت خواجہ صاحب حضرت میراں حسین زنجانی کی حیات میں تشریف نہیں لائے بلکہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور تین دن تک اس جگہ معتکف رہے جسے چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور اسی دوران حضرت خواجہ صاحب سے روحانی طور پر آپ سے ملاقات ہوئی اور اسی عالم روحانیت میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ جب خواجہ صاحب اجمیر چلے گئے تو آپ نے کسی قریبی دوست سے لاہور میں حضرت میراں حسین سے باطنی ملاقات کا ذکر کیا جو بعد میں روایت در روایت بنتے ہوئے مورخین کی تحریروں میں ظاہری ملاقات بن گئی۔ اہل نظر حضرت میراں حسین سے یہ بات پوچھ سکتے ہیں تو انہیں یہی حقیقت نظر آئے گی جو بندہ نے درج کر دی ہے۔

Marfat.com

حیات شیخ المشائخ حضرت محبوب الاولیاء

الحاج شاہ محمد تیغ علی قدس سرہ

اس گرامی............شاہ محمد تیغ علی

لقب................شیخ المشائخ، سرکار اقدس

وطن مالوف.........موضع گوریارہ ضلع مظفر پور بہار

ولادت............ ۱۳۰۰ھ

وفات...............یکم ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

مدفن...............موضع سرکا نہی شریف ضلع مظفر پور

دیدۂ شوق کو دعوت نظارہ

حضرت شیخ المشائخ موجودہ صدی میں فضل خداوندی اور عشق وعرفان کی ایک ایسی کھلی ہوئی نشانی تھے کہ پہلی ہی نظر میں دیکھنے والوں کا یقین چیخ اٹھتا تھا کہ وہ اللہ کا ولی

Marfat.com

تعلیمات کی تشریح

بزرگان دین کی تعلیمات کتاب اللہ اور ارشات نبی کریم ﷺ پر مبنی ہوتی ہیں۔ تصوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے بھی اسی تعلیم پر زیادہ زور دیا ہے اور اس کی اشاعت و تبلیغ کی جو کتاب و سنت کے مطابق ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل تعلیمات کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے لیکن آپ کی تعلیمات کا ایک نہایت ہی مختصر خاکہ آپ کے ان ارشادات عالیہ پر مشتمل ہے جو قبل ازیں درج کر دئے گئے ہیں۔ یہاں پر ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

استقامت ایمان:

حضرت کی تعلیمات میں ایمان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق، زبان کا اقرار، تن کا عمل اور سنت کی متابعت ہے۔ ایسا ایمان محکم اور محفوظ ہوتا ہے۔ اس قول کی روشنی میں اگر ہم اپنے عمل کو دیکھیں کہ ہمارا ایمان کتنا محکم ہے تو ہمارے ایمان کی کمزوری کھل کر سامنے آجاتی ہے کیونکہ اکثر برائیاں ایمان کی کمزوری کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ، ملائکہ، آخرت اور قرآن پاک سے غافل رہنے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ میراں حسین زنجانی نے اس قول پر عمل کر کے اپنے ایمان کو پختہ اور محکم بنائیں۔

تقویٰ کی تلقین

Marfat.com

ہے۔ ان کی ولایت وخدا شناسی کے لیے یہ دلیل سب پر بھاری ہے کہ ان کی ایک نگہ التفات سے دلوں کے بیشمار ویرانے آباد ہوئے۔ روح کے چمنستانوں میں بہار آئی اور لاکھوں بھٹکے ہوئے انسان ''مردان خدا'' کے گروہ میں شامل ہو گئے۔

گو وہ آج نظر کے سامنے نہیں ہیں، لیکن ان کا باطنی فیضان آسمان کے بادل کی طرح دلوں کے آفاق پر چھاتا جا رہا ہے۔ ان کے سلسلے کے غلاموں کا باطنی کیف اہل باطن ہی جان سکتے ہیں لیکن ظاہری حال اتنا آراستہ ہے کہ بیساختہ ایک مرد مؤمن کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ ظاہر کا یہ انقلاب بلاشبہ باطن کی صحت مندی اور روح کی طہارت وآرائش کی نشاندہی کرتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ کے قدر دانوں کی صف میں صرف عوام ہی نہیں ہیں، وہ اہل علم خواص بھی ہیں جن کی دینی برتری، مذہبی پیشوائی اور دیانت وثقاہت پر زمانہ اعتماد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ، امام المفسرین حضرت صدرالافاضل مولانا شاہ حکیم نعیم الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ حکیم ابوالعلا امجد علی صاحب قبلہ مصنف بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم ہند حضرت مولانا شاہ سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین احمد صاحب فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ، بحر العلوم حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ شیخ الحدیث اشرفیہ مبارکپور، حضرت مجاہد ملت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولانا الحاج شاہ محمد رفاقت حسین صاحب قبلہ وغیرہم۔

دنیائے اسلام کے یہ سارے مشاہیر حضرت شیخ المشائخ کی روحانیت وولایت سے متاثر ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ علم وحکمت کی امامت کے منصب پر فائز ہیں بلکہ اپنی اپنی

Marfat.com

حضرت کا یہ قول کہ دنیا ایک دریا ہے اور اس دریا کا کنارا آخرت ہے اور تقویٰ کشتی ہے۔ اس کے بغیر دنیا کے اس دریا کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قول دوسرے بزرگان دین کی تعلیمات میں بھی عام ملتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے مخصوص بندوں کے گروہ میں شامل ہونے کے لئے تقویٰ کا سہارا لینا کتنا ضروری ہے کیونکہ بزرگان دین کی زندگی میں آزمائش کے بے شمار مواقع آتے ہیں جن میں ثابت قدم رہنے کے لئے تقویٰ کے بغیر کوئی اور سہارا نہیں ملتا اور تقویٰ اللہ کی ذات پر پختہ ایمان اور یقین کامل کی نشانیوں میں سے ہے۔

حضرت کے اس قول کے مطابق ایک مسلمان کی زندگی میں تقویٰ کی بے پناہ دولت ہونی چاہیے تاکہ کوئی بھی غیر مسلم مسلمانوں کو نیچا نہ دکھا سکے۔ مگر مسلم کی زندگی تقویٰ سے خالی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے انسان نفسانفسی اور افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے۔

جہاں تقویٰ ہوتا ہے وہاں سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا کے ستائے ہوئے دکھی انسانوں کو بزرگان دین کے مزارات پر سکون ملتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت ہم مزارات پر کھنچے چلے آتے ہیں۔

تبلیغ دین کا بنیادی اصول

آپ کا یہ قول کہ قرآن پر عمل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا تبلیغ دین کا سب سے بڑا اصول ہے' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی صراط مستقیم پر استوار کرنے کے لئے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

بزرگان دین کو جو روحانی اہمیت' عظمت' بزرگی اور دائمی شہرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کا یہ فرض عین ہے کہ وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالے جس طرح ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحابہ کرام اور بزرگان دین کی مثالیں موجود ہیں۔

Marfat.com

جگہ پر خود بھی روحانیت وطریقت کے آفتاب وماہتاب ہیں۔اس لیے ان کی شہادتیں ایک جانکار اور باخبر کی شہادت کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل اعتماد اور مستند ہیں۔

ان حالات میں فطری طور پر ہر شخص کے دل میں حضرت شیخ المشائخ کے متعلق یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوگی کہ وہ کون تھے؟............کہاں پیدا ہوئے؟............ تصوف وطریقت کے کس خانوادے سے ان کا تعلق تھا؟..........اور ان کی زندگی کے عام حالات کیا تھے؟

ویسے حضرت شیخ المشائخ کی زندگی پر کئی مفید کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ان میں سے خاص طور پر مظاہر قطب الانام، انوار صوفیہ، ہدایت المریدین اور اعزاز قادری قابل ذکر اور مستند کتابیں ہیں اور ان ثقہ حضرات کی چشم دید روایات پر مشتمل ہیں جو حضرت شیخ المشائخ کی حیات ظاہری میں شب وروز ان کی بارگاہ کے حاضر باش تھے۔اس لیے یہ کتابیں براہ راست حضرت شیخ المشائخ کے حالات سے ہمیں روشناس کراتی ہیں۔اب آنے والے دور میں جو بھی حضرت کی حیات طیبہ پر قلم اٹھائے گا ان کتابوں کو اصل ماخذ کی حیثیت سے سامنے رکھنا ناگزیر ہوگا۔

خدا کا شکر ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین وجامعین خود بھی اہل علم اور اصحاب قلم ہیں بالخصوص حضرت مولانا شاہ محمد حنیف صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد علاء الدین صاحب اور فاضل نوجوان حضرت مولانا جید القادری صاحب۔ یہ سب کے سب تیغی سلسلہ کے مشاہیر اہل علم ہیں۔ان حضرات کی تحریریں پڑھ کر معلومات کی وسعت اور زبان وقلم کی سلامت روی کا یقین جاگ اٹھتا ہے۔

ہند و پاک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تیغی حلقوں میں مرید باصفا جناب صوفی شاہ قربان علی صاحب تیغی کی ادائے عاشقانہ ضرب المثل بن چکی ہے۔شیخ کے چمنستان عقیدت کے لیے ان کے جگر کے خون کا کوئی آخری قطرہ بھی طلب کرے تو انہیں

Marfat.com

کفر سے اجتناب

آپ کا یہ قول کہ "مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کفر سے اجتناب کرے"۔ اس قول کی روشنی کے تحت مسلمان کو ایسے عمل نہیں کرنے چاہییں جو کافروں کے اعمال ہیں لیکن ہم بے شمار ایسے عمل کرتے ہیں جو کافروں کے ہیں۔ چنانچہ ایک سچا عاشق رسول اور مسلمان بننے کے لئے کافرانہ اعمال سے بچنا چاہیے۔ اگر ہمارے اعمال مسلمانوں والے نہیں ہوں گے تو ہم صرف نام کے مسلمان ہوں گے۔

بہترین دولت

حضرت کا پانچواں قول یہ ہے کہ انسان کو ایسی دولت جمع کرنی چاہیے جو مرتے وقت ساتھ جا سکے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسی کون سی دولت ہے جو مرنے کے بعد انسان کے کام آئے گی' تو وہ دولت' دولت ایمانی ہے جو نیک اعمال اور خدمت انسانیت سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ہم ایسی دولت جمع کرتے ہیں جو دنیا میں تو کام آتی ہے مگر آخرت میں نہیں۔ دنیاوی دولت کے حصول کو ہم آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیوی دولت کے حصول کے لئے ہم نے دن رات ایک کر رکھا ہے اور ناجائز حربے استعمال کرتے ہیں جن سے آخرت کی دولت ضائع ہوتی ہے۔

جوانی کا عمل

آپ نے فرمایا کہ جو شخص جوانی میں فرمان خداوندی کو ضائع کر دیتا ہے خدا اسے بڑھاپے میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ آپ کا یہ قول آج بھی بالکل تازہ اور سچا معلوم ہوتا ہے۔ جوانی کی عمر وہ ہے جب کہ دنیا کی تمام خوشیاں اور لذتیں انسان کو دعوت شوق دیتی ہیں۔ انسان کی عقل بھی اپنی حد پرواز تک پہنچ چکی

Marfat.com

ذرا بھی دریغ نہ ہوگا۔ وہ اپنی زندگی اور زندگی کی پوری کائنات شیخ کے قدموں میں نثار کر چکے ہیں۔

ادارۂ جام نور کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے ان کی یہ خواہش قابل احترام ہے کہ عرس شریف کے موقعہ پر ''تیغی نمبر'' کا خراج عقیدت صاحب عرس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔

جولائی کا یہ ''جام نور'' جو سرکار کی زندگی کے مختلف گوشوں پر حاوی ہے، تیغی برادران طریقت کے لیے تسکین قلب وروح کا بہترین ذریعہ ہے۔ اب ذیل میں حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق چند بکھرے ہوئے گلہائے عقیدت ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلۂ طریقت

سینکڑوں برس کی بات ہے کہ سیالکوٹ پنجاب میں امام طریقت حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک بزرگ گذرے، جن سے سلسلۂ آبادانیہ کی شاخ پھوٹی۔ اپنے سلسلے کے امتیاز کے لیے انہوں نے سیاہ رنگ کا ایک رومال ایجاد کیا جس کے چاروں گوشوں پر نقطے والے نقوش بنے ہوئے ہیں۔ سلسلۂ آبادانیہ میں مرید ہونے والوں کو آج بھی یہ رومال دیا جاتا ہے۔ رومال کے چاروں گوشوں پر جو پھول بنے ہوئے ہیں، اہل باطن انہیں چہار رموز کی علامت سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اوپر کی طرف ساتویں کڑی میں حضرت امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جب کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ مبارکہ ۲۹ ویں کڑی میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کے نیچے تیسرے شیخ الطائفہ حضرت عظیم

Marfat.com

ہوتی ہے۔ شعور بیدار ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنا نفع نقصان اچھی طرح سوچ سکتا ہے۔ جو شخص جوانی میں یاد خدا کی طرف لگ جائے تو وہ کیمیا بن جاتا ہے۔ اگر خدا کے صراط مستقیم کو چھوڑ دے گا تو اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے گا اور اللہ کی رحمت سے دوری انسان کی ذلت کا سبب بنتی ہے۔ جو جوانی میں شریعت کی حدود سے تجاوز کر کے عیش و عشرت کرتے ہیں اور دامن کو گناہ کی آلودگیوں سے ہم کنار کرتے ہیں' اللہ کے باغی اور نافرمان بنتے ہیں۔ اللہ ان کے نام ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ جو جوانی میں اللہ کے قانون کو اپناتے ہیں تو اللہ ان کے نام اس طرح زندہ کر دیتا ہے کہ جس طرح کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی آج حضرت سید میراں حسین کا نام زندہ ہے۔

آداب گفتگو

آپ کا یہ قول کہ جس انسان کی زبان میں نرمی ہو اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔ آج بھی حرف آخر کی طرح حقیقت پر مبنی ہے۔ جن کی باتوں میں پیار اور محبت ہو وہ لوگوں سے نرم لہجے میں بات کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اصول صالح اخلاق کا آئینہ دار ہے لیکن اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ آج ہم اسلامی آداب گفتگو کو ایک طرف رکھ کر گفتگو میں نرمی سے کام نہیں لیتے۔ مالک نوکر کے ساتھ' افسر ماتحت کے ساتھ' حاکم رعایا کے ساتھ' اولاد ماں باپ کے ساتھ' بڑے چھوٹے کے ساتھ' استاد طلباء کے ساتھ حتیٰ کہ زندگی کے جس شعبے کو لیں اس میں ہماری گفتگو میں وہ نرمی اور لطافت نہیں ہوتی جو اسلامی اخلاق کا حصہ ہے۔

عورت کا مقام

حضرت میراں حسین زنجانی کا یہ کہہ دینا کہ عورت جزو ایمان ہے' کتنی تلخ حقیقت پر مبنی ہے۔ اگرچہ ایمان کامل کی شرائط میں یہ نہیں ہے کہ عورت ضرور

Marfat.com

البرکت مولانا سید شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کا مزار مبارک محلہ میر گنج شہر آرہ میں ہے۔ ان کے بارہ خلفاء مشہور ہیں۔ خلیفۂ ششم حضرت شیخ الطریقہ مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ المشائخ کو بیعت ارشاد حاصل ہے۔ اور خلیفۂ دوازدہم حضرت صوفی شاہ حکیم سید جلال الدین جڑہوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی ہے۔ اس لیے حضرت فریدی بھی ہیں اور چونکہ خانقاہ پھلواری کے سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانوادۂ مجیبیہ کے جملہ سلاسل کی اجازت آپ کو عنایت فرمائی تھی، اس لیے حضرت شیخ المشائخ اپنے آپ کو مجیبی بھی لکھتے اور کہتے تھے۔

اس طرح حضرت شیخ المشائخ آبادانی، فریدی اور مجیبی ہیں .... لیکن خانقاہ شریف آبادانی سے منسوب ہیں۔

عہد طفلی

کسی بھی بڑے انسان کی سوانح حیات میں اس کے عہد طفلی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ فطرت بغیر کسی حجاب وواسطہ کے اس کی عظمتوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

حضرت شیخ المشائخ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا اپنے لخت جگر کے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا کہ میری گود سے اتر کر کسی اندھرے مکان کے گوشے میں وہ دوزانو بیٹھ جاتے اور انگلیوں پر کچھ گنتے رہتے۔ کبھی آسمان کی طرف انگلیوں کا اشارہ کرتے۔ راتوں کو جب مجھے نیند آجاتی تو میرے پہلو سے اٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور میرے پاؤں کے تلووں سے ہاتھ مس کر کے اپنے چہرے پر ملا کرتے یہاں تک کہ میری آنکھ کھل جاتی۔

Marfat.com

مرد کی ساتھی ہو لیکن اس سے انکار بھی نہیں ہو سکتا کہ جب انسان کے ذہن پر عورت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ اپنے ایمان کا بھی سودا کر ڈالتا ہے اور عورت کی محبت اور جنسی خواہشات کی تشفی کے لئے زنا اور نہ جانے کتنی بڑی سے بڑی برائی کر گزرتا ہے اور ایمانی دولت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ بہت دور نکل چکا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر آپ کے مندرجہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے۔ اگر وقت پر انسان عورت کو زندگی کا ساتھی بنا لے تو وہ بے شمار برائیوں سے بچ سکتا ہے اور برائیوں سے بچنا ایمان محکم کی علامت ہے۔

دیر سے شادی کرانے کا رجحان ایسا ہے کہ جس کی بنا پر انسان بے شمار گناہوں کو اپنے سر پر ڈال لیتا ہے اور یہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قول کے منافی ہے۔

اطاعت خداوندی

پھر آپ کا ایک قول یہ ہے کہ جہان کی سب خوشیاں ان کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب کے ہر حکم پر قائم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے شمار انعام و اکرام سے نوازتا ہے اور ان کو وہ مسرت حاصل ہوتی ہے جو دائمی ہوتی ہے اور صدیوں لوگ ان کو یاد کرتے ہیں۔

فضول باتوں سے بچنا

آپ نے فرمایا کہ سکون سے رہنا اچھا صدق اور ناپسندیدہ باتوں سے کنارہ کرنا ایمان میں داخل ہے۔ یہ قول بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ فضول باتیں کرنے سے انسان بے شمار گناہ بے لذت مول لے لیتا ہے اور انسان کو پتا بھی نہیں چلتا اور وہ گناہوں سے بھاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

فرماتی ہیں کہ اپنے بچے کے عجیب وغریب حالات دیکھ کر میں اکثر اندیشناک رہتی کہ مبادا یہ نعمت عظمیٰ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ حالات بیان کرتے ہوئے ایک بار آنکھوں میں خوشی کے آنسوامنڈ آئے اور تحدیث نعمت کے طور پر کہنے لگیں کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میری کوکھ سے ایک ہونہار ولی پیدا فرمایا۔

ایک مجذوب سے ملاقات

اولیاء کاملین کی سوانح زندگی میں کسی نہ کسی مجذوب سے ملاقات کا واقعہ ضرور ملتا ہے۔ واقعات کا یہ التزام مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ کسی لکڑی کو سلگانے کے لیے اگر آگ کا اتصال ضروری ہے تو عشق الٰہی کے سوز و تپش سے دلوں کو گرمانے کے لیے یقیناً کسی آتشکدے کے قریب جانا ہوگا۔

چنانچہ حضرت شیخ المشائخ کو بھی اس راہ سے گذرنا پڑا۔ مظفر پور کے مشہور مجذوب حضرت داتا کمبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات اور ان کی طرف داتا صاحب کی راز دارانہ توجہ حضرت شیخ المشائخ کے عہد طالب علمی کا نہایت مشہور واقعہ ہے۔

زمانۂ تعلیم کا ایک عجیب وغریب واقعہ

جس زمانے میں آپ مولوی سبحان علی صاحب مرحوم کے حلقۂ درس میں ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے، اس وقت کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ استاد نے فارسی بنانے کے لیے اردو کے چند جملے دیئے۔ ان میں سے ایک جملہ یہ بھی تھا "ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں"۔ حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمہ نے اس جملہ کا جو ترجمہ فرمایا اس نے مستقبل کے چہرے سے سارے نقاب الٹ کر رکھ دیئے۔ کاپی پر نگاہ ڈالتے ہی استاد کی روح جھوم اٹھی اور بے اختیار زبان سے یہ جملہ نکلا "بلاشبہ یہ لڑکا اپنے زمانے میں یکتائے روزگار اور

Marfat.com

ایک سنہری اصول

آپ کا یہ قول کہ بے ادب بے مراد اور باادب بامراد ہوتا ہے۔ اس قول سے ہمیں آداب زندگی کا درس ملتا ہے۔ اس مادی دور میں آداب زندگی کو قطعاً ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ چھوٹے بڑوں کا ادب و احترام نہیں کرتے بلکہ زندگی کے جس شعبے کو بھی دیکھیں اسلامی آداب سے خالی نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا اخلاقی معیار دن بدن گرتا چلا جا رہا ہے۔

عشق الٰہی

آپ نے فرمایا بیکار باتوں کے لئے زبان اس وقت آمادہ ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشق الٰہی ایک ایسی لگن ہے جس میں انسان اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس بیکار باتوں میں حصہ لینے کے لئے وقت ہی نہیں ہوتا۔ عشق میں چونکہ اطاعت ہے اس لئے جب تک عشق کا غلبہ رہے گا اس وقت تک دنیا داری کی بیکار باتیں قریب نہیں آتیں البتہ عشق الٰہی کا صادق ہونا ضروری ہے۔

پیدائشی ولی کی علامت

آپ نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے اس پر وہ بچہ روتا ہے اور چیختا ہے لیکن نیک صفت، پاکباز اولیاء، صدیق، شہداء، انبیا اور آئمہ اطہار صفت بچگان کو شیطان مس نہیں کرتا۔

مطلب یہ کہ جو لوگ پیدائشی طور پر اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کو شیطان اگر نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرے تو اللہ کی رحمت انہیں شیطانی حملوں سے بچاتی ہے۔

Marfat.com

دانائے اسرار ہوگا"۔

ترجمہ یہ تھا:" خدا نزد است می جوید بہ صحرا" یعنی خدا قریب ہے اور لوگ اسے صحرا میں ڈھونڈتے ہیں۔

یہ صرف ترجمہ ہی نہیں تھا اپنے واردات کی ترجمانی بھی تھی۔

ابتدائی تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد آپ اپنے عم محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کے ہمراہ کلکتہ تشریف لائے اور مدرسہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ فارسی کی معیاری کتابیں ختم کر لینے کے بعد درجۂ عربی میں داخلہ ہوا۔ ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ والد ماجد علیہ الرحمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چار و ناچار سلسلۂ تعلیم ختم کر دینا پڑا اور کاشتکاری کے کاروبار کی نگرانی کے لیے آپ کے چچا نے آپ کو مکان بھیج دیا۔ کتب بینی کا شوق اور مطالعہ کا سلسلہ چونکہ زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہا اس لیے حضرت شیخ المشائخ نے گو بظاہر درس نظامیہ کی تکمیل نہیں کی تھی لیکن معلومات کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ علوم ظاہری میں بھی آپ مکمل تھے۔

منزل کی طرف پہلا قدم

چند ہی سال کے بعد اپنے عم کی طلبی پر آپ نے دوبارہ کلکتہ کا سفر کیا۔ ویسے بظاہر یہ سفر طلب معاش کے لیے تھا لیکن مشیت الٰہی کچھ اور انتظام کر چکی تھی۔ خضر راہ سے ملاقات کے لیے کلکتہ ہی کی سرزمین علم الٰہی میں مقدر ہو چکی تھی۔ یہیں سے زندگی کا وہ دور شروع ہوا جس نے دیہاتی گھرانے میں جنم لینے والے ایک گمنام کو اپنے وقت کا شیخ المشائخ بنا دیا۔

بچپن ہی سے اوراد و اذکار اور نماز و تسبیح سے جو قلبی لگاؤ اور روحانی ذوق تھا، اب وہ نقطۂ شباب پر پہنچ چکا تھا۔ فرائض ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کا سارا وقت انہی مشاغل میں گزرتا تھا۔ ٹھیک اس وقت جب کہ ایک روحانی انقلاب کے لیے باطن کی

Marfat.com

فقر اور علم

آپ نے فرمایا کہ بے علم فقیر یعنی درویش کافر کے برابر ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے اور روحانی منازل کو طے کرنا چاہے یعنی اللہ کا فقیر بننا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم شریعت حاصل کرے۔ اس قول سے صراحتاً" اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ فقیری کے لئے علم دین کا سیکھنا لازم و ملزوم ہے مگر آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ بزرگان دین کے عرسوں پر جو فقیر آتے ہیں ان کی ظاہری کیفیت عجیب و غریب ہوتی ہے کیونکہ اگر ان سے دین کی کوئی بات پوچھی جائے تو وہ کہتے ہیں کسی عالم یا مولوی سے جا کر مسئلہ پوچھو جس سے ان کی بناوٹی فقیری کا پول کھل کر سامنے آجاتا ہے مگر سادہ لوح عوام ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ عوام کو یہ جاننا چاہیے کہ فقیر کامل کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ فقیر اور درویش صاحب علم اور عمل ہوں۔ ہو سکتا ہے اسی بنا پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ بے علم فقیر کافر کے برابر ہے۔ یعنی جب فقیر صاحب علم نہیں ہوگا تو ہو سکتا ہے اس سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو اس کو کفر تک لے جائے۔ چنانچہ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے صاحب علم بننا بہت ضروری ہے۔

حاجت روائی

اس کے بعد آپ کا یہ قول درج ہے کہ اصل درویش وہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی حاجت روائی کرے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ درویش کے پاس اگر کوئی مشکل کشائی کے لئے آئے تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کی حاجت روائی کی کوشش کرے۔ اللہ کا بندہ پہچانا بھی اسی سے جاتا ہے کہ اس میں لوگوں کی تکلیف اور رنج و الم میں شریک ہونے کا احساس دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

فضا ہموار ہو چکی تھی اور ولولۂ شوق کا اضطراب دل کے دروازے پر دستک دے رہا تھا، سراج السالکین حضرت حافظ شاہ فرید الدین صاحب شاہ آبادی قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ پنجم حضرت عظیم البرکتہ مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ رونق افروز ہوئے۔ آپ کی بزرگی اور کشف وکرامات کی ساری شہر میں دھوم مچ گئی۔ شدہ شدہ حضرت تک بھی یہ خبر پہنچی۔ بس اب کیا تھا، اچانک عشق الٰہی کا جذبۂ شوق جاگ اٹھا اور ایک نامعلوم کشش سے دل کا حال قابو سے باہر ہو گیا۔ اسی عالم میں اٹھے اور ''پیر مغاں'' کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ شیخ کے روئے تاباں پر نظر پڑتے ہی دل کا عالم بدل گیا۔ شیخ نے بھی پہلی ہی نگاہ میں سعادت وارجمندی کے وہ سارے آثار پڑھ لیے جو لوح جبیں پر جگمگا رہے تھے۔ نہایت شفقت والتفات کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا، خیریت پوچھی اور حالات دریافت کیے۔ اسے شیخ کامل کی توجہ باطنی کا تصرف کہا جائے کہ پہلی ہی ملاقات میں حضرت شیخ المشائخ کی حالت متغیر ہو گئی۔ دل کیف وانبساط سے بھر گیا۔ بال بال سے شوق کی چنگاری پھوٹنے لگی۔ بیساختہ عرض گزار ہوئے:

''مجھے اپنے حلقۂ غلامی میں داخل کر لیا جائے۔''

وقت آ گیا تھا کہ ایک تشنہ روح کو چشمۂ عرفان تک پہنچا دیا جائے۔ اس التجائے شوق پر شیخ کامل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ رہ عشق وطلب کے ایک ارجمند مسافر کو پا کر گویا آج منزل کا راہنما بھی اپنے تئیں مسرور تھا۔

ہاتھ پکڑا، آنکھیں بند کیں اور دیر تک محویت واستغراق کا عالم طاری رہا۔ آنکھیں کھلیں تو ایک طالب صادق کی روح کا رشتہ مشائخ سلسلہ کی ارواح طیبات سے مربوط ہو چکا تھا۔ کسے معلوم کہ اس وقفے میں کہاں کہاں کی سیر ہوئی اور ایک ہاتھ کتنے ہاتھوں سے گذرتا رہا۔ حاضرین کو صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ حضرت شیخ المشائخ جب اس مبارک مجلس سے اٹھے تو پورا سراپا دریائے کرم کی موجوں میں شرابور تھا۔

Marfat.com

شراب کی ممانعت

حضرت نے فرمایا کہ بھنگی اور شرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار نہیں ہو گا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ رسول پاک کا دیدار اس شخص کو ہو گا جو آپ کے احکامات کی پابندی کرے گا اور آپ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت کرے گا۔ نشہ کرنا اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

بے حیائی اور فحاشی

آپ نے فرمایا کہ بے حیائی اور فحاشی ترقی پر ہیں۔ بے حیائی اور فحاشی کا ترقی پر ہونا انسانیت کے لئے زہر قاتل ہیں کیونکہ یہ دونوں ان برائیوں کو جنم دیتی ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

کامل ولی کی نشانی

کامل ولی کی نشانی یہ ہے کہ اسے قرب الٰہی ہو اور اس کا باطن نور سے معمور ہو اور شوق میں مسرور ہو۔ آپ کا یہ قول اللہ کے خاص بندوں کے بارے میں ہے کیونکہ کسی کے باطن اور روحانی رویئے کو اہل باطن اور صاحب روحانیت ہی دیکھ سکتا ہے اور ولی ہی ولی کی پہچان کرتا ہے۔

بدعت کی ممانعت

پھر آپ کا یہ قول ہے کہ اہل بدعت اور بے نمازیوں کا ذکر و فکر قبول نہیں ہوتا۔ بدعت ایک ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اشغال و اعمال جو دین اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف ہو بدعت کہلاتے ہیں۔ بزرگان دین نے دو طرح کے لوگوں میں اپنے مشن کی تبلیغ کی۔ کچھ بزرگان دین ایسے ہیں جنہوں نے سفر اختیار کر کے غیر علاقوں میں جا کے تبلیغ کی اور غیر مسلموں کو مشرف بہ

Marfat.com

شیخ کامل نے چلتے وقت فرمایا: روز اسی وقت آیا کرو۔

باطنی دنیا میں جشن مسرت

مرشد کی بارگاہ سے سرفراز وشاد کام ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آرہے تھے کہ اثنائے راہ ایک مجذوب سے ملاقات ہوگئی۔نظر چار ہوتے ہی اس نے یہ شعر پڑھا:

نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ مست تو
چشم آہو در بیاباں از نگاہ مست تو

اس کے بعد کانوں میں دیر تک یہ جملہ گونجتا رہا: ہاں جی مردوں کا یہی کام ہے۔

حضرت شیخ المشائخ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر جب اپنے بستر پر تشریف لے گئے تو خواب کے لیے آنکھیں بوجھل تھیں۔ چند ہی منٹ میں نیند آگئی۔ عالم بدل چکا تھا۔ سلسلے کے بزرگوں کی ارواح طیبات نے اپنی زیارتوں کا شرف بخشا اور اپنی معنوی نسل کے ایک فرزند جلیل کو چشم التفات کی پناہ گاہ میں لے لیا۔

عالم ظاہر سے لے کر عالم باطن تک ہر جگہ حضرت شیخ المشائخ کی سرفرازیوں کا خیر مقدم ہوا۔

روحانی ترقیوں کا نیا دور

جب تک مرشد کامل کلکتہ میں مقیم رہے حضرت شیخ المشائخ ہر روز بعد نماز مغرب پیادہ پا حاضر دربار ہوتے اور رات گئے تک سلسلے کے اذکار واشغال اور طریقت وسلوک کے رموز واسرار کی تعلیم حاصل کرتے۔ شیخ کے ساتھ گھنٹوں مراقب رہتے۔ حبس دم کے ساتھ ایک نشست میں بارہ ہزار ذکر نفی واثبات کی مشق پہلے ہی سے تھی، شیخ کے فیضان توجہ سے یہ صلاحیت نکھر گئی۔

Marfat.com

اسلام کیا پھر کچھ بزرگان دین ایسے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے اعمال کی اصلاح کی اور ان میں جو غیراسلامی رسومات جاری تھیں جو اسلام اور انسانیت کے مفاد کے خلاف تھیں ان کو ختم کرنے کی جدوجہد کی جس طرح حضرت مجدد الف ثانی نے کیا۔ آج دنیا کے جن علاقوں میں اسلام ہے اور لوگ مسلمان ہیں' ان میں بے شمار برائیاں اور بری رسومات پیدا ہو چکی ہیں۔ اگر آج یہ بزرگ ہماری طرح زندہ ہوں تو ضرور معاشرے کی برائیوں اور دین میں بدعات کے خلاف جہاد کریں۔ مگر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بدعات کی طرف زیادہ راغب کون ہوتا ہے۔ ان میں ایسے حضرات کی اکثریت ہے جو لاعلمی سے بدعات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر بزرگان دین کے عرس مبارک کے مواقع پر ناچ گانے ' راگ رنگ' ڈھول ڈھمکا اور خدا جانے کیا کیا انسان کر جاتا ہے۔ یہ سب ان بزرگان دین کی تعلیمات کے خلاف ہے اور ہم بجائے ثواب کے گناہ میں آلودہ ہو کر گنہگار ہو جاتے ہیں۔ اسی بدعت کے بارے میں آپ کا ایک قول درج ہے کہ صاحب ہدایت جو کچھ اپنے مشاہدے میں دیکھتا ہے وہ معراج ہے اور صاحب بدعت جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔

مفت خوری

آپ نے فرمایا کہ مفت خوری کی وجہ سے معاشرے میں آوارگی و بداطواری پھیلتی ہے۔ گویا مفت خوری ایک ایسی لعنت ہے جس سے آوارگی پیدا ہوتی ہے اور جب آوارگی ہو گی تو انسان اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام نہیں دے گا اور دین و دنیا میں غفلت کا شکار ہو کر اپنی عاقبت تباہ کر لے گا۔ لہٰذا انسان کو مفت خور نہیں بننا چاہیے ورنہ مفت خوری سے وہ اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی مارے گا اور اعلیٰ صلاحیتیں برباد کر دے گا۔

سچے عالم دین کا مقام

Marfat.com

حضرت شیخ المشائخ کے واقعہ بیعت کا یہ رخ یادرکھنے کے قابل ہے کہ بیعت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب کہ شیخ کی روحانی عظمت نقطۂ انتہا پر پہنچ چکی تھی اور عالم قدس کا پیامی زندگی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

چنانچہ کلکتہ سے رخصت ہوتے وقت شیخ کامل نے اشاروں اشاروں میں اس امر کی اطلاع دیدی تھی کہ یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں، اب مجھ سے ملاقات نہیں ہوسکے گی۔

اس خبر سے طالب صادق کے دل پر بجلی گر پڑی۔ بیقرار ہوگئے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ عرض کیا: حضور میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: اطمینان رکھو صبر سے کام لو۔ یہ جدائی عالم اجسام کی ہے، ورنہ میری روح ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گی۔

مزید تسکین قلب کے لیے سر پر دست شفقت رکھا اور اپنے خلیفۂ راشد عارف باللہ حضرت مولا علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم ان کے پاس آتے جاتے رہا کرو۔ تمہاری عظمت کمال کا باقی حصہ انہی کے ذریعہ مکمل ہوگا۔

شیخ کامل اپنے عاشق زار کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ چند ہی دنوں کے بعد اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت شیخ نے ہمیشہ کے لیے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ شیخ کی مفارقت کا غم زندگی کے آخری لمحے تک رہا۔ آتش ہجر کے اٹھتے ہوئے شعلوں کو اگر شیخ کامل کے جانشیں حضرت مولا علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈا نہ کردیا ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ ایک عاشق دلگیر کی بے چینیوں کا کیا عالم ہوتا؟

حضرت شیخ المشائخ کے اخلاص باطنی، شوق طلب اور کسر نفسی کی یہ شان بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ پیر بھائی ہوتے ہوئے بھی شیخ کے جانشیں کو بالکل شیخ کی طرح ساری عمر مانتے رہے۔ ادب واحترام، خدمت وتواضع، تعلیم واستفادہ ہر رخ سے یہ ادا ٹپکتی رہی

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ ایک سچے عالم دین کی تباہی جہاں کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ سچے علماء دین اللہ کے نیک اور پیارے بندے ہوتے ہیں۔ اللہ کے ولی اللہ ہوتے ہیں۔ سچے عالم دین کو اگر دنیا والے تباہ و برباد کر دیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور دنیا والوں کو جو اس کی تباہی کا باعث بنتے ہیں' نیست و نابود کر دیتا ہے۔ چنانچہ عالم دین کی عزت کرنی چاہیے۔

اللہ کے نام کی عظمت

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام سن کر جل جلالہ کہنا چاہیے۔ اس قول پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کیونکہ لفظ اللہ سننے پر جل جلالہ کہنے سے انسان کی رغبت اللہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور ایسا کرنے سے انسان اللہ کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔

درود پڑھنے کی تاکید

آپ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر درود بھیجنا چاہیے۔ اکثر بزرگان اور صوفیا عظام اپنے تعلیمات میں درود پاک پڑھنے پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت کسی بیان کی محتاج نہیں۔ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب پر درود بھیجتا ہے۔ لہٰذا درود پاک کا ورد کرنے سے بڑھ کر اور کون سا کام ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت میراں حسین زنجانی نے بھی اپنی تعلیمات میں فرمایا کہ اللہ کے خاص اور نیک بندے بھی اپنے رسول کا نام لیں تو اس وقت درود بھیجیں۔ جتنا درود پاک کا ورد زیادہ ہو گا اتنا ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت زیادہ حاصل ہو گی اور جسے پیارے حبیب کی قربت حاصل ہو جائے اسے اور کیا چاہیے۔

دوسروں سے مدد طلب کرنا

Marfat.com

کہ ایک طالب صادق اپنے شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ آپ نے اپنے مرشد کے جانشین کی جیسی خدمت کی اب خود مرشد کے حق میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ابتدائی ایام میں حضرت شیخ المشائخ دن بھر اپنا کام کرتے اور شام کو بعد نماز مغرب مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور رات گئے تک اذکار واشغال میں مصروف رہتے، لیکن ۱۳۵۰ھ میں جب کہ مرشد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قلب مضطرب صدمات کی تاب نہ لا سکا تو سارا کاروبار یکلخت چھوڑ کر آپ اپنے شیخ کے جانشین حضرت شاہ مولا علی کی سرکار میں رہنے لگے۔

حیرت انگیز مجاہدہ

بائیس سال تک علائق دنیا سے بے تعلق ہو کر حضرت شیخ المشائخ نے جس شان سے ریاضت شاقہ کئے ہیں اور جس شیفتگی کے ساتھ مرشد کے جانشین کی خدمت انجام دی ہے، اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔ واقعات کے چشم دید راویوں نے شب و روز کا جو معمول نقل کیا ہے، اس کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

عشاء کی نماز اور معمولات سے فارغ ہو کر جوں ہی حضرت شاہ صاحب قبلہ بستر پر تشریف لے جاتے، آپ سر پر تیل کی مالش کرتے، پھر بدن دباتے، جب تک وہ خود چھوڑنے کو نہیں فرماتے اسی طرح خدمت کرتے رہتے۔ جب اس سے فراغت ملتی اور حضرت شاہ صاحب سو جاتے تو آپ دبے پاؤں اٹھتے اور اذکار واشغال میں مصروف ہو جاتے۔ درمیان میں چند گھنٹے آرام کرتے، پھر تہجد کے وقت اٹھتے، اپنے شیخ کو وضو کراتے، اس کے بعد خود وضو کرتے اور حضرت شیخ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے، اس کے بعد صبح تک دونوں بزرگ شغل نوری میں مصروف رہتے۔ یوں ہی اذان کی آواز کان میں آتی تو دونوں حضرات مسجد میں پہنچ کر نماز با جماعت ادا فرماتے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ جو شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہو، جس کا مال ضائع ہو گیا ہو اس کو بقدر ضرورت سوال کرنا حلال ہے۔ یہ قول حاجت مندی کے تحت دوسروں سے سوال کرنے پر روشنی ڈالتا ہے۔ آفت میں مبتلا ہونے سے یہ مراد ہے کہ انسان ایسی مصیبت، دکھ درد، تکلیف یا بیماری سے دوچار ہو یا جسم کمزوری کی وجہ سے لاغر ہو اور ان اسباب کی بنا پر اپنی روزی کمانے سے عاجز ہو یا کسی وجہ سے انسان کا مال و متاع یا اسباب روزگار ضائع ہو گئے ہوں تو اس وقت دوسروں سے اپنی حاجت مندی اور مدد کے لئے سوال کر لینا جائز ہے لیکن جب یہ وجوہات رفع ہو جائیں یا انسان کو روزی کمانے کے اسباب میسر ہوں تو گدائی کرنا یا مانگنا جائز نہیں اور گدائی کو بحیثیت پیشہ اختیار کرنا اسلام میں منع ہے۔

فاقہ میں سوال کرنا

آپ نے فرمایا جس شخص کو فاقہ درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اس کے فاقہ کی تصدیق کر دیں تو اس کو سوال کرنا جائز ہے۔ آپ کے اس قول کے مطابق پیٹ کے لئے صرف اس وقت سوال کرنا جائز ہے جب انسان کو فاقہ درپیش ہو اور فاقہ کشی کو دور کرنے کے اسباب اور وسائل میسر نہ ہوں لیکن اللہ کے فقیر ایسی حالت میں بھی صرف اللہ سے سوال کرتے ہیں اور کسی دنیا دار کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

حاجت کے بغیر سوال کی حقیقت

آپ نے بوساطت حضرت امام جعفر صادق فرمایا کہ جو شخص شدید حاجت کے بغیر سوال کرے وہ گویا شراب پیتا ہے۔ ضرورت کے بغیر سوال کرنے والے کو آپ نے شرابی سے مشابہت دی ہے اور شراب چونکہ حرام ہوتی ہے اس لئے گدائی کا اسلام میں کسی طرح بھی جواز نہیں ہے۔

Marfat.com

نماز فجر کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے ناشتے کا اہتمام فرماتے ۔ جملہ حاضرین مجلس کو ناشتہ کرانے کے بعد شیخ کا جو پس خوردہ ملتا اسے خود تناول فرماتے ۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی رنگ سازی کی دکان کھولتے اور سارا دن اس میں لگے رہتے، لیکن توجہ ہمیشہ مرشد کی طرف رہتی۔

کہتے ہیں کہ روشن ضمیری کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ صاحب کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی فوراً آپ کے دل پر القا ہو جاتا اور آپ کہیں بھی رہتے حاضر ہو جاتے۔ حضرت شاہ صاحب پان کے بہت عادی تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق پیش آ جاتا کہ منہ میں پان کی پیک بھر جاتی اور اگالدان نزدیک نہ ہوتا تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں میں پیک لے کر اسے احتیاط سے کہیں ڈال دیتے۔

انہی خدمات ومجاہدات کی برکتیں تھیں کہ شاہ صاحب نے آپ کو الطاف کریمانہ سے نہال کر دیا۔ شاہ صاحب پیار سے آپ کو میاں جی کہا کرتے تھے۔ متعدد بار فرط محبت میں ارشاد فرمایا: جو میاں جی کا نہیں وہ میرا نہیں اور جو میاں جی کا دوست وہ میرا دوست۔ کسی شیخ طریقت کی بارگاہ کا یہ اعزاز معمولی نہیں ہے۔ روحانی اتصال کے بعد ہی کسی کو اس مقام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

مسند خلافت وارشاد پر جلوہ گری

بائیس سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد جب مقامات سلوک اور روحانی مدارج کی تکمیل ہوگئی تو شیخ طریقت عارف زمانہ حضرت شاہ مولا علی رحمۃ اللہ علیہ نے پیران سلاسل کے اشارے پر بتاریخ ۲۰ رجمادی الاخری ۱۳۱۳ھ اپنے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر مجمع عام میں اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر دستار خلافت باندھی اور آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مزار مبارک

Marfat.com

بھیک مانگنے کی ممانعت

پھر آپ کا قول ہے کہ قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے اور دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اس ارشاد گرامی میں معاشرے کی تعمیر کا ایک سنہری اصول بیان کیا گیا ہے کہ جس قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے وہ معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں اور معاشرتی خرابیوں کا سبب بنتے ہیں اور معاشرتی برائیوں کی بہتات پوری قوم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بیکاری قومی دولت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جو قوم کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث ہے۔

محنت کی تلقین

آپ نے فرمایا کہ محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔ یہ قول آج بھی تازہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جوں جوں زمانہ قیامت کے قریب ہو رہا ہے انسان میں محنت کی عادت کم ہو رہی ہے۔ پرانے وقتوں میں لوگ جتنی زیادہ محنت کرتے تھے وہ اتنے ہی تندرست اور توانا تھے۔ قرآن پاک میں محنت کرنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ دین و دنیا میں عروج کی بنیاد محنت ہے چنانچہ مسلمانوں کو شب و روز محنت اور لگن سے اپنے فرائض انجام دینے چاہییں۔

کاہلی اور فاقہ مستی

آپ نے فرمایا کہ کاہل اور فاقہ مستوں کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔ کیونکہ کاہلی اور فاقہ مستی معاشرے میں برائی کی جڑ ہیں اس لئے جوں جوں لوگ اسلام سے عملی طور پر دور ہوتے جا رہے ہیں ان میں یہ دونوں برائیاں بھی زیادہ ہو رہی ہیں۔ سستی اور کاہلی انسان کی فطری صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے لہٰذا اس سے

Marfat.com

کے قریب لے گئے اور عرض کیا:

" لیجئے! جو حضور کا حکم تھا اس کی تعمیل کر کے حاضر خدمت کر دیا۔ اب آگے سرکار کو اختیار ہے۔ "

دوسرے سال جب حضرت شیخ المشائخ خان پور اپنے مرشد برحق کے عرس میں حاضر ہوئے تو رات کو بعد اختتام مجلس جب سارے زائرین سو گئے اور ہر طرف خموشی کا سناٹا طاری ہو گیا، آپ دبے پاؤں اٹھے اور پیر و مرشد کے مزار پر مراقب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ مکاشفہ ہوا کہ مزار مبارک کھلا ہوا ہے اور سرکار اقدس مسکراتے ہوئے بہت سارے چھوٹے بڑے صندوق آپ کو مرحمت فرما رہے ہیں۔ اور یہ ارشاد فرماتے جاتے ہیں کہ میاں جی! یہ سب میں تمہیں دیتا ہوں۔

معرفت و اتقان کے یہی وہ گنجہائے گرانمایہ تھے جو ساری زندگی شیخ المشائخ کی سرکار سے تقسیم ہوتے رہے اور اب ان کی آرام گاہ کی چوکھٹ سے یہ باڑا بٹتا ہے۔

کشور قلوب میں ولایت کا غلغلہ

مسند ارشاد پر جلوہ گر ہونے کے بعد مشرقی ہندوستان میں آپ کی ولایت و بزرگی کا غلغلہ بلند ہو گیا........ جدھر سے گذرتے پروانوں کی بھیڑ لگی رہتی....... نگاہ پڑتے ہی دلوں کا نقشہ بدل جاتا.......... چشم زدن میں روح کی کثافت دور ہو جاتی.......... جو حلقۂ غلامی میں داخل ہو جاتا آنا فانا اس کی زندگی کی شام و سحر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جاتی۔

جب طالبین و ذاکرین کا ہجوم بہت زیادہ بڑھنے لگا اور آپ کے آبائی وطن موضع گوریادہ کا رہائشی مکان مہمانوں کے لیے تنگ ہو گیا تو آپ سرکانہی شریف ہجرت فرما کر آ گئے اور یہاں ایک وسیع رقبۂ زمین پر خانقاہ کی بنیاد ڈال دی۔

Marfat.com

اجتناب کرنا چاہئے۔

دعوت عمل

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی مندرجہ بالا تعلیمات سے ہمیں ایمان کامل اور عمل صالح کا سبق ملتا ہے کیونکہ بزرگان دین کی زندگیاں ایمان اور نیکیوں کا حسین مرقع ہیں اس لئے ان کے حالات و واقعات سے ہمیں دعوت عمل کا درس ملتا ہے۔ انہیں جو مقام ملتا ہے وہ حب الٰہی، عشق رسول اور عمل صالح کی بدولت ملتا ہے لہٰذا حضرت میراں حسین کی تعلیمات جو اقوال کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں پڑھ کر ان پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان والو! عمل صالح کرو۔ مگر افسوس کہ مسلمان نیک اعمال سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اول تو بہت کم لوگ ہیں جو دینی عمل پڑھتے ہیں پھر ان پڑھنے والوں میں سے چند لوگ پڑھنے پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا حضرت سید میراں حسین زنجانی کی تعلیمات ہمیں دعوت فکر دیتی ہیں کہ ہم اتباع کتاب و سنت کریں اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے نیک اعمال کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اللہ کی رحمت اور توفیق کے بغیر بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اب اس ویرانے میں ایک چمن آباد ہے۔ شیخ المشائخ کا مزار اقدس بھی اسی سرزمین پر مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ایک عرصۂ دراز تک اسی مقام سے آپ نے روحانی برکتوں کا خزانہ لٹایا اور لاکھوں بندگان خدا کو خدا شناسی کی دولت سے مالا مال کیا۔ سینکڑوں برائیوں کا قلع قمع کیا جو مسلمانوں کے معاشرے میں داخل ہوگئی تھیں۔ باطنی تربیت اور نفس کا تزکیہ کر کے ہزاروں افراد کو باخدا بنا دیا۔ ملک کے مختلف صوبوں میں آج بھی حضرت شیخ المشائخ کے خلفاء کی بہت بڑی تعداد خدمت خلق میں مصروف ہے۔ اور نہ یہ کہ ہر شخص اپنی جگہ پر ہدایت وارشاد کا مسند نشیں ہے بلکہ خود ان کے خلفاء کا بھی ایک وسیع سلسلہ ہے جو زمین کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔

یقیناً یہ ساری برکتیں حضرت شیخ المشائخ کی روحانی برتری، دینی اخلاص اور قوی ترین نسبت سلسلہ کی ہیں۔

شیخ المشائخ کا مسلک

حضرت شیخ المشائخ ایک پابند شرع اور نہایت درجہ متبع سنت بزرگ تھے۔ عبادات سے گزر کر معاملات، خوردونوش، رہن سہن، لباس ومعاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں سنت کا حد درجہ التزام فرماتے تھے۔

ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ شدت کرب سے بستر پر کروٹ بدلتے رہے۔ اسی حالت میں پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ استنجے کے لیے پانی ساتھ تھا۔ کلوخ ہمراہ لے جانا بھول گئے تھے جوں ہی فراغت کے لیے بیٹھے، کلوخ یاد آ گیا۔ اسی حالت میں واپس چلے آئے اور کلوخ ہمراہ لے کر گئے۔

اسی طرح ایک بار بلڈ پریشر کا دورہ پڑا۔ عین شدت تکلیف میں جب رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو یاد آ گیا کہ سر کھلا ہوا ہے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سر پر کچھ رکھ لیا تب

Marfat.com

سلسلہ طریقت کے مختصر حالات زندگی

حضرت ابولفضل محمد بن الحسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے روحانی پیشوا اور پیر طریقت حضرت ابوالفضل ختلی۔ آپ علاقہ شام کے رہنے والے تھے۔ وہاں ہی دینی تعلیم حاصل کی۔ گازرون میں تبلیغ کی خاطر آئے اور عمر کا کچھ حصہ گازرون ہی میں گزارا اور پھر واپس شام چلے گئے۔

حضرت ابوالفضل بہت بڑے مفسر قرآن اور محدث تھے۔ تصوف میں سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ خواجہ حصری کے مرید تھے۔ ابوعمر فروتنی اور حضرت ابوالحسن بہ سالبہ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سات سال تک مخلوق خدا سے قطع تعلق کر کے پہاڑوں میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ آپ تصوف کے بہت بڑے ماہر اور عملی طور پر سچے صوفی تھے لیکن صوفیوں کی ظاہری وضع قطع سے اجتناب کرتے تھے بلکہ رسم کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش سے کشف المحجوب میں روایت ہے کہ میں نے اپنے زندگی میں اپنے پیر طریقت سے زیادہ بارعب اور پر ہیبت کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت میراں حسین زنجانی کے مرشد کا قول ہے کہ دنیا ایک دن ہے اور ہم اس دنیا میں روزہ دار ہیں یعنی ہم اس سے کوئی حصہ نہیں لیتے اور نہ اس کی قید

Marfat.com

جا کر بیٹھے۔ 11

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے معمولی سے معمولی جزئیات میں جو آداب شرع کا اس قدر التزام رکھتا تھا، فرائض وواجبات اور سنن مؤکدات میں اس کے تقوی کا کیا حال ہوگا؟

عقائد کے سلسلے میں عام پیشہ ور پیران زمانہ کی روش کے مطابق وہ صلح کلی کے قائل نہیں تھے۔ بدمذہب، بے دین اور گستاخ فرقوں کے خلاف قولاً وعملاً نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے میں انہیں کبھی کوئی مصلحت مانع نہیں آئی۔ غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندیوں سے سخت اجتناب فرماتے تھے اور متوسلین وخلفاء کو بھی ان سے علیحدہ رہنے کی نہایت سختی کے ساتھ تلقین کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اکثر اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پڑھوا کر سنتے اور گھنٹوں اشکبار رہتے۔

اس دور کے تمام مشاہیر علمائے اہل سنت سے آپ کے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ جلسہ ہائے میلاد میں اکثر ان کے مواعظ سے محفوظ ہوا کرتے تھے۔

سرکانھی شریف میں ایک دار العلوم کا قیام

مذہب اہل سنت کے فروغ اور عقائد کی اصلاح کے لیے آپ نے سرکانہی شریف کے احاطۂ خانقاہ میں ''علمیہ انوار العلوم'' کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی اپنی حیات ہی میں بنیاد ڈال دی تھی، جو آج ایک معیاری دار العلوم کی صورت میں پھل پھول رہی ہے۔ زیب سجادہ عالیہ حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ کی سرپرستی اور فاضل نوجوان حضرت مولانا علی احمد صاحب جید القادری کی نظامت نے اسے چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ درسگاہ سلسلہ تیغیہ کی علمی برکتوں کا ایک واضح نشان ہے۔ درسگاہ کے نظم ونسق اور

Marfat.com

ں رہتے ہیں کیونکہ ہم نے اس کی خرابی کو دیکھ لیا ہے۔ اس لئے ہم نے اس دنیا کے حجابوں سے واقف ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے مرشد کامل کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب تمام امور تقدیر اور قسمت سے وابستہ ہوتے ہیں تو پھر آزادوں کو پیروں اور پیشواؤں کا غلام کیوں بنایا جاتا ہے۔ کیا صرف پیروں کی کرامات کی امید پر۔ حالانکہ میرے دل میں یہ خیال اور وسوسہ ہی پیدا ہوا تھا اور یہ بات میں نے زبان سے نکالی نہیں تھی مگر پیر روشن ضمیر نے اپنے کشف سے یہ بات معلوم کرلی اور کہنے لگے بیٹا! جو کچھ تیرے دل میں خیال پیدا ہوا ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تاج و تخت دینا چاہتا ہے تو اس کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ ایک مہربان دوست کی خدمت کرنے لگتا ہے۔ اسی خدمت کے نتیجے میں اس کی کرامت ظہور میں آتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کشف المحجوب میں اپنے مرشد کی دوسری کرامت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے پیر طریقت بیت الجن سے دمشق جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ چونکہ بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی تھی اس وجہ سے ہم لوگ بمشکل چل رہے تھے لیکن اس قدر کیچڑ ہونے کے باوجود جب میری نظر اپنے مرشد کے پائجامہ اور جوتی پر پڑی تو وہ بالکل خشک معلوم ہوتے تھے۔ میں نے شیخ سے اس کی وجہ دریافت کی تو جواباً" فرمایا کہ جب سے میں نے توکل کے راستہ سے ہمت کو اٹھالیا ہے اور وحشت سے باطن کو نگاہ میں رکھا ہے" اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ان آلائشوں سے میرے قدموں کو پاک و صاف کر دیا ہے۔

آپ کے پیر طریقت کے متعلق مشہور ہے کہ پیرو مرشد نے مدت دراز تک ایک ہی لباس زیب تن کئے رکھا اور جب وہ پھٹ جاتا تو بلا تکلف اس میں پیوند

Marfat.com

اغراض و مقاصد کے سلسلے میں حضرت شیخ المشائخ کا ایک تاریخی وصیت نامہ بھی ہے جو نہایت جامع ہے اور ان شرائط پر مشتمل ہے جس کی رو سے کوئی بد عقیدہ اس کے نظم و نسق میں دخیل نہیں ہو سکتا۔ وہ وصیت نامہ میری نظر سے گذر چکا ہے۔ وصیت نامے پر بطور گواہ حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین صاحب قادری رضوی بہاری قدس سرہ العزیز اور بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب سابق مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ثبت ہیں۔

اپنے علاقے میں ''علیمیہ انوار العلوم'' اس وقت اہل سنت کا ایک محفوظ قلعہ اور حضرت شیخ المشائخ کی روحانی امنگوں کی ایک عظیم یادگار ہے۔

کشف وکرامات

حسن اعتقاد کے ساتھ اتباع سنت، پابندی شرع اور التزام تقویٰ.........یہی ہیں وہ چند علامات، جن کے ذریعہ کسی ولی کی شناخت ہوتی ہے۔ کشف و کرامات اور خوارق عادات کا ظہور اگر چہ مدار ثبوت نہیں ہے، لیکن سنت الٰہی اسی طرح پہ جاری ہے کہ وہ اپنے مقرب بندوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور وہ خدا کی عطا سے خلاف عادت امور کا اظہار فرماتے ہیں۔ اسی کو اصطلاح شرع میں ''کرامت'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ویسے تو حضرت شیخ المشائخ کی سب سے بڑی کرامت ان کا تقوی اور ان کی متشرع زندگی ہے، لیکن یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ حضرت سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا ہے۔ ذیل میں چند مستند اور مشہور کراموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

لگا لیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لباس جامہ در جامہ ہو گیا اور اصل کپڑے کا نام و نشان ختم ہو گیا۔

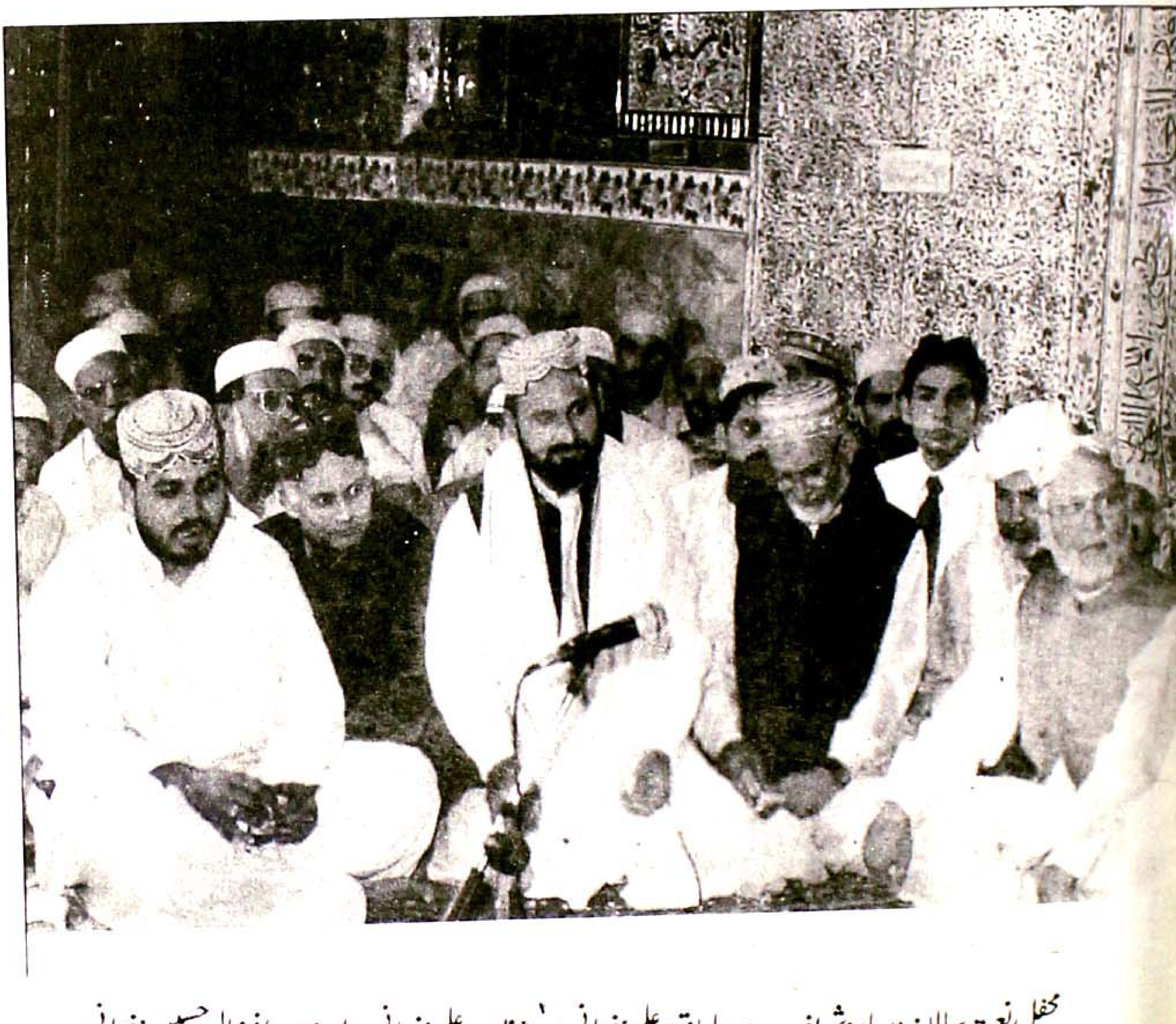

محفلِ نعت سالانہ دربار شریف ۔ سید لیاقت علی زنجانی، سیّد سخاوت علی زنجانی برادرم سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

روشنی اور آواز

حضرت شیخ المشائخ کی اہلیہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات کو میں اپنی خواب گاہ سے باہر نکلی۔ جس حجرے میں بیٹھ کر آپ عبادت وریاضت کیا کرتے تھے، میں نے دیکھا کہ وہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور اندر کوئی انتہائی ہیبت ناک آواز میں آپ سے باتیں کررہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں خوفزدہ ہوگئی۔ بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ الٹے پاؤں واپس ہی ہونا چاہتی تھی کہ اندر سے حضرت تشریف لائے اور مجھے تسلی دی۔ میں نے جب دریافت کیا کہ وہ روشنی کیسی تھی تو آپ نے ہنس کر اسے ٹال دیا اور فرمایا کہ جاؤ سو جاؤ۔ ابھی رات زیادہ ہے۔

جس راز کو خود حضرت شیخ المشائخ نے واشگاف نہیں کیا، اس کی تشریح کون کر سکتا ہے۔ البتہ اہل اللہ کی سوانح حیات میں اس طرح کے بیشتر واقعات ملتے ہیں کہ رات کی تنہائیوں میں فرشتگان رحمت، رجال الغیب، احسنۂ صالحین اور ارواح طیبات سے گفتگو اور ملاقاتوں کے اتفاقات پیش آئے ہیں۔

نیاز مندوں کی چارہ گری

''مظاہر قطب الانام'' کے مؤلف حافظ شاہ محمد حنیف صاحب قادری تیغی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار موضع چین پور ضلع مظفر پور میں زبردست ہیضہ آیا اور کثرت سے اموات ہونے لگیں۔ سارے علاقے میں خوف ودہشت کا سناٹا چھا گیا۔ اکثر ایسے مواقع پر غفلت کا نشہ اتر جاتا ہے اور چارہ گری کے لیے خدا کے دیندار بندوں کی تلاش شروع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سرکار کی نسبت سے بہت سے لوگ مجھ سے بھی مانوس تھے۔ پریشانی کے عالم میں لوگوں نے میرے پاس اطلاع بھیجی کہ چین پور اس وقت تباہی کے

Marfat.com

اقوال پیر طریقت

حضرت میراں حسین زنجانی کے پیر طریقت کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ کرامت کا ظاہر نہ کرنا بہتر ہے لیکن اگر کوئی ولی اپنی ولایت کو ظاہر کردے تو اس کے اظہار سے ولی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

2۔ حضرت خواجہ ابوالفضل ختلی نے اپنے مریدین کو کم بولنے اور کم سونے کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

3۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک نیند کا شدید غلبہ نہ ہو اس وقت تک مت سو اور جب نیند سے بیدار ہو تو پھر دوبارہ سونے کی کوشش نہ کرو۔

4۔ مسئلہ سماع کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو منزل سے پیچھے رہ گئے ہوں سماع ان لوگوں کا توشہ ہے اور جو منزل پر پہنچ گئے ہوں ان کو سماع کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وصل کے محل میں سماع سننے کا حکم معزول ہو جاتا ہے۔

وفات

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پیر طریقت کی وفات 453ھ میں ہوئی

Marfat.com

دہانے پر ہے لہٰذا آپ فوراً آیئے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ احباب واقارب نے ہزار مجھے منع کیا، لیکن میں وہاں جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ جوں ہی اس گاؤں کے قریب پہنچا لوگ ہجوم در ہجوم میرے قریب جمع ہوگئے اور اپنے اپنے حادثوں کی روداد سنانے لگے۔ اموات کا سلسلہ ہنوز جاری تھا۔ چند مخلصین کے مجبور کرنے پر میں گاؤں کے باہر ہی ایک گودام میں ٹھہر گیا۔ تکان اور نیند سے آنکھیں بوجھل ہورہی تھیں، جیسے ہی لیٹا نیند آگئی۔

فرماتے ہیں کہ اس نیند کی لذت آج تک نہیں بھولتی۔ جوں ہی آنکھ لگی دیکھا کہ سرکار قبلہ سامنے جلوہ گر ہیں اور فرمارہے ہیں کہ

"حافظ صاحب! گھبرایئے مت، آپ چین پور ضرور جایئے اور فلاں فلاں ترکیب کرڈالئے۔ میں نے دربار غوثیت میں درخواست پیش کردی ہے، جو ہونا تھا وہ ہوگیا اب کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ ......البتہ پرانے مریضوں میں سے دو آدمی جن کا آخری وقت آگیا ہے، وہ جانبر نہیں ہوسکیں گے۔"

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ سرکار قبلہ کی بشارت کے مطابق اس کے بعد سے چین پور والوں کو اس ہلاکت خیز وبا سے چین مل گیا۔

مرشد کامل صرف ایمان ویقین ہی کا نگراں نہیں ہوتا، دنیوی آفات کا بھی چارہ گر ہوتا ہے اور جہاں بھی ہو، اس کی روشن ضمیری اپنے غلاموں کے حالات سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں رہتی۔

نازبندگی

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ المشائخ اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز تھے۔ مکئی کی فصل کا موسم تھا، لیکن بارش نہ ہونے کی وجہ سے سارے علاقہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ساری

Marfat.com

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری

سلسلہ طریقت میں آپ شیخ ابوالفضل کے پیر طریقت اور مرشد تھے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور آپ کے آباؤاجداد بھی بصرہ ہی کے رہنے والے تھے لیکن حصول علم ظاہری و باطنی کے بعد آپ نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور یہیں 391ھ میں فوت ہوئے۔

آپ شیخ عراق اور لسان وقت تھے۔ احوال تحقیق و عبادت اور اشارات میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت ابوالحسن حصری بڑے باحشمت بزرگ صوفیوں اور اماموں میں سے تھے۔

روایت میں ہے کہ احمد نصر نے جو آپ کے مرید تھے 60 مرتبہ حج کیا تھا۔ وہ اکثر خراسان سے احرام باندھ کر چلتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کعبہ حرم کے درمیان احمد نصر نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو حضرت حصری کو ناگوار گزری اور انہوں نے ان کو حرم کے باہر کر دیا اور ان کے جانے کے بعد ہدایت فرما دی کہ اگر یہ خراسانی نوجوان آج کے بعد میرے پاس آنا چاہے تو اسے ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ جب کچھ عرصے بعد احمد نصر پہنچے اور آپ کی ملاقات کو گئے تو دربان نے انہیں اندر جانے سے روک دیا اور مرشد کا حکم سنایا۔ مرید نے جب یہ سنا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب احمد نصر کو وہاں پڑے کافی عرصہ گزر گیا تو ایک دن حضرت حصری باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہیں اس بے ادبی کی یہ سزا دی جاتی ہے کہ ملک روم کے شہر طرطوس میں جاؤ اور وہاں ایک برس تک جانور چراؤ اور جنگل میں نماز پڑھا کرو اور برابر ایک سال تک جاگو۔ حضرت احمد نصر نے کہا میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے اسی وقت روم جانے کا قصد کر

Marfat.com

فصل مرنے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اسی اثناء میں پڑوس کا ایک برہمن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"بابا! یہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کے رہتے ہوئے یہاں کی زمین پیاس سے تپ رہی ہے۔ کھیت جھلس کے رہ گئے ہیں۔ دعا کے لیے آپ کے ہاتھ کب اٹھیں گے۔"

راوی کا بیان ہے کہ خانقاہ کے سائبان کے نیچے مکئی کے کئی پیڑ لگے ہوئے تھے، جو دھوپ سے جل کر پژمردہ ہو گئے تھے۔ سرکار نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے خادم خاص صوفی شاہ وراست حسین کو حکم دیا کہ مکئی کے یہ پودے سوکھ گئے۔ ان کی جڑوں میں پانی ڈال دو۔ سرکار کے حکم کے مطابق انہوں نے لوٹا بھر پانی ڈال دیا۔

راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ برہمن بیٹھا ہی تھا کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد پچھم کی طرف سے کالی گھٹاؤں کا بادل نمودار ہوا اور دم کے دم میں موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ چند گھنٹے میں سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

سرکار قبلہ نے صوفی وراثت حسین کی طرف اشارہ کیا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دیکھو بابو! یہی پانی روکے ہوئے تھا۔ اس نے پانی کا دھار چھوڑا تو آسمان سے بھی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اب اگر آئندہ بارش نہ ہو تو اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹنا خوب پانی برسے گا۔"

اللہ اکبر! ذرا نازبندگی تو دیکھئے...... خود کرتے ہیں لیکن الزام اپنے سر نہیں لیتے۔

مدفن کی خاک سے شفا

ضلع غازی پور کے رہنے والے تیغی سلسلے کے ایک مرید شاہ محمد طیب خاں اپنی سرگذشت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت سرکار بقید حیات تھے، میرے بائیں پاؤں میں ایک ناسور ہو گیا۔ ہر چند علاج کرایا، وقت کے بڑے بڑے

Marfat.com

لیا۔ ناز کا لباس اتار کر نیاز کا لباس پہنا اور آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ایک سال کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے گلے سے لگا لیا اور فرمایا احمد! تم میرے بیٹے ہو اور قرۃ العین ہو۔ احمد نصر خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ دوسرے حج کا قصد کیا۔ جب حرم شریف پہنچے تو وہاں کے پیروں نے استقبال کیا اور کہا تم قرۃ العین ہو۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حکم اور مرید کی تعمیل نے مرشد اور مرید کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑ دیا۔

حضرت حسری فرماتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں دعا کیا کرتا تھا کہ الٰہی ہر حال میں تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی مجھ سے راضی رہ۔ ایک روز آواز آئی کہ "اے جھوٹے اگر تو ہم سے راضی ہوتا تو ہماری رضامندی طلب نہ کرتا"۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام صاحب دلوں پر نظر کی تو اپنے دل کو ان سب پر فائق دیکھا۔ جب میں نے تمام صاحب نظروں کی طرف عزت سے دیکھا تو مجھے اپنی عزت سب سے زیادہ نظر آئی۔

فرمایا کہ ہمارا احوال توحید میں پانچ اشیاء پر ہے۔

اول رفع حدث، دوم اثبات قدم، سوم ہجران وطن، چہارم مفارقت احوال پنجم نسیان یعنی جو کچھ جانتا ہو اسے بھلا دے اور جو کچھ اسے معلوم نہیں اس کی تلاش میں مشغول نہ ہو اور بالکل حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے۔ فرمایا اگر بندہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اس سے سوائے عصیان اور ضلالت کے اور کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ فرمایا جب حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے تو اس کی محبت کا ظہور ہوتا ہے۔

فرمایا صوفی وہ ہے جو تمام موجودات سے علیحدہ ہو اور حق تعالیٰ کو پالے تو پھر اس کی ضرورت نہیں کہ ماسوی اللہ کی طرف التفات کرے۔

فرمایا صوفی وہ ہے جس کا وجد اس کا وجود ہے اور اس کی صفات اس کا حجاب

Marfat.com

ڈاکٹروں اور جراحوں کو دکھلایا، لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

احباب کے اصرار پر جب بغرض علاج کلکتہ پہنچا تو یہاں کے تمام ڈاکٹروں نے لا علاج کہہ کر مجھے واپس کر دیا۔ ایک ڈاکٹر نے کہا کہ پاؤں کاٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر نے تو یہاں تک کہدیا کہ دو ماہ کے بعد تمہارا پاؤں ازخود کٹ کر گر جائے گا۔

اسی درمیان میں سرکار قبلہ کے وصال جانگداز کی خبر موصول ہوئی، جس نے میری رہی سہی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ عرس چہلم میں شرکت کے لیے میں اپنا زخمی پاؤں لیے سرکار کے آستانے پر حاضر ہوا۔ رات کو نظر بچا کر کسی طرح مزار مبارک کی خاک حاصل کی اور اسے ہمراہ لے کر اپنے وطن واپس آ گیا۔ جذبۂ عقیدت کی رہبری میں اس خاک کو پانی میں گھول کر میں نے اپنے زخم پر لگانا شروع کیا۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ چند دنوں میں میرا زخم بھرنا شروع ہوا یہاں تک کہ میں بالکل صحت یاب ہو گیا۔

اب کلکتہ پہنچ کر جو میں نے ڈاکٹروں کو بتایا تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہیں اقرار کرنا پڑا کہ ایک باخدا درویش کے آستانے پر وہ سب کچھ مل سکتا ہے جس کا حاصل کرنا دنیا کے لیے ناممکن ہو۔

زبان کی تلوار

حضرت شیخ المشائخ نے اپنے عہد ریاضت ومجاہدات کا یہ واقعہ خود بیان فرمایا ہے کہ ایک بار پیر ومرشد حضرت شاہ مولا علی رحمۃ اللہ علیہ سخت بخار میں مبتلا ہوئے۔ حکیم کے مشورے سے میں انہیں روغن احمر کی مالش کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں ایک شخص حیران و پریشان افتاں وخیزاں سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا اور زار وقطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت بخار میں مبتلا ہوں جو کچھ کہنا ہے ان سے کہہ دو، یہ تمہارا

Marfat.com

ہے۔

تصوف صفائی دل ہے کدورت اور مخالفت سے۔

فرمایا جب تک جہان موجود ہے تفرقہ و پریشانی بھی موجود ہے۔ جب جہان غائب ہو گیا تو حق تعالیٰ کا ظہور ہو گیا۔ دل جمعی کا نام حقیقت ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے اور اسی سے باتیں کہے۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر شبلی طریقت میں حضرت حصری کے پیرومرشد تھے۔ تبع تابعین میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔

پیدائش و تعلیم تربیت

آپ کو پورا نام ابوبکر دلف بن جحدار شبلی تھا۔ 247ھ میں سامرہ علاقہ عراق میں پیدا ہوئے اور شبلہ میں پرورش پائی۔ اسی مناسبت سے آپ کو شبلی کہا جاتا ہے۔

شبلہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے آگے شہر اسروشنہ کے اطراف میں واقع تھا۔ آپ کے خاندان کے افراد کسی زمانے میں عراق سے ترک وطن کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ آپ نسلاً" مصری تھے یا ترکی؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے آپ کو ترکی الاصل سمجھا ہے، کسی نے خراسانی لکھا ہے اور کسی کے نزدیک آپ مصری تھے۔

آپ کے والد ایک اثر و ثروت سردار تھے۔ آپ کے خاندان میں چونکہ دنیاوی وجاہت کے سوا کوئی علمی فضیلت نہ تھی اس لئے آپ کی تعلیم کے بارے میں کچھ صحیح معلوم نہیں کہ کہاں پائی اور کن کن بزرگوں سے اکتساب علم کیا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان فقہ مالکی پر عمل کرتا تھا

Marfat.com

کام کردیں گے۔ حسب حکم میں اسے اپنے ہمراہ کنارے لے گیا اور اس سے حالات دریافت کیے۔ اس نے روتے ہوئے کہا کہ:

”میں گیا ضلع کے جس دیہات کا رہنے والا ہوں، وہاں بہت بڑا ظالم قسم کا ایک زمیندار ہے جو دن رات مجھے اور میرے بچوں کو ستاتا رہتا ہے۔ میری فصل کو ہلاک کرڈالتا ہے۔ وہ کلکتہ آیا ہوا ہے اور پتہ چلا ہے کہ وہ آج گھر جارہا ہے اور وہاں پہنچ کر وہ میرے مکان میں آگ لگادے گا۔“

یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ اس کی فریاد سن کر اچانک میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا:

”اطمینان رکھو، وہ گھر نہیں پہنچ سکے گا۔“

فرماتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے بعد وہ شخص پھر آیا اور میرے قدموں پر گر گیا اور کہنے لگا:

”حضور نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ وہ گھر نہیں پہنچ سکا۔ راستے میں ٹرین سے گر کر مر گیا۔ اسی لیے میں شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔“

الاماں! تیغ علی کی کاٹ تو مشہور ہی تھی، تیغ کی زبان کی کاٹ سے بھی بچنا مشکل ہو گیا۔

ملفوظات

عرفائے کاملین کے قلوب پر لطائف والہامات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عالم قدس کے انوار سے متکیف ہوتے ہیں، جن سے دل کی گرہیں کھلتی ہیں اور حقائق کے چہرے سے نقاب اٹھتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ کے جو ملفوظات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، ان سے

Marfat.com

اور آپ نے تیس برس تک فقہ پڑھی۔ موطا امام مالک آپ کو زبانی یاد تھی۔

گورنری پر تقرر

شبلی نے تعلیم سے فراغت پا کر شاہی ملازمت اختیار کر لی۔ چونکہ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے فوجی خدمات سرانجام دے رہا تھا اس لئے ان خدمات کے پیش نظر آپ کو نہاوند کا گورنر بنا دیا گیا۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے جشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سارا بغداد نئی نویلی دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ تمام علاقوں کے گورنر خلیفہ کے سامنے باادب ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ سوئے اتفاق ایک گورنر کو چھینک آ گئی اور ناک سے رطوبت بہنے لگی۔ کوئی رومال پاس نہ تھا۔ چنانچہ گورنر نے ہاتھ سے ناک صاف کر لی۔ خلیفہ نے گورنر کی اس حرکت کو دیکھ لیا۔ فوراً" عتاب نازل ہوا۔ گورنری جاتی رہی' خلعت چھن گئی اور سخت بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا گیا۔

شبلی نے اس معاملے کو دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا کہ جس شخص نے شاہی آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا' شاہی خلعت کی توقیر نہ کی تو اس کا یہ انجام ہوا مگر جو شخص حاکم الحاکمین کے خلعت کا احترام نہ کرے اور آداب خداوندی اس کے پیش نظر نہ ہوں' اس کا انجام کیا ہو گا۔ اس واقعہ نے آپ کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ گورنری کو لات مار کر فقیر ہو گئے۔ مگر کس کے فقیر ہوئے۔ لوگوں کے در کے نہیں اللہ کے گھر اور اللہ کی محبت کے۔

جنید بغدادی کی مریدی اور تصوف کا حصول

فقیری اختیار کرنے کے بعد جب آپ کسی صاحب نظر کی تلاش میں نساج کی وساطت سے جناب جنید کی خدمت میں پہنچے تو حضرت جنید نے آپ کو اس شرط

Marfat.com

حضرت کی روحانی بصیرت اور معلومات کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

توکل کسے کہتے ہیں

ایک مجلس میں توکل کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے جمیع حرکات وسکنات کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام توکل ہے اور یہ ایمان کی شرط ہے۔قرآن مجید میں رب کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

ترجمہ: خدا پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

سعادت کے مقامات

ایک دن بعد نماز فجر ارشاد فرمایا کہ جب تک نفس مردہ نہ ہو دل زندہ نہیں ہوسکتا۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر پانچ آدمی ہیں۔

ایک وہ زاہد جو عالم ہو.........دوسرا وہ صوفی جو فقیہ ہو..........تیسرا وہ دولت مند جو متواضع ہو...........چوتھا وہ درویش جو صابر وشاکر ہو......... پانچواں وہ مؤمن جو اہل سنت وجماعت پر عامل ہو۔

روحانی انقباض کے دفع کا طریقہ

فرمایا جب ''قبض'' وارد ہو تو غسل و وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرے اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے دعا مانگے۔تین روز تک برابر یہ عمل کرے انشاءاللہ ''قبض'' دفع ہو جائے گا۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر داہنے ہاتھ پر دم کرے اور

Marfat.com

پر صحبت میں لینا قبول کیا کہ آپ شدید سے شدید مجاہدے اور ریاضتیں کریں گے اور ان سے مطلق نہیں گھبرائیں گے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب جنید بغدادی نے آپ کے مزاج سے گورنری کی بو نکالنے اور طبیعت میں عجز و انکسار پیدا کرنے کے لئے آپ کو بھیک مانگنے پر مقرر کیا۔ چنانچہ آپ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور جو کچھ لوگوں سے میسر آتا لا کر فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے مگر خود بھوکے رہتے۔ بھیک مانگنے میں آپ کو بڑی دشواری پیش آتی۔ لوگ دیکھتے کہ آپ محتاج و معذور نہیں ہیں اس لئے آپ کو کچھ نہ دیتے مگر پھر بھی جوں توں کر کے مرشد کے حکم کی تعمیل میں کچھ نہ کچھ لانا ہی پڑتا۔

شبلی بظاہر بہت گرم مزاج اور پرجوش انسان تھے اور جنید اگرچہ انہیں بہت پسند کرتے تھے لیکن ان کی بابت کہتے تھے کہ شبلی ہمیشہ سرشار رہتا ہے۔ اگر وہ ہوش میں رہنے لگے تو خلق خدا کو فائدہ پہنچانے والا امام ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک دن شبلی بازار میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا۔

"دیکھو! وہ دیوانہ جاتا ہے"۔

شبلی نے یہ سن کر جواب دیا کہ تم سمجھتے ہو کہ میں دیوانہ ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بہت ہوشیار ہو۔ خدا مجھے اور دیوانہ کرے اور تمہیں اور ہوشیار بنائے۔

تذکرہ نویسوں نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جو شبلی کے مخصوص مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک دن بے انتہا مسرت و انبساط کے عالم میں شبلی جنید بغدادی کے پاس آئے۔ جنید اس وقت کچھ غمگین بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اس طرح دیکھ کر شبلی پوچھنے لگے کہ کیا بات ہوئی ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا "جو تلاش کرتا ہے وہی پاتا ہے"۔ شبلی نے فی الفور جواب دیا کہ نہیں یا حضرت جو پا لیتا ہے وہی دراصل تلاش میں رہتا ہے۔

Marfat.com

اپنے سینے پر مل لے۔

اس ضمن میں آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ طالب کو ''ظلمت'' اور ''قبض'' میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ ظلمت روحانی معاصی کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ بغیر توبہ کے دور نہیں ہو سکتی۔

برکت نماز

ایک دن نماز کے موضوع پر گفتگو چل رہی تھی کہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا پابند ہو جاتا ہے اور اسے ارکان و آداب کے ساتھ صحیح طور پر ادا کرتا ہے، ایک نہ ایک دن وہ ضرور نماز کی معنوی برکتوں سے فیضیاب ہوگا۔ اس کے دل میں معاصی سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور اسے روحانی طہارت کا کیف حاصل ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک انصاری نوجوان نماز پڑھتا تھا اور اس کے باوجود معاصی میں مبتلا تھا۔ بعض لوگوں نے سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ بری عادتوں سے تائب ہو گیا اور اس کی حالت باطنی قابل رشک ہو گئی۔

عرفان کے جواہرات

ایک دن طبیعت نشاط پر تھی۔ اپنے پروانوں کے دامن میں حقائق کے موتی انڈیل دیئے۔ فرمایا کہ بزرگوں کی طرف سے جو نعمتیں ملتی ہیں، ان کی قدر کرنی چاہیے۔ نعمت کا غرور اور بزرگی کی نخوت اس راہ کی سب سے بڑی ہلاکت ہے۔ طالب کے لیے ہر حال میں شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اپنے اندر ذوق و شوق اور توجہ الی اللہ کے

Marfat.com

شبلی اشارات کے استعمال اور اپنے اپنے ملفوظات میں بہت اخفاء و ابہام سے کام لیتے تھے۔ شبلی اپنے معتمدانہ خلاف وضع باتوں اور اپنی عجیب و غریب عادتوں کے باعث بہت نمایاں تھے۔ منصور حلاج کے قصے میں شبلی کا جو کردار بیان کیا جاتا ہے وہ بہت اہم معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام بزرگوں کے سامنے تو منصور حلاج کے طرز عمل کا رد کیا تھا لیکن دراصل وہ برابر ان کی عزت و تکریم کرتے رہے۔ اصول و عقائد کے اعتبار سے شبلی کا مسلک وہی تھا جو حضرت جنید کا تھا لیکن اسلوب گفتگو اور طرز عمل میں دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق تھا۔

کمالات و روحانیت

حضرت شبلی ابتدا میں کہتے تھے کہ جو شخص اللہ کہے گا' میں اس کا منہ شکر سے بھر دوں گا۔ اس لئے آپ لڑکوں کو شکر دیتے تھے کہ وہ اللہ کہیں۔ چند روز کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کہے گا میں اس کو سونا چاندی دوں گا اور آپ نے اسی طرح کیا۔ اس کے بعد آپ پر ایک اور کیفیت طاری ہوئی۔ آپ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا جو شخص اللہ کہے گا میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا اس سے پہلے تو اللہ کا نام لینے والوں کو شکر اور سونا چاندی دیتے تھے' اب کیا ہوا ہے جو آپ لوگوں کا تن سر سے جدا کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا خیال تھا کہ لوگ اللہ کو معرفت اور حقیقت سے یاد کرتے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ لوگ محض عادت اور لالچ کی وجہ سے اللہ اللہ کہتے ہیں اور میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ لوگ حرص کی وجہ سے آلودہ زبان کے ساتھ اسے یاد کریں۔ آپ جس جگہ اللہ کا نقش دیکھتے اسے بوسہ دیتے اور تعظیم دیتے۔ آخر ایک روز ہاتف نے آواز دی کہ کب تک اسم کے ساتھ مشغول رہے گا اگر مرد طالب ہے تو اس کی تلاش میں قدم رکھ۔ جب آپ نے یہ آواز سنی تو آپ پر عشق غالب ہو گیا۔ اشتیاق اور درد نے غلبہ کیا' آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے آپ

Marfat.com

لیے خدا سے ہمیشہ دعا مانگنی چاہیے۔ عاجزی اور انکساری اس راہ کا بہترین رہبر ہے۔ فرمایا کہ انکسار و تواضع ہی کی تعلیم مطلوب تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ کو خطاب کیا گیا کہ:

﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ .... ﴾

جس کو بے دینوں اور عقل کے اندھوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر ہیں۔

خصائل وشمائل

حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حد درجہ راستباز، متواضع اور قناعت پسند تھے۔ دوست تو دوست دشمن بھی ساری زندگی آپ کے اخلاق کریمانہ سے شرمندہ رہے۔ ارباب حاجات اور مصیبت زدوں کے لیے ہر وقت آپ کے کرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ غرباء اور مساکین کو ہمیشہ سینے سے لگائے رہتے تھے۔ بیماروں کی عیادت، یتیموں کی دلجوئی اور بیواؤں کی خدمت آپ کی زندگی کا بہترین معمول تھا۔ اپنی بزرگانہ شوکت اور عرفان وتقویٰ کے شکوہ کا کبھی اظہار نہیں فرماتے۔ سادگی اور مسکنت جسم کے پیراہن کی طرح زندگی کے ساتھ رہی۔

علمائے اہل سنت کے اعزاز اور اکابرین کی توقیر وتکریم میں کبھی اپنی ذاتی عظمت کو حائل نہیں ہونے دیا۔ آپ کے قائم کردہ دار العلوم کا سالانہ اجلاس ہمیشہ آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوتا تھا، لیکن از راہ احترام علماء مسند صدارت سے نیچے بیٹھتے تھے۔

سفر وحضر میں اپنے جملہ نیاز مندوں کا خاص خیال رکھتے۔ لغزشوں پر نہایت شفقت ونرمی کے ساتھ اشارے کنائے میں تنبیہ فرماتے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ گیارہویں شریف نہایت

Marfat.com

کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ اتنے میں ایک موج آئی اور اس نے آپ کو کنارے پر پھینک دیا۔ اسی طرح آپ نے عالم جذب میں کئی بار اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا لیکن حق تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی۔

یہی وجہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت مر مٹنے کو تیار رہتے تھے۔ بعض اوقات یاد الٰہی میں آپ پر دیوانگی کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آپ کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا۔ ایک دفعہ آپ پر دیوانگی طاری ہوئی تو زنجیر بے سود ثابت ہوئی تو آپ کو پاگل خانے میں لے گئے اور ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ ایک مدت اسی طرح رکھا۔ یہ دیکھ کر کہ اس قید کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا' آپ آزاد کر دیئے گئے۔

ایک دفعہ آپ کئی دن رات تک ایک ہی درخت کے نیچے بیٹھے رہے اور آپ پر وجد کا عالم طاری رہا اور عالم وجد ہی میں ساتھ ہو ہو کہتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا ایک قمری اس درخت پر بیٹھی ہے اور کو کو کرتی ہے اور میں بھی اس کے ساتھ ہو ہو کرتا ہوں۔ جب تک قمری خاموش نہ ہوئی آپ بھی چپ نہ ہوئے۔

ایک دن حضرت جنید کی خدمت میں چند اصحاب آپ کی تعریف فرما رہے تھے۔ آپ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت جنید نے فرمایا تم غلط کہتے ہو وہ تو مردود و مخذول ہے۔ پھر فرمایا شبلی کو نکال دو۔ جب آپ باہر چلے گئے تو حضرت جنید نے فرمایا کہ تم نے شبلی کی جو تعریف کی اس سے میری یہ مذمت بہتر ہے۔ تم نے تو اس پر تیغ لگائی میں نے آگے ڈھال کھڑی کر دی تاکہ وہ ہلاک نہ ہو جائے۔

جب آپ درویش کامل ہو گئے تو آپ نے وعظ و تلقین کا کام شروع کیا۔ حضرت جنید نے آپ کو ملامت کی اور فرمایا جو راز ہم نے تہہ خانوں میں پوشیدہ رکھا تم آئے اور اسے برسر منبر ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں وعظ کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں' سوائے میرے دونوں عالم میں کون ہے جس سے میں یہ باتیں

Marfat.com

تزک واحتشام سے کرتے تھے۔ آپ کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ ہمیشہ مہمانوں کی آمدورفت رہتی۔

معمولات یومیہ

مغرب کی نماز باجماعت کے بعد کھانا تناول فرماتے ،پھر دس بجے رات تک حلقہ ہوتا۔ اس کے بعد یہ مجلس فاتحہ پر ختم ہوجاتی۔ تھوڑے وقفہ کے بعد عشاء کی نماز ادا کی جاتی اور پھر ۱۲ بجے شب تک پند ونصیحت ،تعلیم وتلقین اور کتابوں کی خواندگی کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس کے بعد سو جاتے ۔ پھر دو ڈھائی بجے بیدار ہوتے اور نماز تہجد کے بعد اذکار واشغال میں مصروف ہوجاتے یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا اور نماز فجر ادا فرماتے۔ نماز سے فارغ ہوکر مریدین ومسترشدین کو اذکار واشغال ،سلوک وتصوف کی تعلیم مرحمت فرماتے۔ پھر فاتحہ خوانی وشجرہ خوانی پر یہ مجلس ختم ہوجاتی۔ اس کے بعد نماز چاشت واشراق سے فارغ ہوکر مسجد سے باہر تشریف لاتے اور اندر حویلی میں جاکر والدہ ماجدہ کی زیارت کرتے۔ ۱۱ بجے دن کو قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ۔ ۱۲ بجے سے آرام کرتے۔ ایک بجے اٹھ کر غسل فرماتے اور نماز ظہر ادا کرتے ۔ پھر حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے ۔عصر کی نماز کے بعد حزب البحر شریف تلاوت کرتے۔ پھر ایک گھنٹہ کھلی فضا میں چہل قدمی فرماتے۔

آپ کا سراپا

چہرہ مبارک روشن اور باوقار.......سر مبارک متوسط.......آنکھیں سرگیں...ناک سڈول اور قدرے ابھری ہوئی.......دہن مبارک متوسط.......دندان مبارک چھوٹے اور موتی کی طرح چمکدار.......رخسار مبارک پر کئی تل ....لبہائے شریف نہ زیادہ موٹے نہ

Marfat.com

کہتا ہوں۔ میری یہ باتیں حق سے حق کو پہنچتی ہیں۔ نہ شبلی درمیان ہے نہ جنید۔ حضرت جنید نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو تمہارے لئے جائز ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ تم خدا کو کس طرح یاد کرتے ہو جب کہ تم میں یاد کرنے کی اہلیت ہی موجود نہیں۔ آپ نے جواب دیا میں اس کو مجاز سے اس قدر یاد کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو حقیقت سے ایک بار یاد کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے ایک نعرہ مارا۔ اس نعرہ کے اثر سے حضرت جنید خود بے ہوش ہو گئے تو اس وقت حضرت شبلی نے فرمایا رہنے دو اس درگاہ سے کبھی خلعت ملتا ہے اور کبھی تازیانہ۔

پھر فرمایا تصوف غیر سے دل کی حفاظت ہے اور ضبط قویٰ سے مراعات انفاس بھی ہے۔ فرمایا صوفی اس وقت ہو گا جب کہ تمام جہان کو اپنا عیال سمجھے گا۔ فرمایا صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق سے متصل ہو۔ فرمایا جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور بلا محبت محبوب کے کسی دوسری شے کا طلب گار ہوتا ہے تو وہ ایسا دوست ہو گا جو محبوب پر استہزا کرتا ہے۔ محبت یہ ہے کہ ہر شے کو دوست پر ایثار کر دے۔

فرمایا عارف وہ ہے جو کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لا سکے اور کبھی سات زمینوں اور آسمانوں کو نوک پلک پر اٹھا لے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ ایک وقت تو آپ نے وہ کہا تھا لیکن اب آپ یہ کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت ہم تھے لیکن اب ہم نہیں ہیں وہ ہے۔

فرمایا عاشق کا نشان نہیں ہوتا اور محبت کا گلہ نہیں ہوتا اور بندہ کو دعویٰ نہیں ہوتا اور ڈرنے والے کو قرار نہیں ہوتا اور کوئی شخص بھی حق تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا علم ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ بذات خود اپنے نفس کو جانے۔ عبادت زبان علم ہے اور اشارت زبان معرفت ہے۔ فرمایا ہمت حق تعالیٰ کی طلب کرنا ہے اور جو کچھ اس کے سوائے ہے وہ ہمت نہیں ہے۔ فرمایا فقیر وہ

Marfat.com

زیادہ باریک...... ریش مبارک گھنی...... سینہ متوسط...... گردن پر گوشت...... بدن گٹھا ہوا...... قامت زیبا...... رنگ گندمی اور چمکدار...... بھویں باریک...... پائے اقدس متوسط...... انگلیاں آپس میں ملی ہوئیں...... داہنے پاؤں کے تلوے میں جھنڈے کا نشان۔

کل تک اسی حسین وجمیل سراپا پر ایک دنیا شیدا تھی اور اب تصورات کے سہارے وہ اپنے چاہنے والوں کے درمیان زندہ ہیں۔

لباس ووضع

لباس میں سادگی بے حد پسند تھی۔ اکثر تہبند، گول مہری کا پاجامہ، لمبا کرتا اور اس پر صدری استعمال فرماتے، سر پر گول ٹوپی چنن دار اور اس پر عربی رومال کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ دوش مبارک پر سیاہ رومال پڑا رہتا۔ بادامی رنگ کا جوتا پسند تھا۔ دست مبارک میں عصا رکھتے۔ سردیوں میں ہمیشہ کمبل استعمال کرتے، لحاف یا دلائی کبھی نہیں اوڑھتے تھے۔

آخری لمحات

خاصان خدا کی روایات کے مطابق زندگی کا اکثر حصہ آزمائشوں اور سختیوں میں گذرا، لیکن انتہائی کرب وشدت کے عالم میں بھی معمولات وعبادات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلڈ پریشر کے مستقل مریض تھے۔ جب دورہ پڑتا تو متعدد امراض کا حملہ یکبارگی شروع ہو جاتا۔ حضرت کی عمر شریف جب ستر سال سے تجاوز کر گئی تو ضعف ونقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

زندگی کے آخری لمحات میں جب مرض کا شدید حملہ ہوا اور مقامی حکیموں کا علاج غیر مفید ثابت ہوا تو بغرض علاج داؤد نگر اور پٹنہ تشریف لے گئے، لیکن وہاں بھی کوئی افاقہ

Marfat.com

ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی شے کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا۔ فرمایا شریعت یہ ہے کہ تو اس کی پرستش کرے اور طریقت یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اس کو دیکھے۔ پھر فرمایا سب سے بہتر ذکر مذکور کے مشاہد میں ذکر فراموش کر دینا ہے۔

فرمایا انس یہ ہے کہ مجھے اپنے آپ سے وحشت ہو۔ لوگوں کے ساتھ انس پکڑنا افلاس ہے اور سوائے ذکر حق تعالیٰ کے زبان کو حرکت دینا وسواس ہے۔ فرمایا شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھے

وفات

آپ نے 334ھ میں وفات پائی۔ بغداد کے محلّہ اعظمیہ میں ان کا مقبرہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔

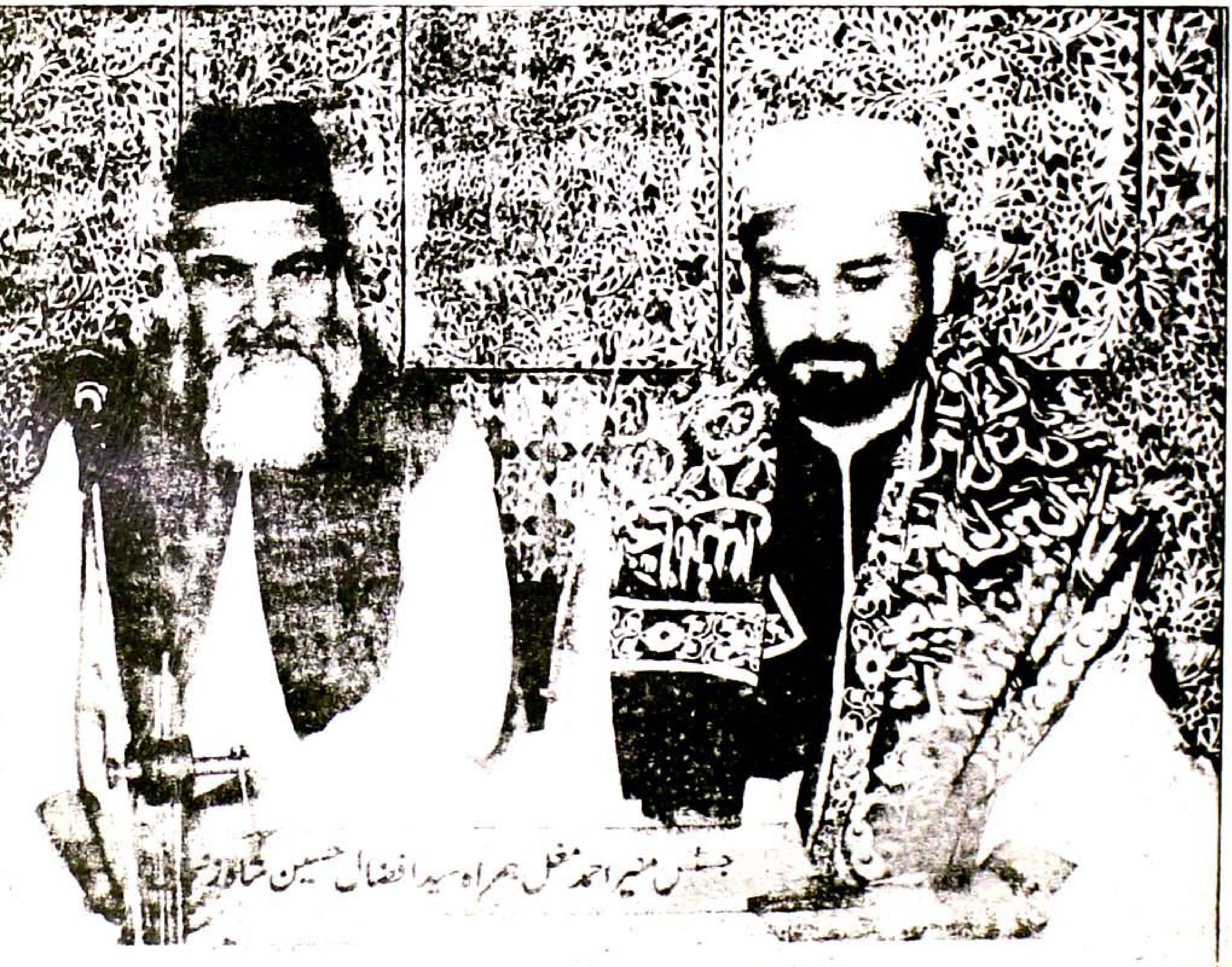

Marfat.com

نہیں ہوا۔ بالآخر جب ۱۳۷۷ھ کے اخیر میں خانقاہ واپس تشریف لائے۔

یکم شعبان کو دامودر پور مدرسہ علیمیہ کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۴/ شعبان کو خانقاہ واپس آئے۔ ۲۸/شعبان پنجشنبہ کی شب میں حالت نہایت سنگین ہوگئی۔ نبض ڈوبنے لگی۔ نزع کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ فوراً آپ کو اتر دکھن لٹا دیا گیا۔ قبر شریف بھی تیار کرلی گئی۔ صبح ہوتے ہوتے سارے علاقے میں آپ کے وصال کی خبر مشتہر ہوگئی۔ ہر چہار سمت سے لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ادھر ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق نہیں کی۔ چنانچہ تیسرے دن آنکھ کھل گئی اور زندگی کے آثار نظر آئے۔ ایک مہینے میں چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے۔ حیرت انگیز صحت یابی سے لوگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

چند ہی مہینے کے وقفے کے بعد پھر ربیع الاول شریف کے ابتدائی ایام میں مرض کا حملہ ہوا۔ مرض کی دردناک اذیت کا سلسلہ سارے مہینے جاری رہا۔ ۳۰/ربیع الاول کی صبح سے حالت نہایت سنگین ہوگئی اور آواز بند ہوگئی۔ رفیق اعلیٰ کا مسافر محویت و استغراق کے عالم میں ڈوب گیا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا، جہاں سے وہ گذر رہا تھا۔

بعد نماز مغرب جوں ہی گیارہوں شریف کا چاند نظر آیا.......اور سرکار غوثیت مآب کے فیضان معنوی کا دروازہ کھلا..........شاہ جیلاں کا سچا نیاز مند اپنے آقا کی سنت پر قربان ہوگیا...... یک بیک حجرہ مبارکہ سے آواز آئی.........سرکار دجلۂ نور کی لہروں میں ڈوب رہے ہیں.........لوگ بے تحاشا دوڑے اور شمع انجمن کے اردگرد جمع ہوگئے.... بالآخر ایک ہچکی آئی...........اور یکم ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ شب چہارشنبہ بعد نماز مغرب ۶ بجکر ۳۵ منٹ پر کشور عشق و عرفان کا ایک تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل عیش پر پہنچ گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ! ایک بجلی چمکی........خرمن جلا..........اور عشاق کا چمن تاراج ہوکے رہ گیا.........وہ شمع گل ہوگئی جس کے سائے میں پروانوں کو بال و پر ملے تھے.......سارے

Marfat.com

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ جنیدیہ کے پیر طریقت جناب ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادی ہیں۔ ان کا اصل نام جنید تھا کنیت ابوالقاسم لقب سید الطائف طاؤس العلماء اور قواریری تھا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے۔ اس رعایت سے آپ کو قواریری و زجاج کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت جنید خود خزاز کے نام سے پکارے جاتے تھے جس کے معنی خام ریشم کا سوداگر ہیں۔

آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے۔ سن پیدائش کا قطعی تعین تو نہیں ہو سکتا البتہ قیاس ہے کہ آپ کی پیدائش 210ھ میں ہوئی۔ بغداد ہی میں پرورش پائی لیکن آپ کے آباؤاجداد ایران کے صوبہ جبال کے شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ نہاوند صوبہ جبال کا سب سے قدیم شہر سمجھا جاتا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ طوفان نوح سے بھی پہلے کا ہے۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد کے زیر سایہ ایک دینی مدرسے میں حاصل کی۔ آپ کے بچپن کے دوران تعلیم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک واقعہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے آپ مدرسے سے گھر آرہے تھے۔ والد ماجد بھی اسی راستے سے گھر آرہے تھے۔ آپ نے والد ماجد کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا اے والد محترم آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج میں نے مال زکوۃ میں سے کوئی چیز تمہارے ماموں کے پاس بھیجی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے اپنی عمران درموں میں گزار دی ہے اور پھر بھی یہ حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے ایک کے بھی دوست نہیں ٹھہرے۔ حضرت جنید نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے دیجئے میں ماموں کو دے کر

Marfat.com

علاقے میں قیامت کا کہرام بپا ہو گیا........ صبح ہوتے ہوتے سرکانہی شریف کے میدانوں میں سوگوار انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لہرانے لگا........ بعد نماز ظہر غسل شریف کی تیاری شروع ہوئی .... درود و تہلیل کے سرمدی نغموں میں عالم جاوید کے مسافر کو کفن پہنایا گیا .... عطر کی بارش ہوئی .... رحمتوں کا مینہ برسا .... اور نسیم حجاز نے پیام شوق سنایا....... ۵ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی اور غروب آفتاب سے پہلے پہلے آسمان ولایت کے خورشید کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس خبر کے پھیلتے ہی سارے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ ایصال ثواب اور تعزیت کی ہزاروں مجلسیں منعقد ہوئیں۔ ویسے میکدے کا در اب بھی کھلا ہوا ہے، لیکن اب ساقی پس پردہ ہے۔ پلانے والا نظر نہیں آتا لیکن لذت کیف سے روح آج بھی سرشار ہو جاتی ہے۔ کل بادہ نوش ساقی کے روبرو بیٹھتے تھے آج مرقد پر بھیڑ لگتی ہے۔

سجادہ نشین

چونکہ آپ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی جو آپ کے بعد خانقاہ و سجادگی کی وارث و نگراں ہوتی، اس لیے آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے خواہر زادہ حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ دامت برکاتہم کو خرقۂ خلافت و اجازت مرحمت فرما کر اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موصوف نے جانشینی کا صحیح حق ادا کیا اور ان تمام خصوصیات و روایات اور معمولات کو برقرار رکھا جو حضرت سرکار اقدس رضی اللہ عنہ سے انہیں وراثت میں ملی تھیں۔

اس وقت آپ کی ذات سے سلسلے کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے وہ محتاج ثبوت نہیں ہے۔ سرکار کی عظیم یادگار ''انوار العلوم علیمیہ'' آپ ہی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا ہے۔ آپ کے محبوب خلیفہ صوفی شاہ قربان علی صاحب تیغی خانقاہ اور انوار العلوم کے استحکام

Marfat.com

آؤں۔ آپ کے والد نے وہ درم آپ کو دے دیئے۔ آپ درم لے کر آپنے ماموں حضری سری سقطی کے مکان پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ حضرت نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے جواب میں کہا "جنید' دروازہ کھولئے"۔ حضرت سری سطقی نے فرمایا میں یہ زکوۃ نہیں لوں گا۔ حضرت جنید نے فرمایا آپ کو قسم ہے اس خداوند تعالیٰ کی جس نے آپ پر فضل کیا اور میرے باپ سے عدل کا سلوک کیا۔ حضرت سری سطقی نے فرمایا وہ کون سا عدل ہے جو حق تعالیٰ نے تیرے پیارے باپ کے ساتھ کیا ہے اور وہ کون سا فضل ہے جو مجھ پر کیا گیا ہے۔ جنید نے فرمایا کہ اللہ نے آپ پر فضل کیا ہے کہ آپ کو درویشی دی اور میرے باپ کے ساتھ یہ عدل کیا ہے کہ ان کو دنیا میں مشغول رکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے چاہیں تو قبول کریں یا چاہیں تو رد کردیں۔ میرا باپ چاہے یا نہ چاہے لیکن ان کا حق ضرور ہے کہ وہ یہ زکوۃ کسی حقدار تک پہنچائیں۔ حضرت سری سطقی کو یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا "بیٹا! قبل اس کے کہ میں زکوۃ قبول کرلوں' میں نے تجھے قبول کیا"۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا اور زکوۃ لے لی اور جنید کو اپنے دل میں جگہ دے دی۔

ابھی آپ کمسن تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد حضرت سری سقطی اپنے بھانجے (جنید) کو گھر لے گئے اور ان کی پرورش و تربیت میں کسی چیز کی کمی نہ چھوڑی۔ ایک دفعہ جب آپ کی عمر سات سال کی تھی حضرت سری سقطی حج کی غرض سے بیت اللہ شریف گئے تو جنید کو بھی ساتھ لے گئے۔ بیت اللہ میں چار سو پیر طریقت جمع تھے۔ ان کی محفل میں مسئلہ شکر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک نے تقریر کی۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا اے جنید! تمہیں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیے۔ آپ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا پھر کہا شکر یہ ہے کہ جو نعمت حق تعالیٰ نے عطا کی ہے اس کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہ کرے اور اس کی نعمت کو معصیت کا ذریعہ نہ بنائے۔

Marfat.com

وترقی کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ پیش پیش ہیں۔

خلفاء

حضرت شیخ المشائخ نے اپنی زندگی میں بہتوں کو اپنے کمالات کا آئینہ بنا کر مسند خلافت مرحمت فرمائی اور انہیں باطنی اصلاح اور روحانی تطہیر کی خدمت پر مامور کر دیا۔ حضرت کے خلفاء میں بعض ایسی شخصیتیں بھی ہیں جن کا حلقۂ ارادت کئی صوبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ان لوگوں میں سے حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ایوب صاحب قادری تیغی کا نام نامی سرورق پر ہے۔

اجمالی طور پر خلفاء کی فہرست ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت صوفی شاہ محمد حنیف صاحب مظفر پور...... جناب مولوی شاہ عبد الرحیم صاحب مظفر پور....... جناب صوفی شاہ محمد اسرائیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہگلی...... جناب شاہ تبارک حسین صاحب مظفر پور...... جناب شاہ قربان علی صاحب چھپرہ...... جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب مظفر پور...... جناب مولوی شاہ جناب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چمپارن........ جناب مولوی عبد الغفار صاحب بلیا........ جناب حافظ شاہ محمد ابراہیم صاحب مظفر پور........ جناب شاہ محمد عبد اللہ صاحب مظفر پور....... جناب شاہ محمد نبی بخش صاحب مظفر پور........ جناب محمد یوسف صاحب مظفر پور........ جناب شاہ عبد الغفور صاحب مظفر پور........ جناب صوفی شاہ وراست حسین صاحب مظفر پور....... جناب شاہ محمد صدیق صاحب مظفر پور....... جناب محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور....... جناب صوفی شمس الدین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ غازی پور....... جناب حافظ شاہ شمس الدین صاحب غازی پور....... جناب صوفی شاہ محمد ایوب صاحب غازی پور...... جناب محمد سعید صاحب مظفر پور....... جناب شاہ محمد غازی صاحب مظفر پور....... حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ سجادہ نشیں مظفر پور....... جناب محمد قطب الدین صاحب مونگیر.....

Marfat.com

چار سو پیروں نے کہا اے لڑکے' اے ہماری آنکھوں کے نور! تو نے سچ کہا۔ تو اپنی بات میں صادق ہے۔ ہم اس مسئلے پر اس سے بہتر نہیں کہہ سکتے تھے۔ پھر سری سقطی نے کہا اے جنید ایسی باتیں تو نے کہاں سے حاصل کیں۔ آپ نے جواب دیا آپ کے فیضِ صحبت سے۔ پھر آپ حج کے بعد بغداد واپس آ گئے۔

حضرت جنید نے ظاہری دینی علوم اپنے ماموں حضرت سری سقطی کے زیر سایہ ہی حاصل کئے۔ ابو ثور سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن جب آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے ماموں سری سقطی سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے دریافت کیا جنید کس مجلس میں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے جواب دیا حارث المحاسبی کی مجلس میں۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا ہاں جاؤ' اس سے تعلیم و تربیت حاصل کرو لیکن اس کی نظری بحث و استدلال اور معتزلہ کے معاملے میں اس کی جرح و تردید سے ذرا آگاہ رہنا۔

جنید کہتے ہیں جب میں باہر نکلا تو حضرت سری سقطی کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا۔ خدا کرے تم صوفی محدث بنو نہ کہ محدث صوفی۔ مکی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت سری سقطی کا اس سے یہ منشا کہ جنید کو حدیث کو سنت کا علم سب سے پہلے حاصل ہونا چاہیے اس کے بعد زہد و اتقا کی ریاضت کر کے وہ بے شک تصوف کے علم میں ترقی کریں اور باضابطہ صوفی بنیں۔

حضرت جنید کا ایک اور قول ملتا ہے کہ میں نے فقہ کی تعلیم ابو عبید و ابو ثور جیسے اساتذہ حدیث کے مسلک کے مطابق حاصل کی اور بعدازاں میں نے حارث المحاسبی اور سری سقطی جیسے صوفیا کی صحبت اختیار کی اور یہی چیز میری کامیابی کا راز بنی۔ اسی لئے ہمارا علم ہمیشہ قرآن و حدیث کے اندر رہنا چاہیے۔ جس شخص نے قرآن حفظ نہیں کیا اور نہ حدیث باقاعدہ طور پر پڑھی اور تصوف کا رخ کرنے سے پہلے فقہ کا علم بھی حاصل نہیں کیا وہ ایک ایسا شخص ہے جسے رہنمائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت جنید ابتداء

Marfat.com

جناب ابوالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور......... جناب شاہ محمد اسحاق صاحب مظفر پور......... جناب محمد احمد کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور...... جناب شاہ عبدالحفیظ صاحب مظفر پور........ جناب محمد زین العابدین صاحب پٹنہ........ جناب محمد عباس خان صاحب اعظیم گڈھ........ جناب مولوی شاہ علاء الدین صاحب مظفر پور........ جناب محمد عبدالرحمٰن صاحب مظفر پور......... جناب محبوب عالم صاحب مظفر پور........ جناب محمد ادریس صاحب چھپرہ.......... جناب شاہ محمد حنیف صاحب مشرقی پاکستان۔

اپنے مضمون کے آخری مرحلے پر یہ اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء شاہ محمد تیغ علی قدس سرہ العزیز کی زندگی کے بیشمار خدوخال نمایاں ہونے سے رہ گئے.......... ہر ادا اپنی طرف کھینچ رہی ہے......... اور ہر نقش دعوت نظارہ دیتا ہے.......... ایک پیکر جمال کو کہاں کہاں سے دیکھیں........ اور ایک مجسمہ حسن وخوبی کی کون کون سی بات بیان کریں۔

جیسا بھی ہے ادارہ جام نور کلکتہ کا یہ خراج عقیدت سرکار قبول فرمالیں تو آرزوؤں کی معراج ہو جائے کہ حضرت شیخ المشائخ، محبوب الاولیاء الحاج شاہ محمد تیغ علی صاحب قادری آبادانی قدس سرہ العزیز کے مداحوں کی صف میں کہیں بھی جگہ مل جانا زندگی کی بہت بڑی سعادت ہے۔

جمال یار کی زیبائیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

۱۔ مندرجہ بالا مقالہ قائد اہل سنت نے ''جام نور کلکتہ'' کے خصوصی نمبر کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ اب جب کہ اسے لکھے ہوئے تقریباً چالیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے، یقینی طور پر کئی قابل ذکر شخصیتیں وصال کر چکی ہوں گی اور حضرت شیخ المشائخ کے مشن کو مستحکم کرنے کے لیے بعض دوسرے جانثار میدان عمل میں رواں دواں ہوں گے۔ مرتب

Marfat.com

ہی میں اپنے آپ کو مروجہ تعلیم یعنی حدیث کے لئے ہی وقف کر دیا جس سے ان کے تصوف کی بنیاد مضبوط ہو گئی۔

جب آپ کے کلام کو مقبولیت حاصل ہوئی تو حضرت سری سقطی نے آپ کو وعظ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے اپنے ماموں کے کہنے کی طرف کوئی رغبت نہ کی اور فرمایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے وعظ کہوں۔ یہ سراسر خلاف ادب ہے۔ ایک رات آپ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور نے آپ کو وعظ کرنے کے لئے کہا۔ آپ صبح اٹھے اور ارادہ کیا کہ حضرت سری سقطی سے جا کر خواب کا ذکر کروں۔ جانے کی غرض سے دروازہ کھولا تو حضرت سری سقطی کو پہلے ہی دروازے پر موجود پایا۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا آپ ابھی تک اسی خیال میں ہیں کہ دوسرے آپ کو وعظ کے لئے کہیں۔ ہم سب لوگ تو پہلے ہی آپ کو وعظ کہنے کے لئے کہہ رہے تھے لیکن آپ نے ہمارا کہنا نہ مانا۔ اب تو حضور نے فرمایا ہے اب تو وعظ کہنا ہی چاہیے۔ آپ نے حضرت سری سقطی سے عرض کیا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا ہے کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا ہے تاکہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کہیں۔ جنید نے جواب میں فرمایا کہ میں اس شرط پر وعظ کہوں گا کہ اس مجلس میں چالیس سے زیادہ آدمی موجود نہ ہوں۔ ایک روز آپ نے وعظ فرمایا۔ مجلس میں چالیس آدمی موجود تھے۔ عشق خدا کا موضوع تھا۔ مجلس پر آپ کے وعظ کا اس قدر اثر ہوا کہ اٹھارہ آدمی اسی وقت جاں بحق ہو گئے اور باقی بائیس اتنے بے ہوش ہو گئے کہ دوسرے آدمی انہیں کندھوں پر اٹھا کر لائے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرا دل گم ہو گیا تھا۔ میں نے حق تعالیٰ سے کہا کہ مجھے میرا دل دوبارہ عنایت کیا جائے۔ اتنے میں آواز آئی کہ اے جنید تو ہم سے

Marfat.com

شیر بیشۂ اہل سنت

حضرت علامہ حشمت علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ل اس لئے طلب کرتا ہے کہ کسی اور کی طرف متوجہ ہووے۔
ایک روز شبلی نے فرمایا اگر حق تعالیٰ نے قیامت کے روز مجھے بہشت و دوزخ کے لئے اختیار دیا تو میں دوزخ کو قبول کرلوں گا اس لئے کہ بہشت میرے اختیار میں ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔ جو اپنا اختیار دوست کے اختیار پر مقدم کھے اس کو دوست نہ کہنا چاہیے۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو فرمایا شبلی لڑکپن ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر مجھے صاحب اختیار بنائے تو میں کچھ بھی اختیار نہ کروں۔ س لئے کہ بندہ کو اپنے اختیار سے کیا کام بلکہ کہوں گا جس جگہ تو بھیجے میں وہیں ماؤں گا اور میری پسند بھی وہی ہے جو تیری پسند ہے۔
مخالفین نے آپ کے صوفیانہ کلام کے متعلق زبانیں دراز کیں اور آپ کا ۔۔ خلیفہ سے کہا کہ مخلوق ان کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ خلیفہ نے ‌اب دیا ان کو بلاحجت منع نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایک طریقہ اختیار کیا کہ اپنی لک کنیز کو جس کو خلیفہ نے تین ہزار درہم کے عوض خریدا تھا' وہ نہایت خوش ال تھی اور اپنے زمانہ میں زیبائی و ملاحت کے لحاظ سے بے مثال تھی' کو حکم ا کہ وہ زر و زیور' نہایت گراں بہا جواہرات سے آراستہ ہو کر حضرت جنید کے ں جائے اور چہرے سے نقاب اٹھا کر اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرنا چاہیے ر یہ کہنا چاہیے کہ میں نہایت مالدار ہوں۔ دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے اور ں آپ کے پاس اس غرض سے آئی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول کر ں اور میں آپ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں کیونکہ میرا دل اب یہی ہتا ہے کہ میں سوائے آپ کی صحبت کے اور کسی جگہ نہ بیٹھوں اور اس کنیز سے یہ بھی کہا گیا کہ تجھ سے جہاں تک ہو سکے چاپلوسی و خوشامد کر کے اصل حال ریافت کر کے آنا۔ خلیفہ نے ایک آدمی بھی ہمراہ دیا۔ الغرض جب وہ کنیز آپ ی خدمت میں پہنچی اور اس نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ جب آپ کی نظر اس پڑی تو آپ نے سر جھکا دیا۔ کنیز کو جو کچھ تعلیم دی گئی تھی اس نے ویسا ہی کہنا

Marfat.com

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

Marfat.com

شروع کیا۔ آپ گردن جھکائے سب کچھ سنتے رہے پھر یکبارگی آپ نے سر اٹھایا اور ایک آہ بھری۔ لونڈی اسی وقت گری اور فوت ہو گئی۔ غلام نے جا کر خلیفہ سے کہا۔ خلیفہ کے بدن میں آگ سی لگ گئی' نہایت پشیمان ہوا اور خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگرچہ لوگوں نے کہا بھی کہ ان کو یہاں طلب کرنا چاہیے لیکن خلیفہ نے کہا ایسے شخص کو بلانا نہیں چاہیے۔ خلیفہ نے عرض کیا کہ اے شیخ آپ کا حال کیسا ہے کہ آپ نے ایسی محبوبہ کو مار ڈالا اور جلا دیا۔

آپ نے فرمایا امیرالمومنین کیا آپ کو مومنوں پر ایسی ہی شفقت ہے۔ کیا آپ چاہتے تھے کہ میری چالیس سالہ ریاضت' بے خوابی اور نفس کشی کو وہ کنیز برباد دیتی۔ چنانچہ خلیفہ جواب سے مطمئن ہو کر چلا گیا اور سمجھ گیا کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے صوفی ہیں۔ اس کے بعد آپ بہت ترقی کر گئے اور تمام جہان میں آپ کی شہرت پھیل گئی جس پیرایہ آپ کو آزمایا گیا آپ اس سے ہزار درجہ بڑھ کر نکلے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں نے شیطان کو دیکھنا چاہا۔ میں مسجد کے دروازے میں تھا کہ میں نے دور سے ایک بوڑھے کو چلے آتے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر میرے دل میں کچھ دہشت طاری ہوئی۔ میں نے کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا تمہاری آرزو۔ میں نے کہا ملعون تم کو کس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے منع کیا تھا۔ اس نے جواب دیا اے جنید! میرے لئے کب جائز تھا کہ خدائے غیر کو سجدہ کرتا۔ آپ فرماتے ہیں میں سن کر حیران رہ گیا۔ اس وقت مجھے ندا آئی کہ اس سے کہہ کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر بندہ ہوتا' حکم سے سرتابی نہ کرتا تو اس کی ممنوع چیزوں کے قریب نہ جاتا۔ ابلیس نے جب مجھ سے یہ بات سنی تو چلا اٹھا کہ خدا کی قسم آپ نے مجھے جلا دیا اور غائب ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں میں نے ایک حجام سے اخلاص سیکھا ہے۔ جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا میرے بال بھی خدا

Marfat.com

شیر بیشۂ اہل سنت

ایک پیکر وفا

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

آہ..........کہ نصف صدی تک دنیائے سنیت کو جگا جگا کر ایک دن سرکار مصطفیٰ کا نقیب خاموش ہو گیا۔

معتمد راویوں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی بزم عشق میں پہنچنے کے بعد ایک دن کائنات کا یہ مخفی راز اس کے دل پر آشکار ہو گیا کہ عرش و فرش کی وسعتوں میں رضائے الٰہی کی کلید خوشنودیٔ مزاج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اس دن سے لے کر پیکر اجل کی آمد تک ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح ساری عمر وہ اسی حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہا۔شوق وطلب کی ایک بیتاب امنگ تھی جو رگ و پے میں خون کی لہروں کے ساتھ دوڑتی رہی اور عشق و اخلاص کا ایک دائم و قائم خمار

Marfat.com

کے لئے کاٹ دو۔ اس نے کہا ہاں اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ابھی تک خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ اس نے کہا آپ اٹھ جایئے کیونکہ خدا کا نام درمیان میں آ گیا تو میں نے سب کچھ پا لیا۔ پھر مجھ کو بٹھایا اور میرے سر کو بوسہ دیا ور میری حجامت بنا دی۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا اس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا اس کو اپنے خرچ میں خرچ کرنا۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ جو اول کشائش نصیب ہو گی میں اس سے مروت کروں گا۔ ابھی بہت دن نہ گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی تھیلی بھیجی۔ میں اسے لے کر اسی حجام کے پاس گیا۔ جب میں نے اسے یہ تھیلی دی تو اس نے کہا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا میری نیت تھی کہ جو کشائش اول ہو گی وہ میں تمہیں دوں گا۔ اس نے کہا تجھے خدا سے شرم نہیں آتی کہ تو نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری خدا کے لئے حجامت بنا دے اب یہ کیا لے کر آیا ہے۔ کیا یہ اس کا عوض ہے۔ بھلا تم نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لئے کام کرے اور پھر اس کا عوض طلب کرے۔

المختصر حضرت جنید ایک باکمال عالم و فاضل تھے۔ اللہ سے انہیں ایک دقیقہ رس عقل ودیعت ہوئی تھی جس کا محیط بہت وسیع تھا۔ وہ اپنے زمانے کے علم کی مختلف شاخوں سے بخوبی آشنا تھے۔ فقہ الہیات' اخلاقیات پر ان کی تعلیمات مستند سمجھی جاتی تھیں لیکن اس علم و فضل کے باوجود وہ عزلت پسند اور خاموش طبع تھے اور صوفیانہ خود آگاہی کی کیفیت میں اپنے آپ میں مست تھے۔ سفینۃ اولیاء میں لکھا ہے کہ آپ نے ستاسی سال کی عمر میں 297ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔ بغداد کے ریلوے سٹیشن اور ہوائی اڈے کے قریب ایک وسیع قبرستان میں نہ جانے کتنے غوث' قطب' ابدال لیٹے ہوئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس قبرستان میں تقریباً" دو لاکھ اولیاء اللہ دفن ہیں۔ اسی قبرستان میں حضرت جنید بغدادی کا مزار ہے۔ آپ کے علاوہ سری سقطی' معروف کرخی' ابراہیم

Marfat.com

تھا، جس نے ساری عمر عقل و ہوش کی دنیا پر فرماں روائی کی۔ عشق و اخلاص کا خمار اس وقت بھی شریک سفر تھا جب کہ سر بالیں وصال کا سفر نامہ پیک اجل لیے کھڑا تھا اور نگاہوں کی بینائی محبوب کی تجلیوں میں ڈوب رہی تھی اور بلاشبہ وہی رفیق عزیز لحد کی خوابگاہ میں آج بھی شریک بزم تنہائی ہے۔

عشق کے داغ سے مانوس رہا کرتا ہوں
ویسے کہنے کو شب قبر کی تنہائی ہے

اس پیکر وفا کے سامنے دنیائے رنگ و بو میں ہزاروں انقلاب آئے ....حوادث کی مصلحتوں نے خوشامدیں کیں ....وقت کے تقاضوں نے دامن تھامے ....طوفانوں نے الارم دیا..........قہر و جبر نے تازیانے اٹھائے ....ننگ و ناموس نے اندیشہ دلایا..........اور یہ فتنۂ آشوب دنیا بارہا بن سنور کر آئی کہ ایک برہم دیوانے کا مزاج بدل دیا جائے.........لیکن رات کے روشن سیارے اور دن کے چمکتے ذرے شاہد ہیں کہ وقت کے جبری تقاضوں پر دنیا کی ہر شئی بدل گئی ....دریاؤں کے بہتے ہوئے دھارے نشیب پا کر مخالف سمت پر لڑھک گئے ....انگاروں کی دھمک سے فولاد کا جگر پانی ہو گیا.........بارہا ایسا ہوا کہ مصلحتوں نے سرگوشی کی اور اچانک ہزاروں آتش نوا خطیبوں کی زبان گنگ ہو گئی اور قلم نے سپر ڈال دیے ....اور ایسا بھی ہوا کہ علم و تقویٰ کی مغرور پیشانیاں وقت کی مسند اقتدار کے آگے غبار آلود ہو گئیں........ مصلحت کی آتش سے نشیمن جلے........عشق کی آبرو لٹی..........کفر نے امان پائی اور اسلام اسیر بلا ہوا..........لیکن اپنے دور کا ایک وارفتہ جگر مجاہد تھا جس نے حالات سے دو بدو کرنا قبول کر لیا مگر غیرت وفا کی قربانی دے کر کسی طرح کی مصالحت کے لیے راضی

Marfat.com

خواص، بہلول دانا، شاہ منصور حلاج اور ملکہ زبیدہ کے بھی مزارات ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تمام مزارات نہایت خستہ حالت میں ہیں۔ قطعاً کوئی نگرانی نہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیاں اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف تھیں۔ حکومت عراق کو ان کی حفاظت اور مرمت پر پوری توجہ دینی چاہیے۔

حضرت [illegible] سجادہ نشین حضرت میاں میر [illegible]

Marfat.com

نہیں ہو سکا۔ وہ حق و باطل کے امتیاز میں کسی درمیانی راہ کا قائل نہ تھا۔ اس کی پوری زندگی اسی نظریہ کی عملی تفسیر تھی۔ ایک دامن کی پناہ حاصل کرنے کے لیے انتہائی بیدردی کے ساتھ اس نے لاکھوں دامن جھٹک دیے اور ایک چوکھٹ پر بستر جمایا تو سارے چوکھٹوں سے منہ موڑ کر گزر گیا۔

حق جب بھی مظلوم نظر آیا اس کی غیرت کا جلال برہم ہو گیا اور اس کے لب و لہجے کے خروش پر دریاؤں کی طغیانی ابھر آئی۔ اور جس حال میں بھی ہوا بغیر کسی لمحۂ انتظار کے حق کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

مشاہدات و محسوسات سے کہیں زیادہ اسے اس معنوی حقیقت پر یقین تھا کہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے کٹ جانے کے بعد زمین و آسمان کی وسعتوں میں کہیں امان نہیں مل سکتی۔ وہ ہر وقت اسی یقین کے اجالے میں رہتا تھا۔

اس کی حیات کے وہ لمحے انتہائی قابل رشک ہوتے تھے، جب وہ عاشقوں کی انجمن میں ہوتا اور داستان عشق و ایمان کا کوئی ورق الٹ کر وہ اپنے محبوب کائنات کی یکتائی اور جلالت شان کے خطبے پڑھتا......اور اس وقت ساری فضا کیف و خمار سے معمور ہو جاتی اور فرط شوق میں کائنات کا دل جھومنے لگتا۔

اس کی خداداد شان خطابت میں مخلص کا ولولہ.....دل مبتلا کا سوز..........گھائل کی کراہ......عشق کی چوٹ......فدا کار کی سرفروشی.....دیوانے کا استغناء......مجاہد کا تیور.....انتقام کا جوش.....نیاز مند کا ادب.....اور ایک وارفتہ حال مؤمن کا ایمان جھلکتا تھا۔

حرمت عشق کے خلاف زبان و قلم کی کوئی ناپاک جسارت اس کے لیے کائنات کی سب سے بڑی اذیت تھی، جس کی تاب ضبط سے اس کا ضمیر ہمیشہ نا آشنا رہا۔ وہ اپنے کریم و جمیل آقا کا ایسا سرشار دیوانہ تھا کہ دنیا میں کسی سے اس کی شناسائی نہیں، بس ایک ہی

Marfat.com

روضہ مبارک

علاقہ چاہ میراں سے جانب جنوب آبادی میں گھرا ہوا اور عام سطح زمین سے کسی قدر اونچی جگہ پر ایک خوبصورت سبز گنبد نظر آتا ہے جو آج آبادی کی زینت بنا ہوا ہے۔ نیلم سینما کے چوک سے چاہ میراں روڈ پر بجانب مشرق جاتے ہوئے تھوڑے سے فاصلے پر دائیں جانب ایک چھوٹی سے پختہ سڑک ہے جو سیدھی اس سبز گنبد والے مزار کو جاتی ہے۔ یہ سبز گنبد والا مزار اس پاک ہستی کا ہے جو تاریخ میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہیں جنہوں نے لاہور میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور وہ دل جو کفرو شرک سے سومنات بن چکے تھے' ان کو نور ایمانی سے روشن کیا۔ تاریخی ادوار میں مزار مبارک کی حالت یوں بیان کی جاتی ہے کہ صدیوں تک آپ کا مزار مبارک ایک چبوترے پر باغ زنجان کے اندر مرجع خلائق رہا پھر چاردیواری بنا دی گئی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ وہ چاردیواری کب اور کس نے بنائی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب باغ زنجان باغ نولکھا میں مدغم ہوا تو اس وقت قدآدم چھوٹی اینٹ سے بنی ہوئی چاردیواری موجود تھی۔ بعد میں کافی عرصہ تک مزار مبارک کی یہی حالت رہی۔ مزار مبارک کی سابقہ حالت کے بارے میں تاریخ لاہور کے مختلف مورخوں کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مولوی نور احمد صاحب تحقیقات چشتی کے مصنف ہیں۔ تحقیقات چشتی 1849ء سے طبع ہونی شروع ہوئی لیکن آخری نسخہ 1881ء میں شائع ہوا جس میں مزار مبارک کی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت شاہ حسین زنجانی کا مزار مبارک جنوب رویہ موضع میراں دی کھوئی واقع ہے۔ صورت مزار مبارک

Marfat.com

چہرہ اس کے قلب وجگر کا محبوب تھا اور جہاں جہاں بھی دل رکا وہی ایک محبت درمیان میں نسبت رابط تھی۔ ذاتی طور پر نہ اس کی کسی سے دشمنی تھی اور نہ دوستی ....وہ اپنے حبیب کے دوستوں کا دوست تھا اور دشمنوں کا دشمن اور یہ اس کے ایمان کا مزاج بن چکا تھا۔

بیگانوں کے سامنے اس کی پیشانی ہمیشہ مغرور نظر آئی لیکن غبار راہ میں بھی پائے حبیب کی کوئی سنت مل گئی تو سجدۂ شوق کے لیے دل کی پوری کائنات جھک پڑی۔

اس کے محبوب آقا کی حرمت پر جس نے بھی حرف رکھنا چاہا اس کے خلاف اعلان جنگ کرنے میں اس کے یہاں کوئی لمحۂ انتظار نہ تھا اور نہ غلبہ وقوت کا کوئی قہر اور مروت وشناسائی کا کوئی عاطفہ اس کی راہ میں حائل ہوسکتا تھا۔

اس کا کام سن کر ایوان باطل میں زلزلے پڑ جاتے تھے اور اسی کے ساتھ اس کی ذات دنیائے سنیت کی ایک ایسی متاع بے بہا تھی کہ اس کے تذکرے سے ایمان والوں کے چہرے شاداب ہو جاتے تھے۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر وفاداروں کی ایک دنیا دیوانہ وار سمٹ جاتی تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں کہ جس شان وارفتگی کے ساتھ حضور شیر بیشۂ اہل سنت نے اسلام کو داخلی فتنوں سے پاک کیا اس کی مثال دور حاضر میں نہیں ملتی۔ اور یہ بھی ایک امر مسلم ہے کہ اسلام کو جتنا اندر سے نقصان پہنچا ہے، باہر سے نہیں۔ صدر اول کا وہ فتنہ جس نے ایوان اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور آج تک اس کی دھمک محسوس ہوتی ہے، وہ اندر ہی سے برپا ہوا تھا۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ مرد مؤمن اپنے وقت کا بہت بڑا مجاہد ہے جو دین مصطفیٰ کو اندر سے پاک کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور بے مثال جرأت وپامردی کے ساتھ باطل کی بساط الٹ کر حق کو برتر وغالب کر دیا۔

اسے بصیرت خداوندی ہی کا کرشمہ کہا جاسکتا ہے کہ فتنہ جنم بھی نہیں لینے پاتا تھا کہ

Marfat.com

یہ ہے کہ قد آدم ایک بلند چاردیواری خشتی ہے جس کا در آمد و رفت شرق رویہ مع طاق تختہ چوبی اندر اس چاردیواری کے ایک اور چاردیواری خشتی ہے جس کے سرہانے چراغ دان اور اندر اس کے ایک چبوترہ پر حضرت کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر شمال کی طرف ایک دالان خشتی سہ دھن والا محرابی جس کے آگے شرق رویہ تھڑہ مگر اب یہ مکان آوارہ پڑا ہے۔ کوئی فقیر مکان دار یہاں نہیں بیٹھتا لیکن کسی وقت وہاں پر فقیر بیٹھا کرتے تھے۔ اگرچہ ایک دو اور دالان وغیرہ چاہ چرخی دار بھی برائے آسائش موجود ہے مگر خدا جانے کیا باعث ہے کہ ایک مدت سے یہاں لوگوں کا آنا کم ہو گیا ہے۔

تاریخ لاہور کے ایک اور مصنف کنہیا لال تھے جو ہندو تھے۔ ان کی تاریخ لاہور 1884ء میں لکھی گئی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ متبرک مزار موضع میراں دی کھوئی بیرون شہر لاہور بجانب شرق بفاصلہ ایک میل واقع ہے۔ اگرچہ عمارت مختصر ہے مگر مکان قدیم اور صاحب مزار قدیم بزرگان لاہور میں سے ہیں۔ مزار مبارک قد آدم بلند چاردیواری خشتی کے اندر موجود ہے۔ قبر بھی خشتی چونے کی بنی ہوئی ہے اور مکانات پختہ فقراء کی سکونت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور چاہ چرخی دار جاری ہے۔ سکھوں کے وقت اس مزار پر بڑا میلہ لگتا تھا۔

محمد دین فوق صاحب بھی لاہور کے تاریخ دانوں میں سے تھے جنہوں نے ماثر لاہور میں آپ کے مزار مبارک کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کا مزار چاہ میراں میں ایک طویل و عریض باغ کے اندر ہے یہ باغ سکھوں کے زمانے میں آباد ہوا تھا اور یہی وہ مقام ہے جو باغ زنجان کہلاتا تھا۔ آپ کے باغ میں ہی آپ کا مزار بنایا گیا۔

آپ کا مزار ایک قد آدم خشتی چاردیواری کے اندر ہے۔ مزار کے سرہانے خشتی چراغ دان ہے۔ مزار پر گنبد کوئی نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مزار بہت قدیم زمانے کا ہے۔ مزار کا دروازہ مشرق کی جانب ہے۔ شمال کی جانب ایک خشتی

Marfat.com

اپنے وقت کے اس عظیم الشان مصلح کی خارشگاف نگاہوں کا شکار ہو جاتا تھا۔ اب اس کی جگہ یا تو نامرادیوں کے مدفن میں ہوتی تھی یا ہمیشہ کے لیے اعتبار کی نگاہوں سے گرادیا جاتا۔

کہا جاتا ہے کہ اصلاح و تطہیر کے میدان میں حضور شیر بیشۂ اہل سنت کی سب سے بڑی حریف وہابیت و دیوبندیت تھی، جن کے خلاف انہوں نے کبھی ہتھیار نہیں اتارے اور نہ ایک لمحہ کے لیے ان کا ذہن اس سے غافل رہا۔

جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی زبان و قلم کو جنبش ہوئی رد وہابیت و دیوبندیت کا فرض قضا نہ ہو سکا اور اس کے لیے نہ کسی تقریب و تمہید کی ضرورت تھی اور نہ تحریک و آمادگی کا انتظار تھا کہ دعوت حق کے لیے فضا ساز گار ہو اور جان و مال کی مضرتوں کا کھٹکا دور ہو جائے۔

بلاشبہ جذبۂ حق کا یہ خروش اور غیرت ایمانی کا یہ بے نیاز ولولہ انہی کے ساتھ مخصوص تھا۔ دین میں انہوں نے دیوبندیت و وہابیت کی رنگے ہاتھوں چوری پکڑی تھی اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منافقین کا کردار دہراتے ہوئے دیکھا تھا اور دیوبندی پیشواؤں کی کتابوں میں انہوں نے شان رسالت میں وہ توہین آمیز عبارتیں بھی پڑھیں جن کے تصور سے مؤمن کا دل کانپ جاتا ہے۔

حق نے جب کبھی اسے آواز دی وہ بغیر کسی لمحہ انتظار کے اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ خلعت فاخرہ اسی کی قامت زیبا پر راس آئی۔ اس کی سطوت علم کے آگے بڑے سے بڑے طاغوت کی زبانیں خشک ہو جاتی تھیں اور اس کا نام سن کر باطل کے ایوان میں زلزلے پڑ جاتے تھے۔ پھر اس کے ساتھ اس کی عالمگیر محبوبیت کا یہ اقبال تھا کہ اس کے تذکرے سے مؤمنین کے دلوں کی کلی کھل جاتی تھی اور چہرے شاداب ہو جاتے تھے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

Marfat.com

دالان ہے۔ چاردیواری کے باہر ایک چاہ چرخی اور اس کے پاس ہی چند قبروں کے آثار ہیں۔

دربار کی سابقہ حالت

آج سے تقریباً 50 سال پہلے جب کہ پیر سید مدد علی شاہ زنجانی سجادہ نشین تھے۔ حضرت میراں حسین کا روضہ مبارک ایک خشتی چاردیواری کے اندر دو فٹ اونچے چبوترے پر مرجع خلائق تھا۔ علاوہ ازیں روضہ مبارک سے مشرقی جانب پختہ مکان فقراء کی سکونت کے لئے بھی تھا۔ غرب رویہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی اور مسجد کے ساتھ شمال رویہ ایک حجرہ بھی تھا۔

پیر سید مدد علی شاہ زنجانی نے آخری عمر میں مزار مبارک پر گنبد بنوانے کا کام شروع کیا لیکن ابھی بنیادیں رکھ کر تعمیر کا تھوڑا سا ہی کام ہوا تھا کہ بیمار پڑ گئے اور چند دن بعد رحلت فرما گئے۔ سید مدد علی شاہ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی پیر سید شفقت علی شاہ نے کسی قدر تعمیر کے کام کی تکمیل کی۔ تعویذ مبارک کے چبوترہ کو اونچا کر کے اردگرد آٹھ ستون بنوا کر ان میں جالیاں لگوا دیں اور دروازہ بھی بنوایا۔

1954ء میں بہت زیادہ بارشیں ہوئیں اور سیلاب بھی آ گیا۔ اب بارشوں کی وجہ سے دربار ہٰذا کی مسجد گر گئی جس کی وجہ سے اس کی تعمیر اشد ضروری تھی تو اس وقت شیخ محمد بخش نامی ایک شخص کو ایک رات حضرت داتا گنج بخش نے اپنی زیارت سے نوازا اور فرمایا کہ ”اے محمد بخش ہمارے بڑے پیر بھائی حضرت سید حسین زنجانی کی مسجد گر گئی ہے جاؤ اس کی تعمیر کرواؤ“۔ شیخ محمد بخش خواب کے دوسرے ہی روز مسجد کی تعمیر کے لئے دربار حضرت سید میراں حسین پر حاضر ہوئے اور پرانی مسجد کی بنیادوں کو منہدم کر کے نئی بنیادوں پر ایک مسجد تعمیر کروائی۔

Marfat.com

صداقت وانصاف کا خون کر کے کوئی اعتراف حق سے پھر جائے تو اور بات ہے، لیکن یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے جس صبر آزما حوصلوں کے ساتھ اسلام کو داخلی فتنوں سے پاک کیا، اس کی مثال دور حاضر میں نہیں ملتی۔

دراصل اس جذبے کے پیچھے ایک نہایت سنگین والمناک حادثے کی تاریخ تھی، جس نے اہل سنت کے قلوب کو ایسا گھائل کیا کہ وہ آج تک اچھے نہیں ہو سکے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان بڑے سے بڑے زخم کی چوٹ برداشت کر سکتا ہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ جان سے زیادہ عزیز پیغمبر کے ناموس کو کوئی بد بخت اپنی زبان وقلم کا نشانہ بنائے۔

زمانہ اس کے اس جذبۂ شوق کا ہمیشہ گلہ مند رہا کہ توہین وفا کے مجرم کو عالمگیر شہرت واثر کے حصار میں بھی اس کی زبان وقلم کے عبرتناک تازیانوں سے امان نہ مل سکی۔

فکر واعتقاد کے ملحدین نے ہمیشہ اس کے موقف کا مذاق اڑایا.........اس کی افتاد طبع سے بیزاری کا اعلان کیا.......اور جب زبان وقلم کے حربوں سے کام نہ نکلا تو طاغوت کی قوتوں کا سہارا لے کر فرعون وشداد کی تاریخ دہرائی.........لیکن مایوس ومرعوب ہونا تو بڑی بات ہے، اس کے محکم یقین کی آب وتاب اور چمک گئی اور اس کے باطل شکن عزم کا تیور اور نکھر گیا۔

بلاشبہ شیر بیشۂ اہل سنت کی زندگی ایسی کردار کی مرقع تھی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ مشیت کی طرف سے وہ اسی عظیم خدمت پر مأمور کیے گئے تھے۔

یہ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ سب سے پہلے "شیر بیشۂ اہل سنت" کے خطاب سے کس نے اسے مخاطب کیا، لیکن بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ لغت میں یہ ترکیب اسی کے لیے وضع ہوئی تھی اور اسی پر ختم بھی ہوگئی۔

خدائے غافر ورحیم اس کے مدفن کی خاک پر شام وسحر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور نسیم طیبہ ہمیشہ اس کی خوابگاہ کو معطر رکھے۔

Marfat.com

مسجد کی تعمیر کے بعد ایک اور معتقد غلام صابر نے حضرت کے مزار کی پرانی جالیوں والی چوکھنڈی کو مسمار کر کے ایک عالی شان گنبد بنوایا۔ شمالی و جنوبی جانب قد آدم دیواروں کو گرا کر ان کی جگہ دالان بھی بنوائے۔ مسجد کے جنوب رویہ بھی ایک بڑا دالان تعمیر کروایا۔ چلہ مبارک خواجہ معین الدین چشتی کی عمارت بنوائی اور دربار کی بقیہ عمارت کی بھی مرمت کروائی۔

مارچ 1969ء میں ملک محمد علی نے حضرت کے مزار مبارک کے گنبد کی بڑے عمدہ انداز میں مرمت اور رنگ کروایا۔ دربار کی بقیہ عمارت کی بھی مرمت کروائی۔ دربار کے باہر میدانی احاطے میں بھی فرش لگوایا۔

دربار کی عمارت ایک خوبصورت روضہ مبارک کا سبز گنبد، ایک مسجد، چند دالانوں اور چند حجروں پر مشتمل ہے۔ تعمیر شدہ عمارت کے باہر ایک وسیع میدانی صحن ہے جس کی احاطہ بندی تین اطراف سے ڈیڑھ قد آدم بلند دیوار اور غرب رویہ دربار کی تعمیر شدہ عمارت نے کر رکھی ہے۔ اس صحن میں تین راستوں سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ایک راستہ جنوب مغربی دیوار میں ہے، ایک راستہ مشرقی کونے میں ہے، تیسرا راستہ شمالی دیوار میں ایک بہت بڑا در ہے جو ایک پختہ سڑک سے وابستہ ہے۔

میدانی صحن میں ایک چاہ چرخی مع ایک غسل خانہ اور چند وضو کرنے والی ٹوٹیوں کے موجود تھی۔ اس کے غرب رویہ گیارہ قبریں تھیں جو تین رووں میں تھیں۔ پہلی رو میں تین قبریں، دوسری رو میں دو قبریں اور تیسری رو میں چھ قبریں تھیں۔ دوسری رو میں پہلی قبر سید شرف علی شاہ زنجانی مرحوم کی تھی۔ تیسری رو میں پہلی چار قبریں زمین کے ساتھ وابستہ تھیں صرف اینٹوں کے نشان قبروں کی بقا کو ظاہر کرتے تھے۔ پھر دو قبریں پختہ تھیں۔ ان میں ایک قبر کو چھوڑ کر آخری پختہ قبر محمد امین چشتی مرحوم کی تھی جو حضرت میراں حسین کے بہت زیادہ معتقد تھے اور عرصہ دراز تک حضرت کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔

Marfat.com

مجاہد ملت

علامہ حبیب الرحمن قدس سرہ

Marfat.com

چاہ چرخ اور قبروں کے علاوہ اس میدانی احاطے میں تین درخت بڑ کے ہیں۔ مورخہ 21 فروری 1969ء کو اس میدانی احاطے میں چاہ چرخی کو اکھیڑ کر اینٹوں کا فرش لگوا دیا گیا ہے اور گیارہ قبروں کی بجائے صرف نو قبروں کے نشان فرش پر لگائے گئے ہیں اور یہ بھی ان کے اصلی مقام پر نہیں ہیں۔ صوفی امین چشتی کی قبر پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

تعمیر شدہ عمارت کے اندر جانے کے لئے ایک ڈیوڑھی سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس ڈیوڑھی کا در کلاں آمدورفت شرق رویہ ہے۔ یہ ڈیوڑھی پرانی تعمیر شدہ ہے اور صدر ڈیوڑھی کے نام سے موسوم ہے۔ صدر ڈیوڑھی کے شمال کی جانب دو پختہ کمرے ہیں جو عرس کے موقع پر انتظامیہ کے بیٹھنے اور لنگر تقسیم کرنے کے کام آتے تھے۔

صدر ڈیوڑھی سے جنوبی رویہ درگاہ شریف کے اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ ہے۔ پہلے وہاں صرف محرابی در تھا اور اس کے ساتھ جنوبی ڈیوڑھی تھی۔ اس میں دربار کے اندر جانے کا صدر دروازہ تھا لیکن عرصہ سے وہ دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

جنوبی ڈیوڑھی کی شرقی جانب باہر کی طرف ایک چھوٹا سا پختہ کمرہ ہے جس کے اندر دو قبریں ہیں۔ ایک قبر سید محمد علی شاہ سجادہ نشین دربار ہذا اور درگاہ حضرت صدر دیوان زنجانی کی ہے۔ اس کمرے سے متصلہ باہر کی شمالی جانب ایک چبوترے پر تین قبریں ہیں۔ اس کمرہ کے ساتھ جنوب رویہ بمعہ چاردیواری کسی زمانے میں تالاب تھا لیکن اب وہاں تالاب نہیں بلکہ وضو کے لئے ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس تالاب کے غرب رویہ ایک دالان ہے جس سے گزر کر روضہ مبارک پر پہنچا جا سکتا ہے۔

دربار کے اندرونی حصے کا صحن زیادہ کشادہ نہیں صرف 34 فٹ چوڑا اور پچاس فٹ لمبا ہے۔ دربار کے صحن کے عین درمیان میں حضرت سید میراں

Marfat.com

دیارِ نجد سے لوٹا تو سرخرو لوٹا
بچا کے اپنی جماعت کی آبرو لوٹا

احمد کمالؔ جمشید پوری مرحوم

Marfat.com

حسین زنجانی کے روضہ مبارک کا گنبد ہے جو آٹھ محرابی دروں پر بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے پر حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ ہے جو پر عام طور پر خوبصورت سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ محرابی دروں کے اوپر سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ ہر محرابی در پر ایک کتبہ نما جگہ ہے جن میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء
سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیاء
المدد یا سر احمد نور ما قرآن ما
یا چہار و پنج گنج اولیاء کبریا
المدد یا پیر کامل المدد آل عبا
یک نگاہ گاہ گاہ محمد مصطفیٰ
باادب باش اینجا ہست شاہے
نظام جملہ عالم در نگاہے
غوث الاعظم درمیان اولیاء
چوں محمد درمیان انبیاء
راہ تاریک است و منزل دور دور
یک طرف کن گیسوئے خمدار را
جملہ عالم تشنہ دیدار تست
رونق پردہ مکن رخسار را!
نور بخش ہر دو عالم گنج اسرار خدا
کاملاں را پیر کامل عارفاں را رہنما

گنبد کے مشرق رویہ چراغ دان تھا۔ اب بھی وہاں پر لوگ چراغ جلا لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں سابقہ عمارت کا صدر دروازہ وہاں پر تھا۔ گنبد کے شمال رویہ

Marfat.com

مجاہد ملت

ایک عہد ساز شخصیت

حضرت مولانا مدثر حسین حبیبی کے ایک خط سے یہ معلوم کر کے مجھے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی کہ وہ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر شائع کر رہے ہیں اور کاپیاں پریس میں طباعت کے لیے جارہی ہیں۔ کاش مجھے وقت ملتا تو میں بھی حضرت مجاہد ملت کی حیات طیبہ کے کسی گوشہ پر اپنے قلم کا خراج پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ میں نے حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں گذارا ہے۔ سفر و حضر میں ان کی ہمرکابی کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ بارہ مناظروں میں ان کے ساتھ میں نے سفر کی سعادت حاصل کی ہے، جن میں سے آٹھ مقامات پر میں نے حضور مجاہد ملت کی

Marfat.com

عورتوں کے لئے ایک دالان ہے جس کے چار بڑے در ہیں۔ اس دالان کے درمیان گنبد تک ایک چھوٹی سی دیوار ہے جس سے عورتوں کے لئے علیحدہ باپردہ جگہ کا انتظام ہے۔ اس دالان کے شمال رویہ باہر کی طرف عورتوں کے لئے آنے جانے کا دروازہ ہے۔ اس دالان کے غرب اور مسجد کے شمال رویہ متصلہ ایک حجرہ ہے جو امام صاحب کی خلوت کے لئے مقرر ہے اور وہاں بیٹھ کر امام صاحب دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

روضہ مبارک کے گنبد کے غرب رویہ تھوڑے سے صحن کو چھوڑ کر مسجد ہے جو ساڑھے ستائیس فٹ لمبی اور چودہ فٹ چوڑی ہے۔ مسجد کے تین دروازے محرابی شکل کے ہیں جن میں سبز رنگ کے طاق لگے ہوئے ہیں۔ مسجد میں تین الماریاں بمع طاق و تختہ ہیں۔ دو کھڑکیاں غرب رویہ اور ایک کھڑکی جنوبی دیوار میں بھی ہے۔ اب ایک کھڑکی میں سپیکر کے لئے لوہے کی الماری فٹ کر دی گئی ہے۔

مسجد کے ساتھ جنوب رویہ اور گنبد سے مغرب کی جانب ایک دالان ہے جس میں زائرین زیادہ تر بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس دالان کے عقب میں ایک کمرہ ہے۔

گنبد سے جنوب مشرقی رویہ کونے میں چلہ مبارک خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ ہے جس کا دروازہ جنوب رویہ دالان میں ہے۔

مسجد کے عقب میں غرب رویہ باہر کی جانب ایک اونچی ٹیکری ہے جس پر قدیم قبریں ہیں جو تعداد میں مورخہ 69-2-16 کو 55 تھیں۔

Marfat.com

صدارت میں کامیاب مناظرہ کیا ہے۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظرہ کے اصول و رموز، بحث و استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے، وہ حضور مجاہد ملت ہی کا عطا کردہ ہے۔ دو چار دن کا بھی مجھے وقفہ ملتا تو میں چند مناظروں میں حضرت مجاہد ملت کی علمی اور فنی عقدہ کشائی کے بصیرت افروز حقائق سے اہل سنت کے عوام و خواص کو باخبر کرتا۔ فی الحال اس نمبر کے ذریعہ عامہ مسلمین اہل سنت تک یہ پیغام ضرور پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ نے چاہا تو مستقبل قریب میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی کے اس گوشے پر ایک طویل مضمون یقیناً شائع کروں گا۔

حضرت مولانا مدثر حسین حبیبی بہرحال مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مجاہد ملت کی حیات طیبہ پر ایک ضخیم اور قیمتی دستاویز مسلمانان اہل سنت کے ہاتھوں میں پہنچا کر جماعت کی اہم ضرورت پوری کردی ہے......... بلکہ مجاہد ملت کی حیات طیبہ پر لکھنے والوں کے لیے ایک علمی اور تاریخی مآخذ مہیا کردیا ہے۔

مالک قدیر اس نمبر کو قبولیت عام کا اعزاز مرحمت فرمائے اور حضور مجاہد ملت کے نقوش قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

Marfat.com

دربار کی موجودہ حالت

دربار کی موجودہ عمارت ایک خوبصورت روضہ مبارک کے سبز گنبد' ایک مسجد اور چند دالانوں پر مشتمل ہے۔ پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی بنیادوں پر ایک مسجد کی تعمیر شروع ہوئی جس کا آغاز حاجی امجد اور دوسرے اراکین نے ذاتی دلچسپی لے کر کیا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسجد کا کام 90 فیصد مکمل ہوا ہے اور بقایا جاری ہے۔ مسجد کے صحن میں تین راستوں سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ایک راستہ شمالی جانب لوہے کے بڑے دروازے سے بنا ہوا ہے اور ساتھ ہی اوپر منزل کی جانب سیڑھی ہے۔ ایک دروازہ جانب مشرق ہے اور پھر مین دروازہ ہے۔ ان میں کافی بڑے در ہیں۔ ان کے ساتھ ہی وضو کرنے کے لئے پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں ٹونٹیاں موجود ہیں جن کے ساتھ ہی سیڑھیاں اوپر جاتی ہیں۔ صحن کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور دیواروں پر بھی سنگ مرمر موجود ہے۔ دربار کے اندرونی حصے کا صحن اب پہلے کی نسبت زیادہ بڑا اور کشادہ ہے اور نمازی اب زیادہ تعداد میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ گنبد کے شمال رویہ عورتوں کے لئے ایک دالان ہے جس کے چار بڑے در ہیں۔ اس دالان کے درمیان میں گنبد تک ہر طرف دیوار ہے جس سے عورتوں کے لئے علیحدہ باپردہ جگہ کا انتظام ہے۔ اس دالان کے شمال رویہ باہر کی طرف عورتوں کے لئے آنے جانے کا دروازہ ہے اور ساتھ ہی عورتوں کے لئے جائے حاجت اور شفاخانہ ہے جس کی تعمیر میں طاہر ندیم بٹ نے ذاتی دلچسپی لے کر کام کروایا۔ اس کے علاوہ شمال رویہ باہر کی طرف مسجد کے شمال رویہ متصلہ ایک حجرہ ہے جو امام صاحب کی خلوت کے لئے مقرر ہے۔ وہاں بیٹھ کر امام صاحب دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی

Marfat.com

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

لنگر خانہ موجود ہے۔ روضہ مبارک کے گنبد کے غرب رویہ زائرین بیٹھ کر زیادہ تر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی لوہے کی الماریاں بمع طاق و تختہ ہیں۔ دربار کے صحن کے عین درمیان حضرت میراں حسین زنجانی کے روضہ مبارک کا گنبد ہے۔ جو آٹھ محرابی دروں پر بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے سے دو فٹ اونچا حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ ہے جس پر عام طور پر خوبصورت سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ روضہ مبارک کا گنبد جو اب مسجد کی چھت بننے کے بعد نیچے سے نظر نہیں آسکتا لیکن فضا سے نظر آتا ہے یا پھر چھت پر سے نظر آتا ہے۔

ہر سال 12 ربیع الاول کو دربار کی کمیٹی غسل مبارک کا اہتمام کرتی ہے اور سادات زنجانیہ کی طرف سے صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی اور پیر سید علی رضا زنجانی 19 شعبان کو غسل مبارک کا اہتمام کرتے ہیں جس میں نعت خواں حضرت اور علماء کی بھرپور شرکت ہوتی ہے۔ 19 شعبان آپ سرکار کے دنیا سے وصال کرنے کا دن ہے۔

گنبد مبارک کے ہر محرابی در پر ایک کتبہ نما جگہ ہے جس پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں روضہ مبارک کے نزدیک تین سرخ پتھروں کی قبریں اور تین سنگ مرمر کی قبریں موجود ہیں جو سابقہ سجادہ نشین حضرات کی ہیں۔ سرخ پتھر کی قبروں میں سے پہلی قبر سجادہ نشین پیر سید احمد شاہ زنجانی پیر طریقت رہبر شریعت کی ہے اور دوسری ان کے دو بیٹوں حضرت پیر سید شفقت علی شاہ زنجانی سجادہ نشین اور حضرت پیر سید مدد علی شاہ زنجانی کی قبریں ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت پیر سید سردار علی شاہ زنجانی کے علاوہ دو خواتین سادات کی قبریں ہیں۔ ان سجادہ نشین حضرات ہی کی بدولت گنبد کی تعمیر ہوئی اور مسجد کی بنیاد اور آغاز ہوا۔ پیر سید شفقت علی شاہ زنجانی نے امامت کے فرائض انجام دیئے تھے۔

اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے نشان ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ سرخ پتھر کی

Marfat.com

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے
نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت
اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں
مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔
اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز
اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ
آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

قبروں کی تعمیر کو تقریباً ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان قبروں کی چار دیواری پہلے لوہے کی جالی تھی اب اس کی جگہ سنگ مرمر کی چار دیواری بندہ ناچیز سید افضال حسین زنجانی نے بنوائی ہے۔

اس کے علاوہ مشرق کی جانب چار قبریں زمین کے ساتھ وابستہ ہیں جن میں ایک قبر سجادہ نشین حضرت سید محمد علی شاہ زنجانی کی ہے۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی چلہ گاہ ہے۔ اس جگہ آپ سرکار نے اعتکاف کیا اور آپ کی اس جائے اعتکاف کو چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جو مزار مبارک کے پائنتی جانب مرجع خلائق ہے اس کا دروازہ جنوب رویہ دالان میں ہے۔ اس کو پہلے سے بہتر طور پر جناب حاجی امجد مصری شاہ نے اپنی ذاتی کاوش سے مکمل سنگ مرمر سے تعمیر کروایا ہے اور یہ اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ شان و شوکت سے چمک رہا ہے۔ حاجی امجد مصری شاہ ہمیشہ درباری معاملات میں ذاتی دلچسپی لیتے ہیں اور عرس کے موقع پر اپنے گھر سے چادر سہرا بڑی دھوم دھام سے لے کر آتے ہیں جس کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

Marfat.com

اھل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

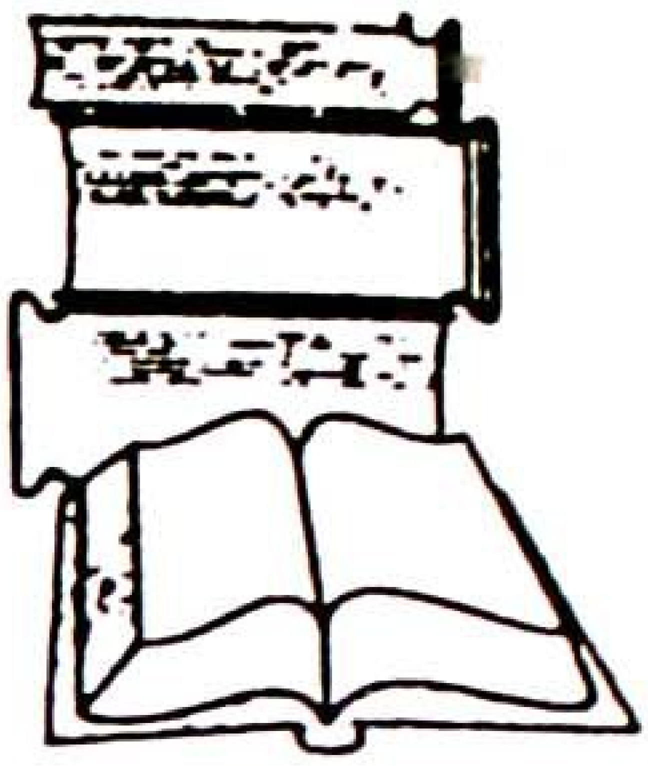

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ھی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

عرس مبارک

عرس کی ابتدا کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ عرس کی ابتدا کب ہوئی اور کس نے کی؟ لیکن اتنا ضرور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ صدیوں سے آپ کا عرس منایا جا رہا ہے۔ تاریخ کی معتبر اور پرانی کتابوں میں آپ کے عرس کا حوالہ ضرور ملتا ہے۔ تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور از کنہیا لال میں لکھا ہے کہ سکھوں کے زمانے میں آپ کے مزار پر بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔

سجادہ نشین پیر سید احمد شاہ زنجانی اور پیر سید مدد علی شاہ زنجانی کے عہد سجادہ نشینی میں بھی عرس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا رہا ہے۔

سجادہ نشین سردار علی شاہ 1924ء میں سجادہ نشین مقرر ہوئے اور دربار پر اوقاف کا قبضہ ہونے تک وہ عرس کرواتے رہے۔ اس عرصہ کے دوران تقریباً پندرہ سال ان کے چچا سید شفقت علی شاہ بھی ایک عرس کرواتے رہے۔ اس طرح سال میں دو عرس ہوا کرتے تھے لیکن 1960ء سے اوقاف کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

پہلے عرس کے واسطے ہفتے اور اتوار کا دن مقرر کیا جاتا تھا لیکن اب جمعرات اور جمعہ کے دن عرس ہوتا ہے۔ مقررہ دن سے کئی روز پہلے ہی دربار کے ارد گرد مختلف انواع کی دکانیں لگنا شروع ہو جاتی ہیں اور عرس کے دنوں میں تو دربار کے ارد گرد سڑکوں اور گلیوں میں بہت زیادہ رونق ہو جاتی ہے۔

جمعرات کو دو بجے شب عقیدت مند اور شرفاء لاہور مزار اقدس کو غسل دینے کی غرض سے اکٹھے ہوتے ہیں۔ جب خدام اور سجادہ نشین حضرات غسل دینے میں مصروف ہوتے ہیں تو دیگر حضرات آستانہ عالیہ کے سامنے کھڑے ہو کر کلمہ

Marfat.com

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف"

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:۔ 7220479 -042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010

042-7247350-7225085

021-221201-2630411

Marfat.com

طیبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ غسل کے فوراً بعد سہرا روضہ مبارک کے صدر دروازے کے اوپر لٹکا دیا جاتا ہے جو سال بھر لٹکا رہتا ہے۔

صبح کی نماز کے بعد امام صاحب کی زیر نگرانی قرآن پاک کا ختم ہوتا ہے۔ جمعرات کے روز باہر میدانی احاطے میں محفل سماع کے لئے سائبان وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔ شام کے وقت دربار کے اندر چراغ دان میں چراغ جلائے جاتے ہیں۔ گنبد کے اندر رنگین بلبوں سے روشنی کی جاتی ہے اور دربار بقعہ نور بن جاتا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد میدانی علاقے میں محفل سماع شروع ہوتی ہے جو رات کے آخری پہر تک جاری رہتی ہے۔ اس محفل کا ہجوم' جوش و خروش اور ایمانی فضا دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ محفل سماع میں قوال عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں۔ سینکڑوں طالبان حقیقت اور گدایان عشق اپنا کاسہ گدائی بھرتے اور تشنگی بجھاتے ہیں۔

دربار کے اندر صحن اور دالانوں میں نعت خوانی کی محفل ہوتی ہے جس میں لاہور کے معزز اور صاحب شہرت نعت خواں حضرات اپنا کلام سناتے ہیں۔ صاحب ذوق حضرات بڑے ذوق و شوق سے نعتیہ کلام سنتے ہیں۔ آخر میں ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تبرک تقسیم کیا جاتا ہے جس میں عام طور پر حلوہ اور نان ہوتا ہے۔

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو سابقہ سجادہ نشین حسب سابق اب بھی عزیز و اقارب اور معتقدین کے ہمراہ ایک سبز رنگ کا جھنڈا لے کر اپنے گھر سے ایک جلوس کی شکل میں روانہ ہوتے ہیں۔ اس جلوس میں قوال اور بینڈ بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ جلوس چاہ میراں کے بازار سے ہوتا ہوا کھوئی پر حاضر ہوتا ہے۔ راستے میں عقیدت مند سجادہ نشین کے سر پر دستاریں باندھتے ہیں۔ کھوئی پر حاضری دینے کے بعد جلوس دربار کی طرف آتا ہے اور دربار کے صدر

Marfat.com

Marfat.com

دروازے پر ختم ہو جاتا ہے۔ سجادہ نشین صاحب دربار کے اندر داخل ہوتے ہیں اور آستانہ عالیہ کے دروازہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں جہاں پر امام صاحب سجادہ نشین صاحب کی لائی ہوئی شیرینی پر ختم شریف پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ آخر میں سجادہ نشین صاحب مزار اقدس پر سبز رنگ کا غلاف چڑھا کر دعا مانگ کر واپس چلے جاتے ہیں۔

جمعہ کے روز صبح سے ظہر تک بڑے دالان میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی شان میں مشاعرہ ہوتا تھا جس میں بلند پایہ شعراء کرام اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ مشاعرہ کے بعد نعت خوانی کا ختم شریف ہوتا تھا مگر اب عموما محفل نعت ہی ہوتی ہے اور ختم شریف کے بعد عام لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جس میں عام طور پر دال اور نان ہوتا ہے۔ لنگر شام تک تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ دربار کے باہر میدانی احاطے میں شام کو عرس کی تقریبات ختم ہو جاتی ہیں۔

ہر سال سینکڑوں فقراء' درویش اور ملنگ میدانی احاطے میں گروہ در گروہ ڈیرہ لگا کر دربار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اس کے علاوہ بہت سے پیر اپنے مریدوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے ہیں اور روحانی طور پر فیض یاب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سجادہ نشین

حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد

درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانی واقع چاہ میراں لاہور اور مزار حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان واقع بیرون میو ہسپتال لاہور کے سجادہ نشین حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سید یعقوب زنجانی کا مزار چونکہ شروع سے لاہور شہر کی آبادی کے قریب واقع تھا اس لئے حضرت کی اولاد عرصہ دراز تک چوک متی شاہ عالمی میں آباد رہی لیکن جب آپ کے مزار کے گرد آبادی ہو گئی تو آپ کی اولاد بھی آپ کے مزار کے متصل آباد ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے مزار کے اردگرد چونکہ صدیوں تک آبادی نہ ہوئی اس لئے حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد کے افراد یہاں آباد نہ ہو سکے لیکن جوں ہی یہاں آبادی ہوئی تو سید کرم علی شاہ کی اولاد یہاں آکر آباد ہو گئی۔ سید کرم علی شاہ حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے اور آپ کے مزار کے سجادہ نشین تھے۔ صاحب تحقیقات چشتی کے مطابق حضرت سید کرم علی شاہ زنجانی کے سجادگان کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

Marfat.com

سید محمد قاسم زنجانی

⇩

سید امیر علی زنجانی

⇩

سید اسماعیل زنجانی

⇩

سید امیر احمد زنجانی

⇩

سید ابوبکر زید عبدالجلیل حاجی الحرمین

⇩

سید منصور مکی عرف المعروف میراں سید محمد زنجانی

⇩

سید تاج الدین زنجانی

⇩

سید سید محمد زنجانی

⇩

سید کمال الدین المعروف ابوالصراج زنجانی

⇩

سید عبدالواحد زنجانی

⇩

سید سراج الدین زنجانی

⇩

سید مونگہ شاہ زنجانی

⇩

سید نصیر الدین زنجانی

Marfat.com

سید ابی شاہ زنجانی

↓

سید جلال الدین شاہ زنجانی

↓

سید شرف الدین زنجانی

↓

سید عطاء اللہ زنجانی

↓

سید رکن الدین زنجانی

↓

سید احمد شاہ زنجانی

↓

سید محمد زنجانی

↓

سید دادن شاہ زنجانی

↓

سید نور علی زنجانی

↓

سید خیر الدین زنجانی

↓

سید چھمبو شاہ اللہ زنجانی

↓

سید محمد حسین زنجانی

↓

سید نور حسین زنجانی

Marfat.com

سید قطب شاہ زنجانی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید کرم علی شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

سید احمد شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

سید اکبر شاہ زنجانی — سید محمد علی شاہ زنجانی — سید برکت علی شاہ زنجانی — سید شفقت علی شاہ زنجانی (سابقہ سجادہ نشین)

پیر سید سردار علی شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

پیر علی رضا زنجانی

سید اصغر علی شاہ زنجانی — سید ارشاد علی شاہ زنجانی

سید امانت علی شاہ زنجانی — سید ذوالفقار علی شاہ زنجانی — سید اقبال علی شاہ زنجانی

سید ریاض علی شاہ زنجانی

سید اقبال حسین زنجانی — سید سخاوت علی شاہ زنجانی — سید شبیر حسین زنجانی

سید لیاقت علی شاہ زنجانی — سید افضال حسین زنجانی — سید تنسیر اصغر شاہ زنجانی

سید کاشف اقبال زنجانی — سید ہادی میراں حسین زنجانی — سید ذیشان افضال زنجانی

سید شہریار شاہ زنجانی

سید علی تصدق شاہ زنجانی — سید مدثر شاہ زنجانی

سید مصدق شاہ زنجانی

Marfat.com

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

آپ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے حقیقی بھائی اور عمر میں حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ سے بڑے تھے۔ 356ھ میں حضرت علی محمود کے گھر پیدا ہوئے۔ دوسرے بھائیوں کی طرح ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر زنجان کے امام مسجد سے عربی اور فارسی کی تکمیل کی۔ آپ کے والد بہت بڑے عالم اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم اور تربیت اخلاق پر بہ نفس نفیس توجہ فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق 20 سال کی عمر میں آپ نے فقہ' حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کرلی۔

آپ نے علوم باطنی سے بہرہ ور ہونے کے لئے اپنے والد محترم کے دست مبارک پر ہی بیعت کی جو زنجان میں اپنے زمانے کے جید عالم اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل پیر طریقت تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے ہمراہ لاہور کا سفر اختیار کیا جس کا مفصل ذکر حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے سفر میں کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا آپ کی آمد کا سن بھی وہی ہے وہ حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی آمد کا ہے یعنی 387ھ بمطابق 997ء۔ زنجان سے لاہور تک کا سفر ایک طویل تبلیغی سفر تھا اور پھر اس زمانے کا سفر جب کے سفر کے خاطر خواہ انتظامات بھی نہ تھے۔ راستے دشوار گزار تھے اور راستے میں آپ کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے تمام تکالیف رضائے الٰہی کی

Marfat.com

خاطر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ اس سفر سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے کر لاہور آئے۔

آپ کی آمد کے بارے میں تاریخی اختلاف

تذکرہ نگار آپ کی آمد کے سن کے بارے میں متفق نہیں۔ سفینہ اولیاء میں داراشکوہ نے لکھا ہے کہ 557ھ میں حضرت صدر دیوان زنجانی کہ اصلی نام ان کا سید یعقوب زنجانی تھا' شیخ المشائخ حضرت سید حسین زنجانی' سید اسحق زنجانی اور امام علی الحق کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور مولفہ کنہیا لال میں لکھا ہے کہ 535ھ میں بعہد سلطان بہرام شاہ غزنوی شیخ المشائخ حضرت شاہ حسین زنجانی سید اسحق زنجانی کے ہمراہ تشریف لائے۔ عجیب بات ہے کہ دونوں مصنفین نے شاہ حسین زنجانی کی وفات 431ھ لکھ دی ہے بلکہ ہسٹری آف لاہور کے مصنف سید محمد لطیف اور محمد الدین فوق نے بھی سوانح داتا گنج بخش میں حضرت شاہ حسین زنجانی کی تاریخ وفات 431ھ لکھی ہے لیکن تذکرہ حضرت صدر دیوان میں دونوں مصنفین کا یہ بھی تسلیم کرنا ہے کہ حضرت شاہ حسین زنجانی 431ھ میں وفات پا گئے اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ 535ھ بعہد بہرام شاہ لاہور تشریف لائے' کس طرح درست ہو سکتا ہے بلکہ تحقیقات چشتی کے مصنف نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان ہر سہ زنجانی بزرگوں کے ساتھ حضرت امام علی الحق بھی جن کا مزار سیالکوٹ میں ہے اور جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے' تشریف لائے۔ لیکن جب ان کی تاریخ بیان کی جائے تو یہ واقعہ بھی سرتاپا غلط نظر آتا ہے اس لئے سیالکوٹ کی تاریخوں میں امام علی الحق کی آمد کا ذکر سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں بیان کیا گیا ہے۔ سلطان فیروز 50 سال کی عمر میں 752ھ میں دہلی کا بادشاہ بنا اور 789 میں عالم پیری کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنے فرزند کو سلطنت سونپ دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بیان

Marfat.com

سراسر غلط ہے کہ حضرت امام علی الحقؒ ان تینوں زنجانی بھائیوں کے ساتھ تشریف لائے کیونکہ امام علی الحق اور تذکرہ بزرگان زنجان کے زمانوں میں ساڑھے تین سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ لاہور میں تشریف لانے کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت میراں حسین کی رائے کے مطابق لاہور کے جنوبی علاقے میں سکونت اختیار کی۔ یہ وہی علاقہ ہے جو بعد میں شاہ عالمی کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ چونکہ عیال دار تھے اور آپ کی بیوی آپ کے ہمراہ آئی تھی اس لئے رہائش کے لئے ٹھکانا بنانا ضروری تھا۔ آپ نے شروع میں محنت مزدوری کو ذریعہ معاش بنایا۔ محنت کا جو کام مل جاتا کر لیتے۔ لہٰذا کچھ عرصے کے بعد آپ کا رہنا سہنا درست ہو گیا۔ آپ صاحب شرع بزرگ تھے اور ظاہری شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ آپ کا ہر فعل سنت کے مطابق تھا۔ محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ آپ نے ذکر د فکر بھی جاری رکھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے عمل سے لوگوں کے دل میں مقام پیدا کیا۔ آپ لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اس لئے لوگ آپ کے اخلاق صالح کے گرویدہ تھے۔

آپ کی بزرگی کا چرچا یوں ہوا کہ ایک دفعہ چند مصائب زدہ ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت بارگاہ الٰہی میں ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ ہماری مشکلات آسان ہو جائیں۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا الٰہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سائلان کی مدد فرما۔ لوگ دعا کروانے کے بعد واپس چلے گئے۔ دوسرے ہی روز ان سب کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ چنانچہ وہ نذر و نیاز لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ سے آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا۔ بعدازاں بہت سی کرامات اور اخلاق و عادات کے اظہار سے لاہور کے علماء و شرفاء بھی آپ کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہو گئے۔ آپ نہایت وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جو بھی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس سے

Marfat.com

بڑی خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اس کے حال پر شفقت فرماتے کہ اسے سو فی صد یقین ہو جاتا کہ آپ صرف میرے حال پر ہی کرم فرماتے ہیں۔

بے شمار لوگ روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے روحانی فیض و برکت کی بدولت اسلام کی روشنی سے پانے قلوب کو منور کرتے۔ چنانچہ اس شمع معرفت کی کرنوں کی روشنی اور چمک سے لاہور کی ظلمت کفر و شرک ختم ہونا شروع ہو گئی۔

آپ کے فیوض برکات سے نہ صرف کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے بلکہ پنجاب کا فرماں روا بھی آپ سے فیض یاب ہو کر آپ کا معتقد ہوا۔ آپ کے زمانہ میں غزنوی حکومت کی طرف سے یاہلم لاہور کے صوبے کا گورنر تھا۔ باہلم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ غزنوی خاندان کا رعب ہندوؤں پر چھا جائے۔ باہلم حضرت صدر دیوان زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتح کے لئے دعا کروائی تو آپ نے فرمایا جاؤ حملہ کرو خدا تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ جب باہلم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کیا تو فتح نصیب ہوئی۔ قبولیت دعا کا یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر وہ آپ کا مرید ہو گیا اور اپنی بہت سی زمین آپ کی نذر کی جس سے آپ کا خزانہ ظاہری دولت سے بھی پر ہو گیا۔ اس نے آپ کا وظیفہ بھی مقرر کیا جس سے آپ کی بقیہ زندگی معاشی اعتبار سے بہت اچھی گزری۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی 20 سال کی عمر میں ابو محمد کی بیٹی سے ہوئی جو آپ کے والد کے چچا سید عبداللہ اسحاق کے فرزند تھے۔ اس عفیفہ کا اسم نام زینب تھا جس کے بطن اطہر سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سید قاسم تھا۔ انہی سے لاہور میں سادات زنجانیہ کے سلسلے کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

وفات

آپ نے 640ھ میں وفات پائی اور آپ کی قیام گاہ میں ہی آپ کو دفن کیا گیا جو آج کل آپ کا مزار مبارک ہے۔ تحقیقات چشتی میں آپ کی وفات کا سن بحوالہ سفینۃ اولیاء 604 درج ہے پھر اسی سن کو حضرت میراں حسین زنجانی کی وفات کا سال بھی قرار دیا جاتا ہے جو غلط ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس سلسلے پر تحقیقات چشتی کے حوالے سے مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ پس 460ھ آپ کا سن وفات درست ہے۔ (ملفوظات قاسمیہ از سید محمد قاسم زنجانی بن سید یعقوب زنجانی المشہور حضرت شاہ صدر دیوان)

مزار مبارک

تحقیقات چشتی میں آپ کے مزار سے متعلقہ عمارات و قبور کا مفصل حال درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ غرب رویہ اس کے قصاب خانہ و مشرق رویہ تالاب رتن چند اور گردونواح تمام قبرستان ہے۔ سکھوں کے عہد عملداری میں اس مزار کے قبرستان کی حد بہت دور تک تھی۔ احاطہ مزار کی قبروں کے علاوہ داروغان مہاراجہ رنجیت سنگھ اور قضیان لاہور کے قبرستان بھی تھے۔ مزار کے مغرب کی جانب جو قصاب خانہ تھا اس کے ساتھ مزار سے متصلہ پہلوانوں کا اکھاڑہ تھا۔ قبر پر سنگ مرمر کا تعویذ تھا اور ایک طرف نشست گاہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی تھی۔ جو آج تک موجود ہے۔ جہاں انہوں نے اعتکاف کیا۔ غرب رویہ ایک مسجد پختہ عالیشان جس کے تین در محرابی کلاں ہیں۔ مشرقی جانب سبزی منڈی تھی۔

تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال نے اپنی تاریخ لاہور میں حضرت صاحب کے مزار کے حالات درج کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کا مزار چار دیواری کے اندر موجود ہے۔ آپ کا مزار ایک چبوترے پر ہے۔ چبوترے

Marfat.com

کے غرب رویہ پختہ عمارت ہے اور ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کی تین محرابیں مقطع ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں اور بھی عمارات ہیں۔ پہلے ہر جمعرات کو یہاں میلہ لگتا تھا۔ اب ہر سال 16 رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے لیکن اب کچھ چرچا نہیں کیونکہ دونوں طرف لالہ رتن چند کے تالاب اور ان کی سرائے نے مزار اور اس کی متعلقہ عمارتوں کو چھپا دیا ہے۔

محمد دین فوق اس مزار کا حال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ مزار کا احاطہ بہت تنگ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں مزار سے متعلقہ زمین متولیوں نے بیچ دی یا لوگ خود قابض ہو گئے۔ ذبح خانہ اور کشتی گیروں کے اکھاڑے بھی نابود ہو گئے ہیں۔ ذبح خانہ غالباً اس وقت یہاں سے ہٹایا گیا جب 1881ء میں میو ہسپتال اور میڈیکل کالج کی تعمیر شروع ہوئی۔ قبرستان بھی اس زمانے میں بند ہو چکا تھا۔ احاطہ مزار کی جو زمین دیوان رتن چند کی سرائے اور تالاب سے بچ گئی وہ یار لوگوں کے کام آئی۔ چنانچہ اب وہاں کئی مکان موجود ہیں۔ انہی میں خانقاہ کے متولی رہتے ہیں۔ کچھ زمین زنانہ ہسپتال والوں نے لے لی۔ سرائے رتن چند میں تو سبزی منڈی لگتی تھی۔ جب 1927ء میں لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوا تو ہندوؤں نے سبزی منڈی بیرون موچی گیٹ کا بائیکاٹ کر کے اس سرائے میں ایک ہندو سبزی منڈی قائم کی۔ چونکہ وہ ہنگامی جوش تھا اس لئے زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

شاہ صدر دیوان زنجانی کا مزار مبارک اب نظروں سے بالکل پوشیدہ ہے۔ لیڈی ایچی سن ہسپتال کے دروازے سے مشرقی جانب تھوڑے سے فاصلے پر ایک پریس میں چھوٹی سی تنگ گلی گزرتی ہے جو سیدھی خانقاہ شاہ صدر دیوان پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس راستے کی دائیں جانب سرائے رتن چند کی پشت اور بائیں جانب زنانہ ہسپتال کی طویل دیوار ہے۔

مزار مبارک دوگنی قد آدم بلند چاردیواری کے اندر ہے اور اس چاردیواری کا

Marfat.com

دروازہ شرق رویہ ہے۔ دربار کی حدود میں داخل ہوتے ہیں دائیں جانب وضو کے لئے جگہ ہے اور بائیں جانب ایک چبوترہ ہے اس کے ساتھ ہی خانقاہ میں داخل ہونے کے لئے صدر دروازہ ہے جو محرابی شکل کا ہے جس کے اوپر سنگ مرمر کی تختی پر یہ شعر کندہ ہے۔

السلام اے لاڈلے شاہ علی
رہنماؤں کے صدر دیوان ولی

محرابی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی بائیں جانب اعتکافیہ حجرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہے۔ اس سے ذرا آگے پختہ چاردیواری کے عین درمیان ایک بہت بڑے چبوترے پر شاہ دیوان زنجانی کا مزار مبارک ہے۔ یہ چبوترہ زمین سے تین فٹ بلند ہے اور اس پر دو فٹ اونچا ایک جنگلا لگا ہوا ہے۔ اس چبوترے کا جنگلا اور فرش خشتی ایک کشمیری نے 1940ء میں تعمیر کروایا تھا اس کا نام تاج الدین ولد فضل دین تھا۔ چبوترے کے جنگلے کا دروازہ جنوب رویہ ہے۔

چبوترے پر پانچ قبریں ہیں۔ تین قبروں کے بعد حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ مبارک ہے اور آپ کے مزار کے بعد اسی چبوترے پر ایک اور قبر ہے۔ آپ کی قبر دوسری قبروں سے ذرا بلند ہے۔ آپ کی قبر کے علاوہ دوسری چار قبروں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ایک قبر آپ کے صاحبزادے سید محمد قاسم' دو قبریں بھتیجوں کی اور ایک آپ کی بیوی زینب کی ہے۔ آپ کی قبر پر اکثر سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ چبوترہ کی شمالی جانب ایک چھوٹا سا چراغ دان بھی ہے۔

چبوترہ کے غرب رویہ ایک مسجد ہے سا کے تین محرابی دروازے ہیں۔ مسجد کے ساتھ جنوب کی طرف ایک اور چبوترے پر گیارہ قبریں ہیں جہاں پر ایک درخت "ون" اور ایک "نیم" کا ہے۔ ان قبروں میں سید کرم علی شاہ سجادہ

Marfat.com

نشین کی قبر بھی ہے۔ چار دیواری کے باہر خانقاہ کے صدر دروازے کے ساتھ ہی ایک کنواں اور بڑ کا درخت ہے۔

پیر سید کرم علی شاہ جو حضرت میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے۔' ان کے پانچ بیٹے تھے سید محمد شاہ زنجانی (اولاد وزیر علی' انور علی)۔ سید چراغ شاہ زنجانی' سید احمد شاہ زنجانی (اولاد اکبر علی' مدد علی' برکت علی' شفقت علی)' سید ولی شاہ زنجانی (اولاد محمد علی' احمد علی' شیر علی' حامد علی)' سید خیر شاہ زنجانی (اولاد حسین علی' تاج علی' شرف علی' عنایت علی)

عرس مبارک

ہر سال 15' 16 رجب کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے جس میں سجادہ نشین اپنے خاندان کے ہمراہ حاضر ہوتے ہیں اور غسل مبارک اور محفل نعت کا اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں بلند پایہ شعراء کرام اور نعت خوان حضرات اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ بعد میں ختم شریف کا اہتمام ہوتا ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جو شام تک تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال فقراء' درویش اور ملنگ گروہ در گروہ دربار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے سجادہ نشین اور پیر حضرات اپنے مریدوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے ہیں اور روحانیت حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت سید موسیٰ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت سید موسیٰ زنجانی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کا اصل نام موسیٰ تھا۔ آپ عمر میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی سے چھوٹے تھے۔

حضرت موسیٰ زنجانی 359ھ میں خاندان سادات زنجانیہ کے چشم و چراغ جناب سید محمود علی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کو بھی کچھ بنیادی تعلیم گھر پر دی اور کچھ تعلیم آپ نے امام مسجد سے حاصل کی۔ حضرت سید محمود علی بذات خود دینی علوم سے اچھی طرح بہرہ ور تھے بلکہ عالم و فاضل تھے اسی وجہ سے گھر کا ماحول دینی تھا۔ اس دینی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے بچپن ہی سے آپ کے رجحانات مذہبی تھے۔ اس کے علاوہ لڑکپن میں آپ کے ذہن پر صوفیانہ خیالات کا بھی اثر ہوا کیونکہ آپ کے والد ماجد ایک باعمل صاحب شریعت و طریقت صوفی تھے اور ان کی تربیت کی وجہ سے آپ کا رجحان بھی تصوف کی طرف تھا۔

جوانی کے عالم میں آپ نے والد ماجد کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ساتھ ہی نیک کام بھی کرتے اور عبادت بھی کرتے۔

جب حضرت سید میراں حسین کو خرقہ خلافت ملا اور آپ واپس اپنے گھر زنجان آئے تو اس وقت آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کرنا شروع کر دیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت

Marfat.com

بھی جنیدیہ تھا جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کا تھا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان کے ہمراہ ہندوستان کا تبلیغی سفر اختیار کیا اور زنجان سے لاہور تک طویل راستے میں سفر کی تمام صعوبتیں رضائے الٰہی سے برداشت کیں۔

لاہور میں آپ کی آمد کا سن بھی 387ھ ہے جو کہ حضرت سید میراں حسین کی آمد کا ہے۔ لاہور میں آنے کے بعد شروع شروع میں کچھ عرصہ آپ نے اپنے بھائی حضرت یعقوب زنجانی ساتھ ہی قیام کیا پھر آپ نے لاہور شہر کی شمال مشرقی جانب رہنا شروع کر دیا جہاں آج کل مستی دروازہ ہے۔

آپ کبھی کبھار حضرت سید میراں حسین زنجانی سے ملتے رہتے تھے اور ان سے باطنی رہنمائی حاصل کرتے رہتے تھے۔ پہلے پہل آپ نے عرصہ دراز تک اللہ کا ورد کیا اور پھر اللہ الصمد کا ورد کیا اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ پر مجذوبانہ کیفیات طاری ہو گئیں۔

شروع شروع میں آپ پر بہت گہری حالت جذب طاری ہوئی لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جذب کم ہوتا گیا لیکن آپ آخری دم تک مستانہ وار ہی رہے۔ حالت جذب میں آپ اکثر شہر میں پھرتے رہتے' جہاں دل چاہتا بیٹھ جاتے اور جب دل چاہتا اٹھ کے چل دیتے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ زیادہ تر بیٹھے ہی رہتے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ہندو آپ کا مذاق اڑاتے لیکن آپ بے پرواہ تھے کیونکہ اللہ کے فقیر ہمیشہ ہی دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ہندو عورت آپ کے پاس آئی جس کی لڑکی بہت زیادہ بیمار تھی۔ اس عورت نے بہت علاج کروایا لیکن شفایابی حاصل نہ ہوئی۔ جب اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ سائیں بابا دعا کریں کہ میری بیٹی

Marfat.com

تندرست ہو جائے تو آپ جہاں بیٹھے تھے وہاں سے تھوڑی سی خاک اٹھا کر لڑکی کو دی، وہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے محلہ داروں اور رشتہ داروں کو بتایا۔ رفتہ رفتہ عام لوگوں میں بھی اس کرامت کا چرچا ہونے لگا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ شہر کے باہر ایک فقیر بیٹھا رہتا ہے جس کی خاک پا میں تاثیر شفا ہے تو اکثر ہندو جو بیمار ہوتے، آپ کے پاس آتے اور جہاں پر آپ بیٹھے ہوتے وہاں سے خاک اٹھا کر لے جاتے اور شفا پاتے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ آپ پر جذب کا غلبہ ختم ہو گیا لیکن پھر بھی آپ اکثر اوقات حالت استغراق میں رہتے۔ جب یہ حالت ختم ہو جاتی تو آپ شہر جاتے، توحید کا پرچار کرتے اور لوگوں کو بتاتے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس پر اکثر ہندو آپ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

آخری چند سالوں میں لوگوں نے آپ کو بہت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے اس جگہ آ گئے جہاں آج کل آپ کا مزار مبارک ہے اور بقیہ زندگی وہیں گزار دی۔ آپ کبھی کبھی اپنے بھائی اور مرشد حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

آپ نے شادی نہیں کی اور تمام عمر عبادت الٰہی اور تبلیغ دین میں گزار دی۔ آپ نے 81 سال کی عمر پا کر 440ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی رسومات آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانی نے ادا کیں۔

آپؒ کا مزار مبارک لاہور ریلوے سٹیشن سے شمال مشرقی جانب مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ جس علاقے میں آپ کا مزار مبارک واقع ہے اس آبادی کا نام پہلے بھارت نگر تھا لیکن اب اس کا نام تبدیل کر کے پاک نگر رکھ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

آپ کا روضہ مبارک ایک اونچی جگہ پر سڑک کے کنارے واقع ہے۔ آپ کا مزار مبارک ایک فٹ اونچے چبوترے پر ہے۔ مرقد مبارک کے اوپر سیمنٹ کی ایک چھت ہے جو چار ستونوں پر کھڑی ہے۔ روضہ مبارک کے جنوبی رویہ ایک پیپل کا درخت ہے اور غرب رویہ روضہ مبارک کے ساتھ ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا صحن کھلا ہے۔

بدست غسل چیئرمین دربار کمیٹی حاجی محمد امجد ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد

درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانی واقع چاہ میراں اور مزار حضرت یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان واقع بیرون میو ہسپتال لاہور کے سجادہ نشین حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت یعقوب زنجانی کا مزار چونکہ شروع سے لاہور کی آبادی کے قریب واقع تھا اس لئے حضرت کی اولاد عرصہ دراز تک چوک متی شاہ عالمی میں آباد رہی لیکن جب آپ کے مزار کے گرد آبادی ہو گئی تو آپ کی اولاد بھی آپ کے مزار سے متصل آباد ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے مزار کے اردگرد چونکہ صدیوں تک آبادی نہ ہوئی اس لئے حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد کے افراد یہاں آباد نہ ہوئے لیکن جوں ہی یہاں آبادی ہوئی تو سید کرم علی شاہ کی اولاد یہاں آ کر آباد ہو گئی۔ سید کرم علی شاہ یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے اور آپ مزار کے سجادہ نشین تھے۔ صاحب تحقیقات چشتی کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی کے سجادگان کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

سید محمد قاسم زنجانی

سید امیر علی زنجانی

سید اسماعیل زنجانی

سید امیر احمد شاہ

سید ابوبکر زید عبدالجلیل حاجی الحرمین

سید منصور مکی عرف میراں سید محمد زنجانی

سید تاج الدین زنجانی

Marfat.com

سید سید محمد زنجانی

سید کمال الدین عرف ابو الصراج زنجانی

سید عبد الواحد زنجانی

سید سراج الدین زنجانی

سید مونگہ شاہ زنجانی

سید نصیر الدین زنجانی

سید ابی شاہ زنجانی

سید جلال الدین زنجانی

سید شرف الدین زنجانی

سید عطاء اللہ زنجانی

سید رکن الدین زنجانی

سید احمد شاہ زنجانی

سید محمد شاہ زنجانی

سید دادن شاہ زنجانی

سید نور علی زنجانی

سید خیر الدین زنجانی

سید چھجو شاہ للہ زنجانی

سید محمد حسین زنجانی

سید نور حسین زنجانی

سید قطب شاہ زنجانی

پیر سید کرم علی شاہ زنجانی

حضرت میراں حسین زنجانی اور سید یعقوب زنجانی کے مزارات پر باقاعدہ سجادہ نشینی کا آغاز سید کرم علی شاہ زنجانی سے 1870ء کے لگ بھگ میں ہوا جبکہ وہ

Marfat.com

اندرون شاہ عالمی دروازہ ڈوگراں والی گلی بالمقابل مرزا حضرت یعقوب زنجانی میں رہائش پذیر ہو گئے اور مشائخ زنجانی کے تمام مزارات پر عرس کی تقریبات اور دوسرے انتظامی امور سنبھال لئے۔ جب اولاد جوان ہوئی تو سید احمد شاہ کو چاہ میراں منتقل کر دیا۔ حضرت یعقوب زنجانی المشہور شاہ صدر دیوان کے مزار کی سجادہ نشینی سید کرم علی شاہ کے دوسرے دو بیٹوں ولی شاہ اور خیر شاہ زنجانی کی اولاد کے حصہ میں آئی۔ سید کرم علی شاہ زنجانی اپنی دانش مندی اور فہم و فراست کی وجہ سے لاہور کے کئی دوسرے مزاروں کے سجادہ نشینوں میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے اور وہ اکثر اپنے تنازعات میں سید کرم علی شاہ زنجانی کے ورود لاہور سے پہلے کم و بیش دو سو سال تک مزارات حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی پر ہر سال عرس کی تقاریب بزرگان سادات زنجانی از فتح ریحان، نتھو کوٹ، بھڑتھ و تیلج بڑے اہتمام سے منعقد کراتے رہے ہیں مگر انہوں نے باقاعدہ سجادہ نشینی اختیار نہ کی بلکہ ان کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس خانوادے کے یکے بعد دیگرے کئی جید علماء و مشائخ مشہور خلائق ہیں۔ اس علمی و روحانی گھرانہ کو شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالم گیر اور عہد محمد شاہی میں روحانی مقام حاصل ہوا۔

سید کرم علی شاہ زنجانی کے بیٹے سید احمد شاہ زنجانی کے چار بیٹے سید اکبر شاہ زنجانی، سید مدد علی شاہ زنجانی، سید برکت علی شاہ زنجانی، شفقت علی شاہ زنجانی (سابقہ سجادہ نشین)

سید مدد علی شاہ کے صاحبزادے پیر سید سردار علی شاہ تھے جو سابقہ سجادہ نشین تھے۔ ان کے بیٹے پیر سید سید علی رضا زنجانی ہیں اور سید شفقت شاہ زنجانی کے بڑے صاحبزادے پیر سید اصغر علی شاہ صاحب ہیں۔ انہیں اور ان کے بھائیوں کو سابقہ سجادہ نشین ہی کہا جاتا ہے۔ سید افضال حسین شاہ زنجانی پیر سید اصغر علی

Marfat.com

شاہ کے منجھلے بیٹے ہیں۔ پیر سید علی رضا زنجانی اور سید افضال حسین زنجانی دربار عالیہ کے معاملات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

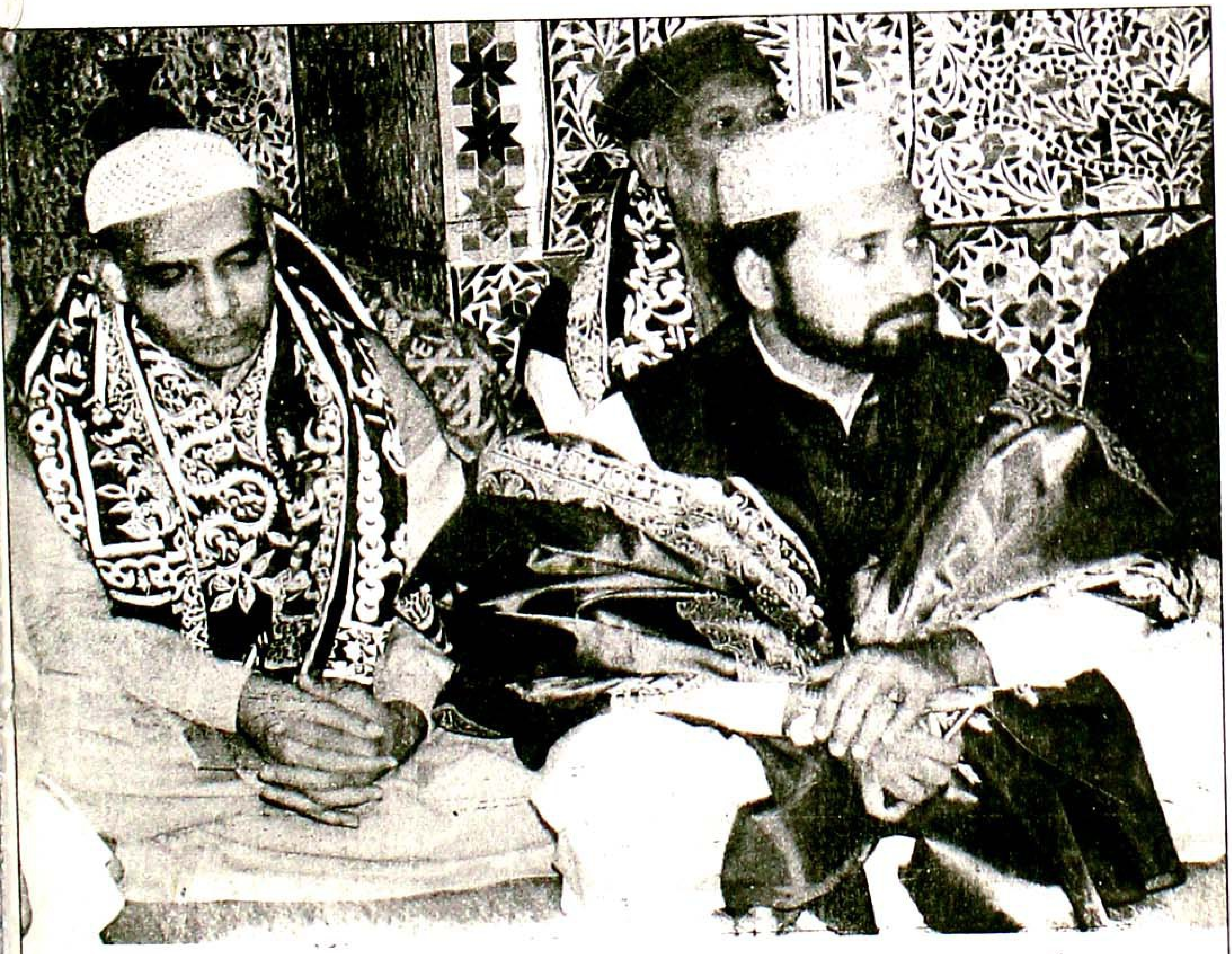

سیکرٹری ڈاکٹر احمد کمال (پنجاب) ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

سید منصور مکی المشہور میراں سید محمد زنجانی کالووالی ضلع سیالکوٹ

سید منصور مکی سید ابوبکر زید عبدالجلیل کے بیٹے تھے۔ آپ کا پیدائشی نام سید منصور مکی تھا لیکن میراں سید محمد زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور لاہور میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ ریاضت و عبادت اور مجاہدات میں گزارا۔ چنانچہ آپ میں وہ تمام فضائل و خصائل پیدا ہو گئے جو ایک عارف کامل میں ہوتے ہیں۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

تبلیغ دین کی خاطر آپ 604ھ میں لاہور کو چھوڑ کر قلعہ سوبھا سنگھ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور موضع کالووالی میں قیام فرمایا۔ وہاں سے آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس زمانے میں اس علاقے میں روپا اور کالو رام نامی دو ہندو بھائی تھے جو راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے علاقے کے امیر ترین زمیندار اور کئی مربع اراضی کے مالک تھے۔ کالووالی اور اس موضع کی متعلقہ اراضی کو نالہ ڈیک ہر سال بہت نقصان پہنچاتا تھا۔ فصل تباہ ہو جاتی تھی۔ اس نالہ ڈیک کی بربادی سے وہ لوگ بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بستی میں ایک درویش آئے ہیں تو وہ دونوں بھائی عالم امید و بیم میں حضرت میراں سید محمد زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت اس نالہ ڈیک کی تباہی سے نجات دلائیں۔ آپ نے پانی کے کنارے

Marfat.com

کھڑے ہو کر دعا کی اور روایت کے مطابق یہ علاقہ سال بہ سال تباہی و بربادی سے نجات پا گیا۔ چنانچہ وہ ہندو آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور بہت سی اراضی آپ کی نذر کی جو آج تک وہاں کے سجادہ نشینوں کے قبضے میں ہے۔

اس واقعے سے اس علاقے میں آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا اور جب کبھی گاؤں کے کسی آدمی کو مشکل پیش آتی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اللہ کے فضل سے اپنی مراد پاتا بلکہ بعض اوقات دور دراز کے علاقے سے بھی لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی صحبت میں بیٹھ کر نہ صرف مرادیں پاتے بلکہ آپ کے فیض صحبت سے ان میں ایک روحانی تغیر بھی پیدا ہو جاتا۔ اس طرح آپ کے ذریعے بہت سے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے دور کے نہایت اعلیٰ مبلغ تھے۔ جس مقام پر آپ نے قیام فرمایا وہاں ہی آج کل آپ کا روضہ مبارک ہے جو اب بھی مرجع خلائق ہے۔

ہر سال ہاڑھ کے مہینے میں آپ کے مزار مبارک پر ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

Marfat.com

پیر طریقت سید کرم علی شاہ زنجانی

سید کرم علی شاہ سے حضرت میراں حسین زنجانی کی سجادہ نشینی کے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ کے حالات درج ذیل ہیں۔

سید کرم علی شاہ قطب شاہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک زاہد و عابد روحانی بزرگ تھے۔ وہ اپنے زمانے میں لاہور کے بہت بڑے صاحب کشف و کمال بزرگوں میں سے تھے۔ ان کے رہنے سہنے کا انداز بہت سادہ تھا اس لئے سید کرم علی شاہ کی پرورش بھی بڑے سادہ ماحول میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے سید خاندان کے دستور کے مطابق اپنے بیٹے کو خود ہی قرآن پڑھایا اور پھر عربی کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس کے بعد بیس سال کی عمر تک امام مسجد سے تفسیر اور حدیث پڑھی پھر اپنے والد کے زیر سایہ ہی زہد و تصوف کی منازل کو طے کرنا شروع کر دیا۔ تزکیہ نفس کے لئے کئی چلے کاٹے۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ مند ہونے کے بعد پیر طریقت بنے۔

آپ نے اپنے والد کے ہاتھ پر ہی بیعت کی تھی۔ جب آپ کے والد نے اپنے بیٹے میں روحانی اوصاف دیکھے تو انہوں نے اپنے مرید کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور مریدوں سے بیعت لینے کی اجازت دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ والد بزرگوار کی وفات کا قلب پر گہرا اثر ہوا اور کچھ دنوں تک آپ افسردہ رہے لیکن جلد ہی آپ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے روحانیت میں اپنے والد محترم کے علاوہ کئی دوسرے بزرگوں سے بھی فیض

Marfat.com

حاصل کیا۔

آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ ہمیشہ اپنے مریدوں اور دوسرے ملنے جلنے والوں کو راہ حق کی ہدایت کرتے۔ نماز کی پابندی کے متعلق تاکید فرماتے۔ ہمیشہ دین دار لوگوں کی محفل میں اٹھتے بیٹھتے۔ فقراء مساکین کی خدمت کرنا آپ کا شعار تھا۔ ان کے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اکثر حاجت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔ آپ ہر جمعرات کو دربار حضرت صدر دیوان میں درس دیتے۔ اس کے بعد ختم شریف کرواتے اور لوگوں میں تبرک تقسیم کیا کرتے۔ مہینے میں ایک مرتبہ دربار حضرت میراں حسین میں بھی ختم شریف کرواتے تھے۔

آپ نے 60 سال کی عمر میں وفات پائی اور درگاہ حضرت یعقوب زنجانی میں دفن کیے گئے۔

پیر سید علی آزاد شاہ زنجانی، پیر سید شفقت علی شاہ گیلانی پیر خلیل احمد سید افضل حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

پیر سید احمد شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ پیر سید کرم علی شاہ کے فرزند ثانی تھے۔ کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر اپنے والد گرامی اور والدہ ماجدہ ہی سے حاصل کی۔ آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی اس کا اثر تھا کہ بچپن ہی سے آپ کے دل میں یاد الٰہی کے جذبات پیدا ہوئے اور تمنا ظاہر کی کہ بڑا ہو کر دین اسلام کی خدمت کروں گا۔ بچپن ہی سے نہایت متین اور سنجیدہ تھے۔ جوانی میں لاہور کے مختلف مدرسوں میں قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث پڑھی۔ علاوہ ازیں علم شمسیات اور علم جعفر سے بھی واقفیت حاصل کی۔ پھر ریاضت اور نفس کشی میں مصروف ہو گئے۔ کہتے ہیں اس مقصد کے لئے آپ نے خاصا وقت ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں گزارا۔ اس طرح آپ نے سلوک کی وہ تمام منزلیں طے کر لیں جو ایک سالک کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

والد محترم کی وفات کے بعد آپ دربار سید میراں حسین کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور آخری عمر تک سجادگی کی خدمات سرانجام دیں۔ والد کے بعد ان کے مریدوں کے آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ آپ دور سجادہ نشینی میں دربار میراں حسین میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ عرس منایا کرتے تھے۔ آپ کو محفل سماع کا شوق تھا اور سالانہ عرس پر محفل سماع بڑے ذوق سے سنتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے دربار میراں حسین میں چھ مہینے کا اعتکاف کیا۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

آپ نے ایک سید لڑکی سے 45 سال کی عمر میں شادی کی جن سے چار بیٹے

Marfat.com

اکبر شاہ' مدد علی شاہ' برکت علی شاہ اور شفقت علی شاہ تولد ہوئے۔

آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور دربار حضرت سید میراں حسین زنجانی میں دفن کیئے گئے۔ گنبد کے نزدیک تین سرخ قبروں میں پہلی قبر آپ ہی کی ہے۔

سجادہ نشین ۔ پیر سید اصغر علی زنجانی ، سید امانت علی شاہ زنجانی پیر سید ریاض علی شاہ زنجانی پیر محمد اسلم زنجانی

Marfat.com

پیر سید مدد علی شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ سید احمد شاہ کے فرزند ثانی تھے۔ 1880ء میں کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور آٹھ سال کی عمر تک ناظرہ قرآن پاک پڑھا۔ ساتھ ساتھ تیرہ سال کی عمر تک مڈل تک دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی پھر لاہور کے مختلف مدرسوں میں قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث پڑھی۔

اٹھارہ سال کی عمر میں بطور کلرک سرکاری ملازمت اختیار کی اور تیس سال تک ملازمت کرتے رہے۔ اس کے بعد حکمت کا پیشہ اختیار کیا اور آخر دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو حکمت سے فطری لگاؤ تھا۔

آپ نے 25 سال کی عمر میں سید نوازش علی شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور کافی عرصہ ان کی خدمت کی۔ ان کے حکم کے مطابق بہت سے ورد و وظائف اور اعتکاف کئے۔ آپ نے درگاہ حضرت صدر دیوان میں تین چلے اور درگاہ حضرت میراں حسین زنجانی میں دو چلے کاٹے پھر مرشد سے خلافت حاصل ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد کوچہ ڈوگراں سے چاہ میراں آ گئے۔ یہاں آکر آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے مریدوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ اکثر اپنے ملنے جلنے والوں اور مریدوں کو نماز کی تاکید کرتے اور نیکی کی ہدایت کرتے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ دو بجے اٹھتے اور دربار میراں حسین میں آ جاتے اور اذان تک ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد فجر کی نماز ادا کرتے۔

Marfat.com

پھر ملازمت پر جاتے۔ عصر کی نماز کے بعد شام تک مریدوں سے ملتے اور دینی اصلاح کرتے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی بیس سال کی عمر میں کی۔ آپ کی پہلی بیوی دو سال کے بعد رحلت فرما گئیں پھر آپ نے دوسری شادی کی اور ان سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی۔

آپ نے کافی عرصہ دربار میراں حسین کی سجادگی کی خدمات سرانجام دیں۔ ہر سال دربار کی عمارت مرمت کرواتے اور سالانہ عرس بڑے تزک و احتشام سے منعقد کرواتے تھے۔ آپ نے آخری عمر میں مزار مبارک پر گنبد بنوانے کا ارادہ کیا لیکن بنیادیں رکھ کر ابھی تعمیر کا تھوڑا سا کام شروع ہوا تھا کہ 44 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے 1924ء میں رحلت فرما گئے۔

Marfat.com

پیر طریقت سید شفقت علی شاہ زنجانی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ سید احمد شاہ کے فرزند صغیر تھے۔ کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور میں 1885ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش بڑے ناز و نعمت میں ہوئی۔ والدین نے آپ کو دینی و دنیاوی تعلیم دلوانے کی بڑی کوشش کی لیکن آپ نے کوئی خاص توجہ نہ دی البتہ ابتدائی دینی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔

جوانی میں آپ نے لکڑی کے کام کا پیشہ اختیار کیا اور اس پیشے میں خاصی مہارت حاصل کر لی۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ فیصل آباد چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ بسر کیا۔ والد محترم کی وفات کے بعد آپ کو عاقبت کا احساس پیدا ہوا اور دین سے لگاؤ کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ چنانچہ اس وقت سے خواجہ حسن نظامی کے مرید ہو گئے۔ 1940ء میں فیصل آباد کو چھوڑ کر چاہ میراں لاہور آ گئے۔ اسی وقت سے آپ نے فیصلہ کر لیا کہ میں اپنی بقیہ زندگی دین اسلام کی خدمت میں صرف کروں گا۔ آپ نے نفس کشی کے لئے بہت زیادہ ریاضت و عبادت کی اور پیرو مرشد کی ہدایت کے مطابق درگاہ حضرت میراں حسین زنجانی میں کئی اعتکاف کئے جن کی بدولت آپ نے عملیات اور ورد و وظائف میں کامل عبور حاصل کرنے کے لئے آخر دم تک خلق خدا کی بے لوث خدمت کی۔

آپ نے بیس سال تک دربار میں تعمیری اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ دربار کی عمارت کی صدر ڈیوڑھی اور اس سے متعلقہ شمالاً" جنوباً" دو برآمدے تعمیر کرائے۔ علاوہ ازیں مزار مبارک کی وہ چوکھنڈی جس کو آپ کے بھائی سید مدد

Marfat.com

علی شاہ نے تعمیر کرانا شروع کیا تھا لیکن پایہ تکمیل تک پہنچنے سے قبل فوت ہو گئے' اس کام کو آپ نے مکمل کروایا اور چوکھنڈی میں جالیاں اور دروازہ لگوایا۔ بعد میں ایک معتقد شخص کو کہہ کر دربار کی اندرونی حدود میں فرش بھی لگوایا۔ آپ وقتاً فوقتاً دربار ہذا کی مرمت اور سفیدی بھی کروایا کرتے تھے۔

تبلیغی خدمات کے سلسلے میں آپ نے دربار میراں حسین میں چند ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے دربار میں باجماعت نماز پنجگانہ کا اجراء کیا اور کافی عرصہ تک خود بطور امام خدمت کی۔ آپ ہی کی کوشش سے دربار میں نماز عیدین اور نماز جمعہ کی ابتدا ہوئی۔ آپ بڑے فیاض اور سخی دل تھے۔ دربار میں اگر کوئی مسافر رات گزارتا تو آپ بڑے خلوص سے اس کو کھانا کھلاتے اور اس کی ہر سہولت کو مدنظر رکھتے۔

پندرہ سال تک آپ نے دلی عقیدت سے دربار ہذا میں بڑے تزک و احتشام سے عرس بھی کروایا جس میں خاموش صوفیانہ رسوم کے ذریعے سے تبلیغ دین اور خلق خدا کو فیض پہنچایا۔ آپ کو محفل سماع سننے کا شوق حد سے زیادہ تھا اور عرس مبارک کے موقع پر بڑے ذوق و شوق سے محفل سماع منعقد کروایا کرتے تھے۔ عمر کے آخری ایام میں سارا سارا دن دربار میں بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔

آپ نے 75 سال کی عمر میں 28 رمضان المبارک 1380ھ بمطابق 27 مارچ 1960ء کو وفات پائی اور درگاہ حضرت میراں حسین زنجانی میں دفن کیئے گئے۔ آپ کی قبر مبارک تین سرخ قبروں کے جنوبی رویہ غربی اور جنوبی دالان کے بیرونی کونے میں ہے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے آپ کے بیٹے سید اصغر علی شاہ زنجانی ہیں اور دوسری بیوی سے پانچ بیٹے سید امانت علی' سید ریاض علی' سید

Marfat.com

ذوالفقار علی، سید ارشاد علی اور سید اقبال علی پیدا ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بیٹے سید امانت علی شاہ زنجانی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عرس مبارک کا اہتمام کرواتے تھے اور دربار عالیہ کے حق میں محکمہ اوقاف میں کئی کیس لڑے اور اپنے آباؤاجداد کی قبروں کو مسمار نہیں ہونے دیا۔ ساری زندگی دربار کے معاملات میں گزار دی۔

ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی سید اصغر علی شاہ کے منجھلے بیٹے سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین، دربار عالیہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں اور ہر سال غسل مبارک اور محفل میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔

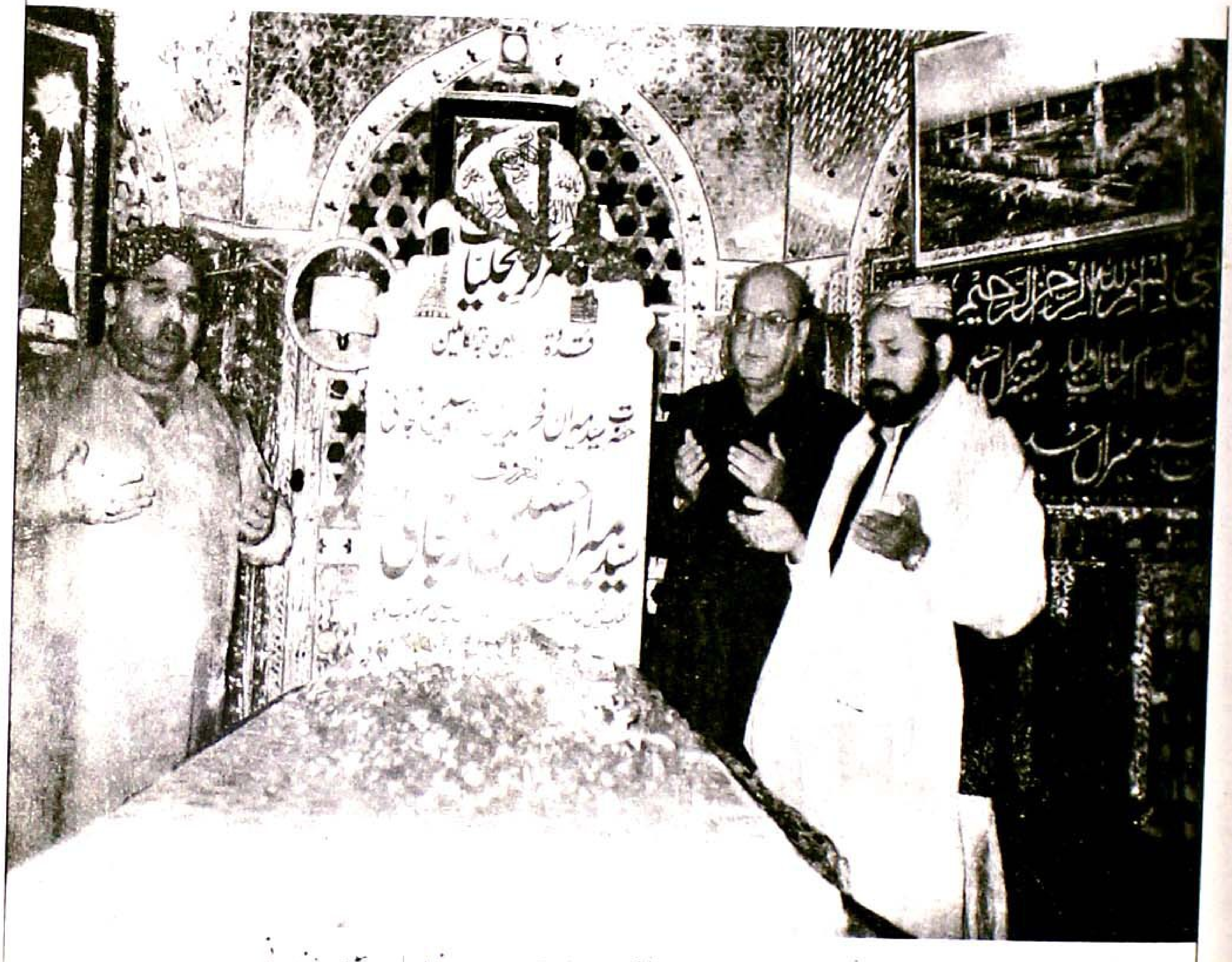

سید امانت علی شاہ زنجانی سجادہ نشین رہے سید عاصم بخاری ہمراہ سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

پیر سید سردار علی شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ سید مدد علی شاہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لاہور ہی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزر رہے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔ جوان ہو کر آپ نے طب کا پیشہ اختیار کیا اور چاہ میراں بازار میں طبابت کی دوکان بنالی اور عرصہ دراز تک اسی پیشہ پر گزراوقات کی۔ 1924ء کو والد ماجد کے انتقال پر چاہ میراں کے مکینوں نے آپ کو دربار حضرت میراں حسین زنجانی کا سجادہ نشین بنا دیا۔ محکمہ اوقاف کی تحویل سے قبل تک آپ نے سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دیے۔

طریقت میں آپ نے سید گل حسن شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی ہدایت کے مطابق ورد و وظائف پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے دور سجادگی میں عرس کی تقریبات خصوصی اہمیت کی حامل تھیں۔ آپ سالانہ عرس مبارک کا اہتمام بڑی محبت اور عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ زائرین کے خوردونوش کا بندوبست کرتے۔

آپ بڑے خلیق تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے بڑی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ نے حکمت کی دوکان چھوڑ دی اور گھر پر ہی شب و روز گزارتے۔

یکم اپریل 1981ء بروز بدھ بمطابق 1401ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ دربار میراں حسین زنجانی کے صحن میں اپنے والد ماجد کے پائنتی جانب دفن

Marfat.com

کیا گیا ہے۔ آپ کے بعد سید علی رضا کو آپ کا جانشین بنایا گیا ہے۔ سید علی رضا آپ کے فرزند ہیں۔

حاجی اعجاز (ایم پی اے)۔ حاجی امجد چیئرمین دربار کمیٹی۔ سید افضال حسین زنجانی سے تحفہ حاصل کر رہے ہیں

محفل نعت دربار شریف سید افضال حسین زنجانی قیصر امین بٹ (ایم پی اے)

Marfat.com

پیر حضرت سید احمد حسن شاہ زنجانی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ خاندان زنجانیہ کے اکابرین میں سے مشہور پیر طریقت اور یگانہ عالم دین تھے۔

آپ کے والد ماجد کا نام سید رفعت اللہ شاہ تھا جو اپنے دور کے عالم دین اور زاہد و عابد شخص تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ساجدہ بیگم تھا جن کا تعلق بھی سادات سے تھا۔ آپ کی پیدائش کوٹ نھو میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر آپ نے امرتسر میں مولوی عبدالرسول کی شاگردی اختیار کی اور ان سے عربی فارسی قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مولوی غلام مرتضٰی سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ عطا اللہ شاہ بخاری اور آپ ایک ہی استاد کے شاگرد رہے۔

آپ کے ایام جوانی میں آپ کے والدین کوٹ نھو سے خانو ہارنی شریف نزد کاہنا لاہور میں آ کر آباد ہو گئے۔ چونکہ اس دیہات میں سادات زنجانی کے عقیدت مند رہتے تھے اس لئے اس دیہات میں آپ کے خاندان کی خوب عزت اور حوصلہ افزائی ہوئی۔

آپ نے جوانی کے عالم میں خواجہ فاروق الحسن کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ خواجہ فاروق الحسن رام پور میں رہتے تھے اور اپنے زمانے میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جید مشائخ عظام میں سے تھے۔ بیعت کے بعد آپ نے انہی کی زیر نگرانی منازل سلوک طے کیں۔ آخر جب آپ کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

Marfat.com

حصول خلافت کے بعد آپ نے خانو ہارنی شریف میں علم و عرفان کی نشرواشاعت کا سلسلہ جاری کیا۔ گردونواح کے بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے اور خصوصاً حضور کریم ﷺ کی شان میں جب آپ وعظ فرماتے تو لوگوں پر سکتہ طاری ہو جاتا۔ بے شمار برے لوگ تائب ہو کر راہ ہدایت پا گئے۔ آپ اپنے مریدین کو نماز کی پابندی کی عموماً" تلقین کرتے رہتے تھے۔

آپ کو چونکہ حضرت علی احمد صابر سے ازحد عقیدت تھی اس لئے چالیس سال تک مسلسل آپ نے گاہے بگاہے آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ دہلی میں آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیاء کے سالانہ عرس کے موقع پر اکثر جایا کرتے تھے اور خاص کر اجمیر شریف بھی ہر سال جایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے بھی آپ ازحد عقیدت مند تھے۔

آپ بڑے سخی تھے۔ درود پاک اور کلمہ طیبہ کا عموماً" ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ محفل سماع بھی منعقد کروایا کرتے تھے۔ مولانا رومی اور مولانا جامی کے کلام کے شیدائی تھے۔ آپ یتیموں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تے۔ غرباء اور مساکین کی عموماً" مالی مدد کرتے رہتے تھے۔ آپ تہجد گزار تھے۔ صبح کی نماز کے بعد درود پاک اور دعائے حزر یمانی شریف کا ورد کیا کرتے تھے۔

آپ نے زندگی میں ایک شادی کی اور ان سے آپ کا ایک ہی بیٹا ہے جن کا نام پیر علی حسین زنجانی ہے جو پیر طریقت ہیں۔

آپ کا وصال 63 سال کی عمر میں بروز جمعہ 27 فروری 1948ء ہوا۔ آپ کو خانو ہارنی شریف میں دفن کیا گیا۔ آپ کا روضہ اور مسجد مرجع خلائق ہے۔

ہر سال 30 نومبر تا یکم دسمبر عرس مبارک ہوتا ہے جس میں لوگ دور دور

Marfat.com

سے تشریف لاتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ سجادہ نشین دربار ہذا پیر سید علی حسین زنجانی عرس کا اہتمام کرتے تھے اور لوگوں کے کھانے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ انکے وصال کے بعد اب ان کے بیٹے پیر سید علی آزاد کاظمی درباری معاملات کو دیکھتے ہیں اور سجادہ نشین دربار عالیہ ہیں۔

Marfat.com

حضرت امام علی الحق شہید المعروف امام صاحب

ضلع سیالکوٹ کے مختلف مقامات پر سادات زنجانیہ کے افراد رہ چکے ہیں بلکہ آج کل بھی کئی جگہوں پر یہ خاندان آباد ہے اور خاص کر سیالکوٹ کے مشہور بزرگ جناب حضرت امام علی الحق کا مزار ہے۔ ان کا خاندانی تعلق بھی حضرت میراں حسین زنجانی سے ملتا ہے لیکن بعض حضرات اس مغالطے کا شکار ہیں کہ آپ حضرت سید میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی کے ساتھ تشریف لائے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ حضرت میراں حسین زنجانی کی لاہور آمد 387ھ بمطابق 997ء ہے اور حضرت امام صاحب کی آمد کا سال 757ھ ہے۔ آپ حضرت میراں کے ساتھ نہیں آئے بلکہ بعد میں آئے ہیں۔

نسبی تعلق

حضرت امام علی الحق المعروف امام صاحب کا شجرہ یہ ہے۔ حضرت علی، حضرت امام حسین، حضرت زین العابدین، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت سید حسین، سید یوسف جن ملکی آپ کے والد کا نام ہے۔

اس شجرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ جدی بھائی تھے کیونکہ حضرت میراں حسین کا نسب حضرت ابراہیم سے ملتا ہے اور حضرت امام علی الحق کا سلسلہ بھی حضرت امام موسیٰ کاظم کے بیٹے حضرت ابراہیم سے ملتا ہے۔ اس لئے دونوں حضرات کا آپس میں جو تعلق ہے وہ جدی ہے، حقیقی بھائی کا نہیں۔

Marfat.com

آپ 757ھ کے دوران دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں سرزمین عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور فیروز شاہ کے ہاں شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرے۔ اسی اثنا میں مشہور ہندو راجہ سہل پال نے سل کوٹ (موجودہ نام سیالکوٹ) میں ایک عظیم الشان قلعہ کی دیوار تعمیر کروائی۔ جس کی شمالی دیوار رات کی تعمیر کرائی جاتی تو اگلی صبح خود بخود مسمار ہو جاتی۔ بالاخر راجہ سہل پال نے تنگ آکر ہندو پنڈتوں اور جوتشیوں کو اپنے دربار میں مدعو کر کے ان سے متذکرہ قلعے کی دیوار کے بار بار مسمار ہونے کی وجہ بیان کی۔ ہندو پنڈتوں اور جوتشیوں نے کافی سوچ بچار کے بعد بتایا کہ اگر اس دیوار کی بنیادوں میں کسی مسلمان کا خون بہا دیا جائے تو یہ دیوار کبھی مسمار نہیں ہو گی۔ چنانچہ سہل پال کے خصوصی حکم پر کسی مسلمان کی تلاش شروع کر دی گئی۔ کافی تگ و دو کے بعد مراد نامی ایک نوجوان مسلمان کو ایک ندی (تاریخ میں جس کا نام نالہ بتایا جاتا ہے) کے کنارے وضو کرتے ہوئے پکڑ کر راجہ سہل کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ آپ کی والدہ مائی راستی کی منت سماجت کے باوجود آپ کی ایک انگلی شہید کر کے آپ کا خون قلعہ کی شمالی چاردیواری کی بنیادوں میں بہا دیا گیا۔ قدرت خداوندی سے قلعہ کی دیوار تھم گئی جس پر راجہ سہل پال اور اس کے ساتھی بے حد متاثر ہوئے۔

راجہ نے سوچا جس شخص کی انگلی کے خون میں اس قدر قوت ہے تو اس کے سر کے خون کی کیا تاثیر ہو گی۔ چنانچہ متفقہ فیصلہ کے مطابق مراد نامی نوجوان کو شہید کر کے سر مبارک زیر تعمیر قلعہ کی شمالی دیوار میں دفن کر دیا گیا اور یوں متعلقہ دیوار اپنی جگہ قائم رہی اور بالاخر قلعہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ مراد علی شہید اول سیالکوٹ کا مزار کا مزار اقدس قلعہ سیالکوٹ کی شمالی جانب مرجع خلائق ہے اور مخلوق خدا انہیں پیر مرادیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مائی راستی صاحبہ اپنے لخت جگر کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اپنی داستان عظیم لے کر دہلی میں

Marfat.com

فیروز شاہ تغلق کے دربار میں حاضر ہوئی۔ مائی صاحبہ کی داستان خونچکاں سن کر فیروز شاہ تغلق بے حد متاثر ہوا۔ اس نے بعض مصروفیات کی بنا پر بذات خود راجہ سہل پال کے خلاف لشکر کشی کرنے کی بجائے حضرت امام علی الحق المعروف امام صاحب سے مائی راستی کی داد رسی کی درخواست کی۔ آپ نے فیروز شاہ تغلق کی درخواست کو بخوشی قبول کرتے ہوئے راجہ سہل پال کے خلاف جہاد کی خاطر فوراً" ایک مختصر سا لشکر تیار کیا اور سل کوٹ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ راستے میں جالندھر کے مقام پر حضرت امام علی الحق کے بھائی امام ناصر اچانک انتقال کر گئے۔ انہیں وہیں دفن کر کے حضرت امام علی الحق نے دوبارہ اپنا سفر شروع کیا۔

آپ کا لشکر براستہ امرتسر جب سل کوٹ میں داخل ہوا تو وہاں سب سے پہلے پسرور کے مقام پر لشکر کفار کے ساتھ آپ کا ٹکراؤ ہوا۔ اس مقام پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت امام میراں برخوردار نے بے شمار کفار کو واصل جہنم کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ تاہم لشکر امام اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بعدازاں ایمن آباد روڈ پر راجہ سہل پال کے لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی میں حضرت امام علی الحق صاحب کے ایک بھائی امام غالب نے بے مثال بہادری دکھاتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ لشکر امام پیش قدمی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا اور راجہ سہل پال کی فوج قلعہ میں محصور ہو گئی۔ عصر کے وقت امام علی الحق نے لشکر میں شامل اپنے بھانجے سید سرخ سے فرمایا کہ نماز مغرب قلعہ کے اندر ادا کی جائے گی لہٰذا ہر حال میں قلعے کے اندر داخل ہونا ہو گا۔ سید سرخ نے اپنی خداداد قوت کے ذریعے قلعہ کے دروازے کو ٹکر مار کر توڑ دیا۔ لشکر امام اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے قلعے کے اندر داخل ہو گیا اور یوں اس کفرستان کے درودیوار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھے۔ بعدازاں حضرت امام علی الحق نے ایک ٹیلے پر اپنا ڈیرہ

Marfat.com

جما کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجے میں لاتعداد کافر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور دور دور تک اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ راجہ سہل پال کے حواریوں اور عزیز و اقارب کو اپنی شکست کا بہت صدمہ تھا اور وہ ہمیشہ انتقام کی کھوج میں رہتے تھے۔ حضرت امام علی الحق متذکرہ ٹیلے پر رات کے وقت اکیلے ہی عبادت خداوندی کرتے تھے۔ ایک روز راجہ سہل پال کے سالے بھمن نے حضرت امام علی الحق کو اکیلے پا کر سجدہ کی حالت میں شہید کر دیا۔ جس مقام پر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا وہیں آپ کا مزار اقدس تعمیر کر دیا گیا جو کہ آج ہر خاص و عام کی توجہ اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ آج تک لاتعداد لوگ چلہ کشی کے ذریعے فیض امام سے مستفید ہو کر مخلوق خداوندی کو فیضیاب کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے کہ کتنا ہی غم زدہ اور پریشان حال انسان جب خلوص نیت کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتا ہے تو وہاں سے ہمیشہ سکون قلب و نظر کی بے پایاں نعمت سے مالا مال ہو کر لوٹتا ہے۔ سچ پوچھئے تو آج تک در امام پر حاضر ہونے والا کوئی شخص یہاں سے مایوس و نامراد نہیں لوٹا اور یوں مخلوق خداوندی قیامت تک آپ کے آستانے سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ آپ کا آستانہ اللہ رب العزت کے بندوں کے دکھوں کا مداوا اور بے سہاروں کا سہارا بنا ہوا ہے۔ حضرت امام علی الحق کے مزار پرانوار کے احاطے میں دیگر بے شمار شہدائے اسلام کے مزارات بھی موجود ہیں جو کہ آپ کے لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے اعلائے کلمتہ الحق کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ ان میں حضرت امام علی الحق کے اساتذہ حضرت حافظ ابی محمد صاحب اور حافظ بدر الدین صاحب کے مزارات بھی شامل ہیں۔ سیالکوٹ میں لشکر امام کے جن دیگر شہداء کے مزارات شامل ہیں ان میں حضرت پیر خزانچی صاحب' حضرت پیر شعلہ شہید صاحب' حضرت شاہ ابدال صاحب اور نوگزہ پیروں کے متعدد مزارات قابل ذکر ہیں جہاں سے بندگان خدا صبح و شام فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مزار امام علی الحق سے ملحقہ

Marfat.com

قبرستان میں خانوادہ امام سے تعلق رکھنے والے بزرگوں پیر سید نشان علی شاہ صاحب سید قربان علی شاہ صاحب کے علاوہ شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے والدین کی آخری آرام گاہیں بھی ہیں جہاں قربت امام کے صدقے صبح و شام رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ حضرت امام علی الحق صاحب کے مزار پر روزانہ بعد نماز عشا نعت خوانی اور درود سلام کی خصوصی روح پرور اور ایمان افروز محفل منعقد ہوتی ہے جس میں شمولیت کی خاطر روزانہ دور دراز سے عقیدت مند یہاں پہنچتے ہیں۔ نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرنے والے اس گروہ کو "سلام پارٹی" کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت امام علی الحق کا سالانہ عرس مبارک ہر سال چھ' سات اور آٹھ محرم کو سیالکوٹ میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عرس کی تقریبات میں ملک بھر سے زائرین والہانہ انداز میں شرکت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت امام علی الحق کے مزار پر اپنی کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے اور اعلائے کلمتہ الحق کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی راہ خداوندی میں بے دریغ بہانے کا جذبہ عطا فرمائے (آمین)۔

حضرت امام علی الحق شہید کے مزار اقدس پر ہر بدھ کو بعد از نماز عشا پیر سید جاوید علی شاہ اور حافظ محمد سعید امامی کے زیر نگرانی باقاعدگی سے رسم غسل ادا کی جاتی ہے اور میں نے خود (صاحبزادہ سید افضال حسین شاہ) مزار اقدس پر حاضری دے کر فیض یابی حاصل کی ہے اور سجادہ نشیں سید جاوید علی شاہ دربار ہذا سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

تحقیقی جائزہ

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے متعلق مورخین میں اس بارے میں شدید اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کس دور کے تھے۔ لہٰذا اس سلسلے میں قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں ان تاریخی اقتباسات کو درج کیا جائے جن میں حضرت میراں حسین زنجانی کا ذکر ہے۔ بے شمار کتب ایسی ہیں جن میں آپ کے متعلق ضمناً" چند سطور ہیں جو مورخین کے سامنے آپ کے عہد کا تعین کا سہارا ہیں۔ میں نے جس قلمی مخطوطے سے حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے حالات لکھے وہ قلمی نسخہ ملفوظات قاسمیہ تھا۔ بدقسمتی سے اصل نسخہ جن کے پاس تھا اب وہ بھی ضائع ہو چکا ہے مگر اس میں جو کچھ بھی تھا وہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے بارے میں جو بھی تاریخی اقتباسات مجھے میسر آئے ان تمام کا ضخامت کی وجہ سے یہاں نقل کرنا مشکل ہے مگر ان میں ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

فوائد الفواد:

یہ کتاب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے ملفوظات ہیں جنہیں خواجہ حسن دہلوی نے مرتب کیا۔ اس میں حضرت میراں حسین زنجانی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہما ہر دو مرید یک پیر بودہ اندو آں پیر قطب عہد بودہ است شیخ حسین زنجانی از دیرباز ساکن لہارو بود۔ بعد از چند گاہ پیر ایشاں خواجہ ہجویری را فرمودہ کہ در لہارو رود ساکن شو' شیخ علی ہجویری عرض داشت کرد کہ حسین زنجانی آنجاہست پیر فرمودہ تو برو' وچوں علی ہجویری بحکم اشارت ایشاں در لاہور آمد شب بود باماداد آں جنازہ شیخ حسین زنجانی را بیرون آوردند

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہما دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے وقت کے قطب تھے۔ شیخ حسین زنجانی مدت سے لاہور میں قیام پذیر تھے۔ کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ ہجویری سے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور وہیں رہو۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کیا کہ حسین زنجانی جو وہاں ہیں۔ پیر نے فرمایا کہ تم جاؤ۔ جب علی ہجویری ان کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو وقت رات ہو چکا تھا۔ اگلی صبح لوگ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے باہر نکلے۔

پیر حضرت ابوالفضل ختلی نے داتا صاحب کو اپنی زندگی میں ہی لاہور بھیج دیا۔

آئین اکبری

شیخ حسین زنجانی عارف کامل تھے۔ خواجہ معین الدین لاہور میں آپ کی صحبت میں پہنچے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔ اکثر افراد اس زیارت گاہ سے سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(آئین اکبری جلد سوم از ابوالفضل ترجمہ مولوی محمد فدا علی طالب ص 328 مطبوعہ سنگ میل لاہور)

ثمرات القدس

جناب لعل بیگ بخشی اپنی تالیف "ثمرات القدس" داتا صاحب کی آمد (قلمی

Marfat.com

نسخہ) میں سن 420ھ کے لگ بھگ بیان کرتے ہیں۔

محمود غزنی کے حملہ ہانسی کے وقت 429ھ میں داتا صاحب کی آمد بیان فرماتے ہیں۔ (ہاشمی فرید آبادی۔ ماثر لاہور)

محمود غزنی کی ترکمانوں سے شکست کے بعد 431ھ میں داتا صاحب کی آمد لاہور بیان کرتے ہیں۔ (محمد حسین تسبیحی مقالہ ڈاکٹریٹ کشف المحجوب)

داتا صاحب کی تشریف آوری کا نسخہ نامی پریس لاہور میں چھپا ہوا ہے۔ ہندوستان میں حضرت داتا صاحب کی تشریف آوری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ان کے پیرو مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن نے انہیں حکم دیا کہ محمود غزنوی ہندوستان فتح کرتا ہے اور پھر لوٹ آتا ہے۔ اس بار اس کے لشکر کا علم ہاتھ میں لئے تم ساتھ جاؤ اور وہیں جھنڈا گاڑ کر بیٹھ جاؤ تاکہ ہندوستان میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس بار ہند کے محیط پر آسمان کی طرح چھا جائیں۔ چنانچہ اپنے پیر کے حکم کے مطابق حضرت داتا صاحب محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو پیر بھائی حضرت ابو سعید اور سید لطفی بھی تھے۔ لاہور کے شمال میں دریائے راوی کے کنارے رات گزارنے کے لئے آپ نے قیام فرمایا۔ جب صبح لاہور شہر میں داخل ہوئے تو آپ کو ایک جنازہ ملا جو حضرت سید حسین زنجانی قطب لاہور کا تھا۔ ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد شہر کے مغربی حصہ میں تشریف لائے جہاں ہندوؤں کا ایک مندر تھا۔ اس کے قریب ہی آپ نے اپنا اسلامی جھنڈا نصب کرایا اور فرمایا کہ یہ جھنڈا ہند کی سرزمین پر اس طرح لہراتا رہے گا اور دیار لاہور پر سایہ فگن رہے گا۔

تحقیقات چشتی میں نور احمد چشتی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانی 597ھ میں ہمراہ حضرت صدر دیوان صاحب وارد لاہور ہوئے۔ کرامات ان کی ہزارہا مشہور ہیں۔ ان کی وفات 604ھ میں واقع ہوئی۔ چونکہ یہاں کچھ آمدنی اب نہیں اس لئے فقیر کم بیٹھتا ہے مگر تاہم اس مزار پر قبضہ پیر سید کرم علی شاہ گدی نشین صدر دیوان صاحب کا ہے۔ سال بھر میں ایک دفعہ عرس ہوتا ہے (ص 215۔216)

اس کے بعد مولوی نور احمد چشتی حضرت داتا گنج بخش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میراں حسین زنجانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت داتا گنج بخش لاہور تشریف لائے تو یہاں حضرت حسین زنجانی پیر بھائی ان کے قطب لاہور تھے۔ بعد اس کے ان کے پیر صاحب نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم لاہور جاؤ۔ حضرت نے عرض کیا وہاں میرے پیر بھائی یعنی حسین زنجانی موجود ہیں وہاں میرے جانے کا کیا فائدہ ہو گا۔ تب انہوں نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا غرض ہے۔ بلاتوقف چلے جاؤ۔

یہ حضرت لاہور میں بوقت شب تشریف لائے اور بیرون شہر شب باش ہوئے۔ جب صبح کو داخل شہر ہونے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنازہ حضرت حسین زنجانی کا لوگ اٹھائے ہوئے لئے آتے ہیں۔ حکمت الٰہی کو دیکھ کر شامل جنازہ ہوئے اور رسم تدفین ادا فرمائی (ص 188۔189)

آپ کے مزار کے بارے میں مولوی نور احمد چشتی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ان کے مزار کے جنوب رویہ موضع میراں دی کھوئی واقع ہے۔ صورت مزار یہ ہے کہ قد آدم سے بلند ایک چاردیواری خشتی ہے۔ جس کا در آمدورفت مشرق رویہ مع طاق تختہ چوبی اندر اس چاردیواری کے ایک اور چاردیواری خشتی جس کے سرہانے چراغ دان خشتی اور اندر اس کے مزار حضرت کا ہے۔ دروازہ کے

Marfat.com

باہر شمال کی طرف ایک دالان خشتی سہ دہن والا محرابی جس کے آگے مشرق رویہ تھڑہ ہے۔ اس چاردیواری کے باہر شرق کی طرف چاہ چرخی دار اور اس کے علاوہ چند قبور اور چاہ کے جنوب رویہ مکان اور اس پر بالا خانہ (ص 1091)

تاریخ لاہور از کنہیا لال ہندی

لاہور کی تاریخ کے بارے میں ایک غیر مسلم مصنف نے سن 1882ء میں تاریخ لاہور کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں لاہور کی قدیم عمارات اور بزرگان دین کے مقابر کا ذکر کیا ہے۔ وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے بارے میں لکھتا ہے کہ متبرک مزار موضع کھوئی میراں شہر لاہور (بیرون) بہ جانب شرق بہ فاصلہ ایک میل واقع ہے۔ اگرچہ عمارت مختصر ہے مگر مکان قدیم ہے اور صاحب مزار قدمائے بزرگان شہر لاہور سے ہے۔

سلاطین غوریہ کے وقت یہ بزرگ زنجان سے ہند کی سیر کو آیا اور تمام کشور ہند کی سیر کی۔ واپسی کے وقت لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوا اور یہاں ہی فوت ہوا۔ سال وفات اس کا 604ھ ہے۔ قد آدم بلند چاردیواری خشتی کے اندر یہ مزار ہے۔ قبر بھی خشتی چونہ گچ ہے اور مکانات پختہ فقراء کی سکونت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور چاہ چرخی دار جاری ہے۔ سکھوں کے وقت اس مزار پر بڑا میلہ ہوتا تھا مگر اب رفتہ رفتہ رونق میلے کی جاتی رہی (ص 281)۔

نقوش لاہور نمبر

جناب عبداللہ قریشی نے لاہور کی تاریخ کے بارے میں رسالہ نقوش کا ایک نمبر ترتیب دیا ہے جس میں انہوں نے آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

چاہ میراں میں ہے بیشک مرقد شاہ حسین

Marfat.com

اے فلک لیکن کہاں اب باغ زنجان دیکھئے

زنجان' اندجان' سنجان خراسان کی طرف کے مشہور قصبے ہیں۔ اندجان اور زنجان کے مردم خیز خطوں نے دین و دنیا کی نامور ہستیاں پیدا کی ہیں۔ شیخ فرخ زنجانی' شاہ حسین زنجانی' سید یعقوب زنجانی بہت بڑے ظاہری و باطنی پیشوا گزرے ہیں۔ ان میں آخرالذکر دونوں بزرگوں کے مزارات لاہور میں مرجع خلائق ہیں۔ ان کے علاوہ سید میر عبدالعزیز زنجانی عہد محمد شاہی میں لاہور کے مشہور عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ انہوں نے عرفی کے مشہور قصیدہ کے تتبع میں لاہور کے متعلق ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس کا کچھ تذکرہ الاخیار (ایک قلمی کتاب) سے مئی 1925ء کے اورنٹیل کالج میگزین لاہور میں طبع ہوا ہے۔

شاہ حسین زنجانی کے ورود لاہور کے متعلق لاہور کے مورخ مختلف الرائے ہیں۔ ہسٹری آف لاہور کے مصنف جج محمد لطیف نے تو ان کا ذکر بھی نہیں کیا۔ مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی لکھتے ہیں کہ سید یعقوب زنجانی صدر دیوان کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور صدر دیوان کے متعلق صفحہ 237 پر آپ کا ارشاد ہے کہ وہ 535ھ بعہد بہرام شاہ غزنوی اور حضرت علی ہجویری 431ھ میں لاہور تشریف لائے اور ان کے آنے سے ایک دن قبل شاہ حسین زنجانی انتقال فرما چکے تھے۔ آپ ان کے جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ یعنی ایک طرف ان کی آمد کا سال 535ھ و 557ھ بتاتے ہیں اور دوسری طرف اس سے زیادہ دلچسپ غلطی یہ کرتے ہیں کہ 431 میں ان کا واصل بحق ہونا بتاتے ہیں۔

تاریخ لاہور کا مصنف کنہیا لال اس سے بھی دو قدم آگے ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

Marfat.com

شاہ حسین زنجانی سلاطین غوریہ کے زمانے میں لاہور آئے۔ یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582ھ سے شروع ہوتا ہے۔

ہسٹری آف لاہور کا مصنف گو ان کے ورود لاہور کا سال نہیں بتاتا لیکن یہ لکھتا ہے کہ حضرت علی ہجویری 431ھ میں لاہور آئے اور اسی سال شاہ حسین زنجانی کا انتقال ہوا۔

مفتی غلام سرور بھی لاہور کے ایک قابل مصنف گزرے ہیں انہوں نے بھی آپ کی آمد کا سال نہیں لکھا لیکن اتنا بتایا ہے کہ شاہ حسین زنجانی اور سید یعقوب صدر دیوان اکٹھے لاہور میں تشریف لائے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی آمد اور شاہ حسین کی وفات کا ایک ہی سال بلکہ ایک ہی یوم ہے۔

ان اختلافات اور عجیب و غریب بیانات پر راقم اپنی تصنیف سوانح داتا گنج بخش میں کچھ بحث کر چکا ہے۔ بعد کے مطالعہ سے جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر سبکتگین 367ھ مطابق 977ء میں غزنی کے تخت پر بیٹھا اور مقامی سازشوں سے فارغ ہو کر اسی سال ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور صاحب تاریخ فرشتہ کے قول کے مطابق چند مقامات فتح کر کے اور ان میں مساجد تعمیر کرا کے واپس چلا گیا۔ یہ تمام مقامات راجہ جے پال والئے لاہور کی مملکت میں تھے۔ اس نے نہ صرف صلح کر لی بلکہ دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی نذرانہ دینے کا وعدہ کیا۔ جب سلطان کے سفیر رقم موعودہ اور ہاتھی لینے کے لئے لاہور آئے تو راجہ نے ان کو قید کر لیا۔ سبکتگین کو خبر ہوئی تو غم و غصہ کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہوا۔ اس سال اس کا شجاع فرزند محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔ ان کی فوجوں نے اپنی سرحد پار کر کے راجہ کے مقبوضات و نواحات کو پامال کر کے پشاور

Marfat.com

تک قبضہ کر لیا لیکن وہ لاہور نہ آ سکے۔ راجہ نے کسی نہ کسی طرح ان کو ٹال دیا۔ یہاں تک کہ 387ھ مطابق 997ء میں سبکتگین کا انتقال ہو گیا۔

اس کے چار سال بعد 1004ء میں محمود نے دوسری دفعہ ہندوستان پر حملہ کیا اور پشاور اور دی ہند تک جو دریائے اٹک کے کنارے پر ہے' پہنچا۔ 1004ء میں اٹک اور جہلم عبور کر کے بھیرہ کے راجہ کو شکست دی اور یہاں راجہ جے پال کے نواسے سکھ پال کو جو مسلمان ہو چکا تھا' حاکم مقرر کیا۔ 1005ء میں ابو الفتح داؤد والئے ملتان اور راجہ جے پال کے بیٹے انند پال کو شکست دی اس کے چند سال بعد راجہ لاہور کو کامل شکست دے کر اس نے پنجاب کو غزنی کا صوبہ بنا لیا۔

مندرجہ صدر واقعات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اپنی تخت نشینی سے آٹھویں سال یعنی 1004ء میں بھیرہ تک پہنچا اور دوسرے سال یعنی 1005ء میں لاہور میں داخل ہوا پس جب 1005ء یعنی 395ھ سے پہلے لاہور مسلمانوں کے قبضے میں آ ہی نہیں سکا تو مسلمان واعظ اور مبلغ وہاں کس طرح قیام کر سکتے تھے۔ خصوصاً" ان حالات میں جب کہ والئے لاہور اور والئے غزنی آپس میں سخت دشمن اور ایک دوسرے کی جان کے لاگو تھے۔ قیاس یہی ہے کہ لاہور میں آپ 395ھ یا اس کے بعد تشریف لائے اور 431ھ میں جس پر سب مورخ متفق ہیں' آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب سلطان محمود غزنوی کے فرزند سلطان مسعود کی حکومت اپنے آخری لمحے گزار رہی تھی۔

جس دن آپ کی وفات ہوئی اسی دن علی ہجویری اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق لاہور پہنچے اور آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ آپ دونوں پیر بھائی تھے

Marfat.com

جیسا کہ حضرت علی ہجویری کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

شاہ حسین زنجانی تقریباً 36-37 سال لاہور میں رہے۔ اس طویل عرصہ میں ہزاروں غیر مسلم ان کے علم توحید کے نیچے آئے اور ہزارہا تشنگان حقیقت جام توحید سے سرشار ہوئے۔

داراشکوہ نے سفینہ اولیاء میں حضرت معین الدین چشتی کے حالات میں شاہ حسین زنجانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''حضرت خواجہ در سیاحی شیخ حسین زنجانی را دیدند''۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ خواجہ اجمیر کا سال ولادت 537ھ اور سال وفات 633ھ ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس ظاہری دنیا میں خواجہ اجمیر کی ملاقات اپنی ولادت سے پہلے بھی شیخ حسین زنجانی سے ہو چکی ہے۔

دونوں روحانی بزرگ تھے۔ باطنی ملاقات بھی خواجہ اجمیر کی ولادت کے بعد ہوئی تو تعجب کا مقام نہیں ہے۔ داراشکوہ سکینتہ اولیاء (ترجمہ صفحہ 81) میں لکھتا ہے کہ حضرت میاں جیو (حضرت میاں میر) ایک دن باغ زنجان میں بھی یاد حق میں مشغول رہے لیکن وہ زنجانی باغ یا باغ زنجان جو ان کے نام سے موسوم تھا کہاں تھا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ آپ کا مزار چاہ میراں میں ہے۔ یہ مقام لاہور کی ویرانیوں کے اندر درندوں اور خوفناک جانوروں کا مسکن تھا۔ آج سے دو سو سال پیشتر لہنا سنگھ حاکم لاہور کے حکم سے ایک مسلمان نے اس کو آباد کیا تھا۔ ممکن ہے پرانی بنیادوں پر ہی استوار کیا گیا ہو اور یہی وہ مقام ہے جو باغ زنجان کہلاتا ہے اور آپ کے باغ میں ہی آپ کا مزار بنایا گیا ہے۔

آپ کا مزار ایک قد آدم چار دیواری کے اندر ہے۔ مزار کے سرہانے خشتی چراغ دان ہے۔ مزار پر گنبد کوئی نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزار بہت قدیم

Marfat.com

زمانہ کا ہے اور شاہان مغلیہ سے بھی کسی نے اس مزار پر عالی شان گنبد بنانے کا خیال نہیں کیا۔ مزار کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ شمال کی جانب ایک خشتی دالان ہے۔ چاردیواری کے باہر ایک چاہ چرخی والا اس کے پاس ہی چند قبروں کے آثار ہیں۔ سید میر عبدالعزیز زنجانی قصیدہ در صفت لاہور میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

بہ درگاہ شہنشاہ حسین زنجان رو
کہ اسرار الٰہی در مزار او عیاں بینی

سید عبدالعزیز زنجانی عہد محمد شاہی میں لاہور کے ایک مشہور عالم دین اور صاحب دیوان شاعر۔ انہوں نے لاہور کے متعلق فارسی میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس کا کچھ حصہ تذکرۃ الاخیار (ایک قلمی کتاب) سے مئی 1925ء کے اورنٹیل کالج میگزین لاہور میں طبع ہوا۔ میر خدا بخش بانی تخلص منصف سفینۃ الاخیار خدا بخشیہ بن سید سلطان محمد زنجانی نے 1105ء میں بعہد مظفر غلام محی الدین اورنگ زیب عالم گیر سادات زنجانی کا شجرہ طیبہ فارسی میں نظم اور نثر میں تصنیف کیا۔ ایک اور کتاب فارسی میں مطالعہ الانورانی تراجمتہ الاثار بھی تصنیف کی۔ قلمی نسخے سید علی زنجانی کے پاس ہیں۔

اس مزار کی حفاظت و نگہداشت کا تعلق یعقوب زنجانی المعروف ... ر دیوان کے مزار کے متولیوں کے پاس ہے لیکن نہ اس مزار کے ساتھ کوئی معافی ہے نہ کوئی اراضی اور نہ خلقت کا ہجوم یہاں رہتا ہے کہ چڑھاوے کی آمدنی آتی ہے۔ اس سے مزار کی حالت اچھی نہیں (ص 143 تا 146)

Marfat.com

ماثر لاہور

جناب سید ہاشم فرید آبادی نے ماثر لاہور کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے کہ داتا صاحب سے پہلے زنجانی حضرات کے نام آتے ہیں (زنجان ولایت آذر بائی جان کا ضلع ہے) ان میں بھی متقدم شیخ احمد زنجانی بتائے گئے ہیں۔ تحفۃ الواصلین کی تالیف ان سے منسوب ہے۔ داتا صاحب کا پیر بھائی انہیں قرار دیا گیا ہے جو موصوف کے ورود لاہور پر ملک عدم کو سدھار گیا۔ اس نادر تذکرے تک ہماری رسائی نہ ہو سکی اور اس کی اتنی قدامت یقیناً" مشکوک ہے۔ شیخ احمد زنجانی کا کوئی مزار بھی لاہور میں معروف نہیں۔ البتہ ممکن ہے ان کا نام شیخ احمد سرخسی سے (جن کی قبر داتا صاحب کے مقبرے کے اندر دکھائی جاتی ہے) التباس ہو گیا ہو.. سرخسی کا تذکرہ کشف المجوب میں محبت و تکریم سے تین جگہ آیا ہے (ص 131۔151۔287)۔ ماوراء النہر کی سیاحت میں داتا صاحب کے رفیق رہے۔ بظاہر تصنیف کتاب کے وقت انتقال کر چکے تھے۔ ان کے لاہور آنے یا دفن ہونے کا مصنف ذکر نہیں کرتے۔

ایک اور غیر معروف زنجانی شیخ فخرالدین کے نام سے ہم عصر ماثر الکرام ہے۔ اس میں شیخ علی ہجویری کے ساتھ شیخ فخرالدین کی نسبت اطلاع دی ہے کہ وہ بھی لاہور میں آسودہ ہیں (طبع آگرہ صفحہ 6) اور کسی جگہ ان کا حال نظر سے نہیں گزرا۔

بخلاف ان دونوں کے شیخ حسین زنجانی اور ان کا مقبرہ معروف ہے۔ فوائد الفواد میں انہی کو داتا صاحب لاہور میں پیش رو پیر بھائی کہا گیا ہے۔ ثمرات القدس میں اسی کتاب کے حوالے سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ داتا صاحب

Marfat.com

اپنے معاصرین میں اس نام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں کرتے۔ آئین اکبری میں بعض کے تذکروں میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے ان کی ملاقات اور سال وفات سن 604 یا کچھ بعد تحریر کیا گیا ہے۔ ان کی قبر محلہ مصری شاہ کے عقب میں اونچی ٹیکری پر خانقاہ کے وسط میں واقع ہے۔ عرف عام "میراں حسینؒ" ہو گیا ہے اور اسی سے یہاں کا محلہ چاہ میراں "میراں دی کھوئی" کہلاتا ہے۔ انہی بزرگ کے ہمراہ دو اور زنجانی سید یعقوب زنجانی اور سید موسیٰ زنجانی صدر دیوان کے لقب سے ملقب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان بہرام کے عہد میں (512-552، 1157ء) یا چند سال بعد 557 میں ترکستان سے لاہور آئے۔ مقامی حاکم طغرل آپ کا معتقد ہوا اور کثرت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ثمرات القدس اور بعض بعد کے تذکروں میں حسین زنجانیؒ اور موسیٰ زنجانیؒ کا بھائی ہونے کی روایت کا ضعف بھی بالواسطہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ صدر دیوان کا سال وفات 604ھ تحریر ہے۔ قبر اور چھوٹی سی خانقاہ اب رتن چند کی سرائے کے پیچھے گلیوں کے پیچ میں پھنس گئی ہے اور بلا شبہ قدیم عمارت معلوم ہوتی ہے جہاں حسب روایت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے چلہ کشی کی تھی۔ خواجہ صاحب چھٹی صدی کے اواخر میں ہندوستان آئے۔ مذکورہ بالا روایتیں ان کے نقوش بتاتی ہیں واضح رہے کہ دلی اسی زمانے میں فتح ہوئی تھی۔ وہاں خواجہ صاحب کے اجمیر جاتے ہوئے منزل کرنے کی ہم کوئی خبر نہیں پڑھتے (ص 46-47-48-49)

حدیقتہ اولیاء

مفتی غلام سرور لاہوری ایک بلند پایہ تذکرہ نگار تھے۔ انہوں نے مذکورہ کتاب میں آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

Marfat.com

قدیم بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب ہدایت و ارشاد و زہد و تقوی و شرافت و نجابت و سیادت تھے۔ شجرہ ان کا حضرت جنید بغدادی کے ساتھ ملتا ہے۔ سید یعقوب زنجانی کے ساتھ یہ لاہور میں آئے اور ہنگامہ شیخیت گرم کیا۔ تمام عمر ہدایت خلق میں گزری۔ آخر سال چھ سو ہجری میں وفات ہوئی (ص 186 -187)

بزرگان لاہور

لاہور کے اولیاء کرام کے تذکرہ موسومہ بزرگان لاہور میں جناب پیر غلام دستگیری نامی نے آپ کے بارے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی ہجویری کے پیر بھائی خواجہ حسین زنجانی یعنی مرید و خلیفہ شیخ ابو لفضل بن ختلی لاہور کی قطبیت پر مامور تھے۔ جب مرشد موصوف کی طرف سے آپ (ہجویری صاحب) کو لاہور جانے کا ارشاد ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں تو برادرم حسین زنجانی مامور ہیں۔ شیخ ابو لفضل نے فرمایا کہ آپ حسب الحکم وہاں جائیں اور رہیں۔ اس میں ان کے پوچھنے سے کیا فائدہ (آخر ظاہر ہو جائے گا)۔ چنانچہ آپ لاہور پہنچے اور رات شہر کے باہر قیام کیا۔ صبح اندر گئے تو دیکھا کہ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ آ رہا ہے۔ وہ اسی رات فوت ہوئے تھے۔

ان تاریخی اقتباسات سے اس اختلاف پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے عہد کے تعین کے بارے میں صاحبان قلم کی آراء دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ ایک گروہ آپ کو حضرت داتا گنج بخش کا پیر بھائی قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا گروہ آپ کو حضرت معین الدین چشتی غریب نواز کے زمانے کا بزرگ کہتا ہے۔ ان کے سامنے فوائد الفواد کی معروف روایت ہے جس میں حضرت نظام الدین اولیاء نے دونوں بزرگوں کو ایک ہی پیر یعنی حضرت

Marfat.com

ابو لفضل ختلی کا مرید قرار دیتے ہوئے پیر بھائی قرار دیا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت داتا گنج بخش سے لاہور میں آنے والا پہلا بزرگ قرار دینے والے گروہ کا دوسرا سہارا ثمرات القدس ہے جس میں آپ کی تاریخ وفات کو تقریباً" 430 قرار دیا گیا ہے۔ ثمرات القدس اولیاء کرام کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ ہے جو آٹھویں صدی ہجری کا ہے۔

یہ دونوں کتب قدیم ہیں اور بعد میں آنے والے مورخین کے بیانات کا ماخذ نظر آتی ہیں۔ بے شمار مورخین نے ان کتابوں کے حوالے سے حضرت سید میراں حسین کی وفات اور حضرت داتا گنج بخش کی آمد کو ایک ہی سن یعنی 431ھ لکھا ہے۔ اہل قلم کا دوسرا گروہ جو حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دیتا ہے۔ ان کا ماخذ آئین اکبری معلوم ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب جب لاہور تشریف لائے تو ان کی ملاقات حضرت شیخ حسین زنجانی سے ہوئی۔ یہی بات داراشکوہ میں بھی ہے بلکہ میرے خیال میں داراشکوہ کا ماخذ بھی آئین اکبری ہے۔ اسی دور کا ایک اور تذکرہ گلزا ابرار ہے۔ صاحب تذکرہ نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کی حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ پھر اسی دور کی ایک اور کتاب شاہجہاں نامہ از صالح کمبوہ کا ماخذ بھی آئین اکبری اور سفینۃ اولیاء معلوم ہوتی ہے۔ آج سے ایک دو صدی پہلے اولیاء کرام کے بارے میں سوانح نگاری پر کچھ تحقیقاتی کام کا آغاز ہوا اور اسی دور میں کچھ صاحب علم حضرات نے بزرگان دین اور صوفیائے لاہور کے بارے میں حتی المقدور تحقیقی کتابیں لکھی ہیں جو بعد میں لکھنے والے تذکرہ نگاروں کا ماخذ بنی ہیں۔ ان کتب میں مولوی نور محمد چشتی کی تحقیقات چشتی اور مفتی غلام سرور لاہوری کی خزینۃ

Marfat.com

الاصفیا' پیر دستگیر نامی کی بزرگان لاہور اور مختلف مصنفین کی تاریخ لاہور جناب عبداللہ قریشی کا مرتب کردہ نقوش کا لاہور نمبر قابل ذکر ہیں۔ جن میں صوفیائے لاہور کے حالات درج ہیں۔ ان کتب کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش کے بارے میں بے شمار تذکرے لکھے گئے۔ القصہ ان تذکروں میں محمد دین فوق کی سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش' محمد وارث کامل کا تذکرہ داتا گنج بخش' ایس ایم ناز کی مرکز تجلیات' حکیم امین الدین کا تذکرہ علی ہجویری' پیام شاہجہان پوری کی آفتاب ہجویر' نسیم چوہدری کا تذکرہ علی بن عثمان ہجویری اور محمد دین کلیم کا تذکرہ علی ہجویری قابل ذکر ہیں۔ گویا حضرت داتا گنج بخش کے بارے میں لکھی جانے والی تاریخ اور تذکروں میں حضرت میراں حسین زنجانی کا ذکر حضرت نظام الدین اولیاء کی مشہور روایت کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ جس کا حوالہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ کسی صاحب قلم نے اس روایت کی حمایت کی ہے اور کسی نے اس روایت کو الحاقی قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں کشف المحجوب کے اردو تراجم کے دیباچوں میں بھی مترجم حضرات بھی آپ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔

جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دیتے ہیں۔ اس گروہ کے دلائل یہ ہیں کہ اگر حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت داتا گنج بخش کا بھائی مان لیا جائے اور داتا حضور کی آمد کا سن یعنی 431ھ قرار دیا جائے تو ایک تاریخی الجھن پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ داتا صاحب کا کشف المحجوب میں اپنا بیان کچھ اس طرح سے ہے (ص 326)

ان اولیاء اللہ میں سے ایک اوتاروں کی زینت اور عابدوں کے طور داتا گنج کے شیخ یعنی پیر و مرشد ابولفضل محمد بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ علم تفسیر اور روایات حدیث اور تصوف و معرفت کے عالی شان عالم و فاضل ہیں

Marfat.com

اور تصوف میں حضرت جنید بغدادی کے مذہب پر اور حضرت حصری کے مرید اور خاص رازدان ساتھیوں میں سے ہیں اور حضرت، ابو عمر قزوینی اور حضرت ابوالحسن بن سالہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ پورے ساٹھ سال سچی گوشہ نشینی کے لئے پہاڑوں میں بھاگتے رہے اور اپنا نام مخلوق سے گم کیا ہوا تھا۔ زیادہ تر جبل لکام پہاڑ میں آپ رہتے تھے۔ بہت اچھی عمر پائی ہے اور آپ کے بزرگ و ولی اللہ ہونے کی بہت سی دلیلیں اور روایات و نشانات موجود ہیں لیکن اہل تصوف کا مخصوص لباس نہیں پہنتے تھے اور رسمی صوفیوں کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے زیادہ رعب و دبدبے والا کوئی مرد نہیں دیکھا۔ آپ سے میں نے سنا (یعنی حضرت داتا گنج بخش نے اپنے شیخ سے سنا) کہ آپ نے فرمایا الدنیا یوم ولنا فیھا صوم دنیا صرف ایک دن ہے اور اس دن میں ہم روزہ دار ہیں۔ یعنی دنیا سے ہم بالکل کوئی حصہ نہیں لیتے اور اس کی قیدوبند میں نہیں آتے اس لئے کہ اسکی آفت کو ہم نے دیکھا ہوا ہے اور اس کی محبت و دلیل پر ہم واقفیت رکھتے ہیں اور اس سے ہم نے عرض کیا ہوا ہے۔ ایک دفعہ میں ان کو وضو کروا رہا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب کام تقدیر اور قسمت سے متعلق ہیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے آزاد بندوں کا امید کی بنا پر غلام کیوں بنا دیتا ہے۔ آپ نے کرامت کی بنا پر مجھے جواب دیا۔ اے لڑکے جو تو نے سوچا ہے میں نے اسے جان لیا ہے کہ ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کمتر بندے کو کرامت و عزت کا تاج پہنائے تو اس کے لئے کوئی سبب بناتا ہے اور اسے توبہ نصیب کرتا ہے اور دوست کی خدمت میں مشغول کر دیتا ہے حتی کہ یہ خدمت اس کے لئے عزت کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح کے بہت سے لطائف روزانہ ہم پر ظاہر ہوتے۔ جس دن آپ نے وصال فرمایا اس

Marfat.com

وقت آپ بیت الجن میں تھے۔ دمشق اور بانیان کے نالے کی گھاٹی کے سر کے اوپر ایک گاؤں تھا اسے بیت الجن کہتے ہیں۔ جس وقت آپ نے وفات پائی تو آپ کا مبارک منور مطہر مقدس سر میری گود میں تھا۔ جس طرح لوگوں میں دوست کی رحلت کے وقت درد تکلیف ہوتی ہے اسی طرح میرے شیخ کی جدائی نے میرے دل پر اثر ڈالنا شروع کیا کیونکہ اس وقت آپ حالت نزع میں تھے۔ آپ نے مجھے کہا کہ اے بیٹے میں تجھے عقیدے کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں اگر تو اپنے آپ کو اس پر چلائے گا تو تمام درد و آلام سے محفوظ و مامون رہے گا۔ ہر جگہ ہر حال میں نیک و بد کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کے فعل پر تو جھگڑا نہ کرے اور دل کے ساتھ اس کے رنج و غم کو نہ لائے۔ اس سے زیادہ اور کوئی نصیحت مجھے نہیں کی اور جان اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور حاضر کر دی (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و یاران اربع کے ساتھ جا ملے) واللہ اعلم بالصواب)

جب آپ کے پیرو مرشد اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو داتا صاحب 453ھ میں وادی بیت الجن علاقہ شام میں تھے۔ اس سے صاحب قلم یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ حضرت داتا حضور اپنے مرشد کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے۔ میرے خیال کے مطابق یہ کوئی اتنی بڑی دلیل نہیں۔ عین ممکن ہے داتا حضور لاہور میں تشریف لانے کے بعد ایک بار پھر اپنے پیرو مرشد کے پاس گئے ہوں۔ علاوہ ازیں اللہ کے بندے کے لئے فاصلہ کوئی دوری نہیں ہوتا۔ اس گروہ کا دوسرا اعتراض یہ کہ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب میں اپنی آمد کے بارے میں کوئی واقعہ درج نہیں کیا اور نہ ہی شیخ حسین زنجانی کا ذکر کیا ہے مگر شیخ اخی زنجانی کا ذکر کچھ اس طرح ملتا ہے (ص 336)۔ لیکن اہل قہستان آذربائی

Marfat.com

جان طبرستان فک میں سے ایک شیخ شفیق فرج معروف سید اخی زنجانی اعلیٰ صفتوں والے مرد اور طریقت میں مقبول لوگوں میں سے ہیں۔ آپ طریقت کے بزرگوں کے شیخ ہوئے ہیں۔ آپ سے نیکی کی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ آپ بادشاہت سے توبہ کر کے اللہ کی تلاش میں بہت پھرنے والے ہیں (میرے علم کے مطابق حضرت اخی زنجانی کا مزار آذربائی جان میں نہیں ہے اور اخی کے معنی دوست کے ہیں۔ ممکن ہے حضرت میراں حسین زنجانی کی ملاقات ان سے ہوئی ہو اس بنا پر انہوں نے لاہور آنے سے پہلے اپنے استاد سے اپنے پیر بھائی کی موجودگی کا ذکر کیا تھا) واللہ اعلم بالصواب۔

انہیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ کشف المحجوب تصوف کی کتاب ہے نہ کہ تاریخی حالات و واقعات کی۔ ان اعتراضات کے باوجود حضرت سید میراں حسین زنجانی کو خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دینے کے لئے ان کے پاس تاریخی کتب میں وہ حوالہ موجود ہے جس میں دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر ہوا ہے مگر بزرگان روحانی ملاقات کو عینی ملاقات قرار دے دیتے ہیں کیوں کہ ان کے سامنے ایک بزرگ کے چلے جانے کے بعد اس سے ہم کلام ہونا کوئی مشکل بات نہیں۔ گویا یہ ایسی تاریخی بھول بھلیاں ہیں جن کے ذریعے سے ایک قاری کا حقیقت کا پانا مشکل ہے۔ نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ترین ہے۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی مورخین کے خیال کے مطابق حضرت داتا گنج بخش کے پیش رو ہوں یا معین الدین چشتی کے زمانے کے بزرگ ہوں وہ بہرکیف اللہ کی برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہیں۔ مورخین کی اس نکتہ چینی سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ بہرحال حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد سے آج بھی فیض جاری ہے جس میں

Marfat.com

سے جناب سید افضال حسین زنجانی چاہ میراں اور جناب سید محمد ادریس زنجانی شاہ عالم (شاہ صدر دیوان) اور سید علی آزاد احمد زنجانی اچھرہ (خانو ہارنی شریف) فی سبیل اللہ کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بعض مورخ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے بزرگ جنہوں نے سب سے پہلے لاہور میں کفرو شرک کی تاریکیوں کو نور ایمانی سے روشن کرنے کے لئے قدم رکھا وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ہمراہی تھے جنہوں نے 387ھ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور لاہور میں سب ولیوں سے پہلے آنے کا شرف حضرت سید میراں حسین زنجانی کو ہی جاتا ہے۔ آپ داتا حضور سے قبل لاہور تشریف لائے لہٰذا آپ کے وصال اور حضرت داتا گنج بخش کی آمد کا سن ایک ہی یعنی 431ھ ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینے میں

اولیا ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداندز راہ

اگر گیتی سرار باد گیر
چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

Marfat.com

حضرت شیخ اسماعیل بخاری

(رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت شیخ اسماعیل موصوف بخاری سادات عظام سے تھے لیکن اصل وطن کسی نے نہیں لکھا البتہ اس پر سب مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ غزنوی عہد میں لاہور آئے۔ لاہور میں آپ کی آمد کے متعلق مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف آراء ظاہر کیں۔ بقول صاحب تحقیقات چشتی آپ بعد ہندو راجہ ہوڈی اور سروان آئے۔ ان کے وعظ سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اول روز جو انہوں نے بروز جمعہ وعظ کیا تو دو سو پچاس اور دوسرے جمعہ تین سو پچاس اور تیسرے جمعہ پانچ سو ہندو مسلمان ہوئے۔

رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور 1884ء کے قول کے مطابق آپ 412ھ میں آئے اور لکھا ہے کہ آپ کے وعظ میں اتنی تاثیر تھی کہ ہزارہا لوگ مسلمان ہوئے۔

صاحب خزینتہ الاصفیا دعوت اسلام اور بزرگان لاہور کے، بیان کے مطابق آپ 395ھ بمطابق 1005ء میں بعہد محمود غزنوی لاہور آئے۔ اکثر مورخین نے قریب ایک ہی زمانہ بتایا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپ 395 میں لاہور آئے۔

بعض مورخ یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بلاد لاہور میں کفرو شرک کی تاریکیوں کو نور ایمانی سے روشن کرنے کے لئے قدم رکھا لیکن اصل میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ہمراہی تھے جنہوں نے 387ھ میں آکر لاہور میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور لاہور میں سب ولیوں سے پہلے آنے کا شرف حضرت میراں حسین زنجانی کو ہی حاصل ہے۔

Marfat.com

شیخ حضرت اسماعیل بخاری بہت بڑے محدث اور مفسر تھے اور قرآن مجید کے حافظ تھے۔ جمعہ کے روز وعظ کرتے۔ ان کی مجلس وعظ میں سامعین کا ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز صدہا لوگ خلعت اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ آواز اتنی اچھی تھی کہ جو شخص ایک دفعہ ان کے وعظ میں آتا وہ کلمہ توحید پڑھے بغیر اور اسلام پر ایمان لائے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔

حضرت شیخ اسماعیل بخاری کی آمد سے پیشتر حضرت سید میراں حسین زنجانی اور سادات زنجانیہ کے چند مبلغ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے لاہور میں موجود تھے۔ 431ھ میں داتا گنج بخش علی ہجویری بھی تشریف لے آئے۔ چنانچہ یہ عین قرین قیاس ہے کہ حضرت شیخ اسماعیل بخاری کی ملاقاتیں ان بزرگوں سے ہوئی ہوں۔ البتہ تاریخ یہ ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ اس بارے میں کوئی مفصل تاریخ نہیں ملتی۔ کشف المحجوب بھی اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔

اس امر کا بھی کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کس مسجد میں جمعہ پڑھاتے اور وعظ فرمایا کرتے تھے لیکن یقین کے ساتھ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محمود غزنوی کے دور سے لاہور میں مستقل اسلامی حکومت قائم ہوئی اس لئے لشکر اسلام اور مسلمان حکام و عوام کے لئے سرکاری طور پر کوئی نہ کوئی مسجد محمود کے زمانے میں تعمیر ہو چکی ہو گی۔

لاہور میں کامل 53 برس تک اسلام کا یہ مایہ ناز مبلغ دین فطرت کی اشاعت میں سرگرم رہا اور آخر 448ھ میں بمطابق 1056ء میں مالک حقیقی سے جا ملا۔ مہتاب کا لفظ کہ حاصل اعداد اس کا چار سو اڑتیس مادہ تاریخ درج ہے۔

گنج تاریخ سروری میں تاریخ رحلت یہ درج ہے۔

یافت آخر مکان مخلد بریں
چوں شہ دیں فقیہہ اسماعیل
سال وصلش فقیہہ محبوب است

نیز پیر وجیہہ اسماعیل

اس زمانے میں مغلیہ عہد کے سے گنبد نما عالی شان مقبروں کا رواج نہ تھا اس لئے ان کا مقبرہ نہایت سادہ بنایا گیا۔ تاریخ لاہور میں کنہیا لال لکھتے ہیں کہ "اس متبرک مقبرہ پر گنبد نہیں مگر مکان نہایت قدیم ہے۔ مسلمانی سلطنت کے وقت مکان کے ساتھ بہت بڑا باغ بھی تھا اور مزار سے جانب غرب جو کنواں ہے اس پر چرخ چوب چلتا تھا"۔

مغلیہ عہد اور سکھوں کے زمانے میں اس باغ اور مزار کو بہت سے حادثات پیش آئے۔ رائے بہادر کنہیا لال کے زمانہ 1884ء میں ان کے مزار کی زمین مجاوروں نے انگریز کے ہاتھ فروخت کر دی اور انہوں نے اپنی کوٹھی میں شامل کر لی۔ قدیمی کنواں بھی اس کوٹھی میں آ گیا۔ اس باغ اور مقبرہ کے ساتھ جو زمین بتائی جاتی ہے وہ ایک طرف یورپین کیتھیڈرل سکول اور رومن کیتھولک گرجا گھر کے وسیع احاطہ تک پھیلی ہوئی تھی جس کی پشت کا حصہ اس سڑک تک جو ای پلومر کے دواخانہ سے ہو کر سیدھی مزنگ کو جاتی ہے۔ مشرق کی طرف اس مقبرہ کی جو حدود تھیں وہ ان کوٹھیوں تک پھیلی ہوئی تھیں جو پانی والے کنوئیں کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اس باغ کی چاردیواری جنوب کی طرف حیات برادرز فرنیچر کی دوکان سے بھی پرے تھی۔ فوق صاحب بیان کرتے ہیں کہ راقم 1923ء میں اس مزار اور صاحب مزار کے حالات معلوم کرنے کے لئے گیا تو معلوم ہوا اس کے ساتھ زمین بہت تھی جو متولی بیچ بیچ کر کھا گئے۔

ہال روڈ جاتے ہوئے سکول کی عمارت کے ساتھ ساتھ (جو درحقیقت اسی مزار کی زمین تھی) سڑک کے دائیں طرف چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں طے کرنے کے بعد مزار آتا ہے۔ سنگ مرمر کہیں نہیں البتہ مزار پختہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ سرہانے چراغ دان بنے ہوئے ہیں۔ مزار معمولی حالت میں ہے کہ سیکڑوں اور ہزارہا مسلمان ہر روز قبر کے پاس سے گزرتے ہیں لیکن اس بزرگ کی روح کو کوئی دو

Marfat.com

ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کے چند کلمات نہیں کہتا جس کے ہر وعظ میں ہر جمعہ کو غیر مذاہب کے صدہا لوگ مسلمان ہوتے تھے۔

وہ باغ جو خدا جانے کتنی وسعت رکھتا تھا اور وہ مقبرہ جس کی حدود دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں' آج اس سمندر کی طرح ہے جو انقلاب زمانہ زبردست تھپیڑوں کے حلقہ گرداب میں آنسو بن کر رہ گیا ہو۔ باغ کا اب کسی کو یہاں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مقبرہ کے بلند چبوترہ کے سوا ایک چپہ زمین بھی اس مزار کے ساتھ نہیں۔ قریباً" سو سال سے دو درخت ایک نیم کا اور ایک پیلو کا اس مزار کو ابر رحمت بن کر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

ان کی قبر کے پاس غرب رویہ ان کے خادم حاجی میاں کی قبر ہے۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش

(رحمتہ اللہ علیہ)

ایک روز میں پیر ہجویر کے آستان پر بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے حضرت سے کہا کہ سرکار ولی تو اور بھی ہیں جو اس خطہ پاک میں آسودہ خاک ہیں لیکن جو شان روحانیت کا منظر آپ کے در پر پاتا ہوں وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ تیرے آستان پر عرش تا مرقد بارش نور ہی نور ہے جس سے کیفیات میں ایسا سرور ہے کہ آنے والے کو سکون ملتا ہے۔ تیرا مرقد مرکز تجلیات ہے۔ اہل دنیا کو تو صرف تیرا سنگ آستاں دیکھ پاتا ہے۔ تیرے روضے کی جالیوں سے لپٹ کر سکون ملتا ہے۔ تیرے مرقد کے خوبصورت گنبد اور در و دیوار نظر کو حیرت میں ڈالتے ہیں لیکن اس کے برعکس اہل نظر جو نگاہ باطن سے تیرے مقام اور تیری شان کو دیکھتا ہے تو اللہ اللہ پکار اٹھتا ہے۔ تیرے آستان پر مخلوق خدا کا دن رات تانتا بندھا رہتا ہے۔ کوئی طلب سکون کی خاطر آ رہا ہے۔ کوئی روحانیت سے مسرور ہو کر جا رہا ہے۔ کوئی

Marfat.com

کاسہ گدائی لئے تیرے در پر ڈیرا جمائے بیٹھا ہے۔ طالبان حق و صداقت تیرے آستان پر یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کوئی گڑگڑا کر دعا مانگ رہا ہے' کوئی عجز و نیاز کا پیکر بنا بیٹھا ہے۔ اہل فقیر بھی جذب و مستی کے عالم میں عشق حقیقی میں کھوئے ہوئے ہیں۔ کہیں گنہگار تیرے توسل سے بارگاہ رب العزت میں اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

بادشاہوں نے تیرے در پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے اور خدا جانے تاقیامت کرتے رہیں گے۔ بے شمار ولی تیرے آستان پر حقیقت کا جلوہ پانے آئے اور جام روحانیت بھر کر چل دئے۔ حضرت خواجہ معین الدین تیرے آستان پر معتکف رہے۔ آخر گنج بخشی کے راز کو مظہر نور خدا کہہ کر چل دئے۔ آخر یہ تو بتا کہ تیرا اتنا بلند مقام کیسے ہوا۔ ولی تو اور بھی ہوئے لیکن جو مقام تجھے ملا وہ پاک و ہند میں کسی اور کو نہیں ملا۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے تیرا نام اور دوبالا ہوتا جا رہا ہے۔ آخر یہ راز کی بات کیا ہے؟ مرقد پیر ہجویر سے آئی صدا نادان سوچتا ہے کیا۔ یہ تو خالق کائنات کا کرم ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہوا۔ اللہ کے محبوب کی نگاہ کرم نے ہمیں بھی محبوب کر دیا۔ یہ تو اس حب الٰہی کا بدلہ ہے جو ہمیں قریہ قریہ لئے پھری۔ یہ اس اتباع شریعت کا نتیجہ ہے جس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا خادم کر دیا۔ یہ تو صحبت مرشد کا فیض ہے جس نے مجھے صاحب فیض کر دیا۔ یہ تو میرے اللہ نے کفرزار لاہور میں شمع توحید روشن کرنے کا اعزاز دیا ہے کہ آج زبان خلق پر علی ہجویری کا نام ہے۔ گر تو بھی خدا سے کچھ چاہتا ہے تو عشق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب جا' اتباع شریعت میں نام پیدا کر اور یاد الٰہی میں کھو جا۔

آباؤ اجداد

حضرت علی ہجویری سادات عظام میں سے تھے۔ جب اسلامی حکومت میں کچھ

Marfat.com

افرا تفری پھیل گئی تو آل سادات کے افراد حاکمان وقت کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے غزنی میں جا کر آباد ہو گئے۔ غزنی میں آپ کے خاندان کا علم و فضل اور روحانیت میں بڑا چرچا ہوا۔ آپ کے حقیقی ماموں غزنی کے بلند پایہ عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ لوگ انہیں تاج اولیاء کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

نام و نسب

آپ کا نام علی ہے مگر آپ علی ہجویری کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ جس محلّہ میں آپ رہتے تھے اس کا نام ہجویر تھا اسی وجہ سے آپ ہجویری کہلائے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے مگر لاہور میں آپ داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید عثمان تھا۔

پیدائش

آپ کی ولادت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ افغانستان کے ایک مشہور شہر غزنی کے ایک محلّہ ہجویر میں 400ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ اسی محلّے کی رہنے والی تھیں لیکن آپ کے والد غزنی کے ایک اور محلے کے رہنے والے تھے جس کا نام جلاب تھا۔ انہی محلوں کی نسبت سے آپ کو ہجویری اور جلابی بھی کہا جاتا ہے۔

شجرہ نسب

آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت علی ہجویری

بن سید عثمان

بن سید علی عبدالرحمٰن

Marfat.com

بن شاہ شجاع

بن ابوالحسن

بن حسن اصغر

بن سید زید

بن حضرت امام حسن

بن حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

حصول علم

جس دور میں حضرت علی ہجویری غزنی میں پیدا ہوئے وہ دور علم و فضل کے اعتبار سے بہت اچھا تھا۔ بے شمار علماء، فضلاء اور اہل دانش غزنی میں رہتے تھے۔ غزنی کی فضا میں ہر طرف علم و فکر و معرفت کا چرچا تھا۔ چار سال سے زائد عمر میں آپ نے حروف شناسی کے بعد قرآن پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑے عرصہ میں آپ نے قرآنی تعلیم مکمل کر لی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے علوم پڑھے۔ بڑا ہونے تک آپ نے مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی، حدیث، فقہ، تفسیر، منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔

اساتذہ

جن اساتذہ سے آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل کی ان میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی، شیخ ابوالقاسم گرگانی، ابوالعباس احمد بن محمد قصاب، ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف بالذا تستانی، ابوسعید فضل اللہ بن محمد، ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان اور شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ نے اپنے بعض اساتذہ کا ذکر کشف المحجوب میں بھی کیا ہے۔

بیعت

Marfat.com

ظاہری علوم کے بعد معرفت حاصل کرنے کی غرض سے آپ مرشد کی تلاش میں نکلے۔ مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ دوران سفر آپ، نے سلسلہ عالیہ جنیدیہ میں حضرت ابوالفضل محمد بن ختلی کے ہاتھ پر بیعت کی جو شام میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور پیشوائے طریقت میں سے تھے۔ سلسلہ جنیدیہ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ہمارے تمام شیوخ و اکابرین سلسلہ جنیدیہ سے منسلک ہیں اور یہ طریقہ بڑا مشہور ہے۔ آپ نے ان کی زیر نگرانی سلوک کی ساری منزلیں طے کیں۔

آپ کا سلسلہ طریقت یوں ہے۔

سلسلہ بیعت

آپ مرید حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی
وہ مرید حضرت شیخ ابوالحسن علی حصری
وہ مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلی
وہ مرید حضرت جنید بغدادی
وہ مرید حضرت سری سقطی
وہ مرید حضرت معروف کرخی
وہ مرید حضرت داؤد طائی
وہ مرید حضرت حبیب عجمی
وہ مرید حضرت خواجہ حسن بصری
وہ مرید حضرت علی کے۔

حصول معرفت

آپ نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اپنے مرشد حضرت ابوالفضل کی صحبت میں گزارا۔ اس صحبت سے آپ کو معرفت حاصل ہوئی۔ آپ کے مرشد باشرع

Marfat.com

صوفی تھے' پابند صوم و صلوۃ تھے۔ ان کی غذا بہت سادہ اور نہایت ہی کم تھی۔ اسی طرح وہ بہت کم سوتے تھے اور سارا وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری کو بھی انہوں نے کم کھانے' کم سونے اور کم گفتگو کرنے کی ہدایت کی اور سارا دن یادِ الٰہی میں محو رہنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت داتا گنج بخش نے پابند شرع رہ کر اللہ کی بے پناہ عبادت کی اور سفرو حضر میں پیرو مرشد کا ساتھ دیا۔ اس صحبت مرشد اور یادِ الٰہی کا نتیجہ ہوا کہ آپ بہت جلد ولی کامل بن گئے اور آپ نے مرشد نے آپ کو خلافت عطا فرما کر خدمت دین کا حکم دیا۔

سیرِ و سیاحت

سیرو سیاحت حصول علم کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آپ نے عالم شباب کا زیادہ حصہ سیر اور سفر میں گزارا۔ اس سیرو سیاحت سے آپ کو ازحد علمی فائدہ ہوا۔ آپ کئی علماء و فضلا سے ملے اس کے علاوہ کئی مشائخ کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں جن سے روحانیت کو تقویت ملی اور آپ کو زندگی کے بہت سے تجربات اور مشاہدات حاصل ہوئے۔ آپ نے ایران' عراق' ترکی' عرب' ماوراالنہر' آزر بائیجان' خراسان' طبرستان' قہستان' کرمان اور خورستان کے علاقوں کی سیروسیاحت کی۔ ان علاقوں میں جن بزرگوں سے ملاقات ہوئی ان میں شیخ احمد بخاری' خواجہ رشید مظفر' خواجہ شیخ احمد حمادی' خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجودینی' شیخ ابوعبداللہ جنیدی' شیخ ابوالعباس دامغانی' شیخ ابو طاہر مکشوف' شیخ قاسم سدسی' شیخ ابواسحاق بن شہریار کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کاملین طریقت سے آپ کی صحبتیں ہوئیں۔ ان علاقوں میں بے شمار واقعات پیش آئے۔ ان مشاہدات اور واقعات کا ذکر آپ نے اپنی کتاب کشف المجوب میں کہیں کہیں کیا ہے۔

Marfat.com

اتباع شریعت

حضرت علی ہجویری اللہ کے وہ کامل ولی تھے جن کی ساری زندگی اتباع شریعت میں گزری۔ اگرچہ آپ نے سلوک اور معرفت کی منزلیں طے کرنے کے لئے بہت سی ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ جگہ جگہ کی سیروسیاحت کی' زندگی کا کچھ حصہ سفر میں گزارا۔ مسلسل چار سال تک سفر میں رہنے کے باوجود کبھی نماز باجماعت ترک نہ ہوئی اور جب جمعہ کا دن قریب آتا تو آپ کسی نہ کسی قصبے میں چلے جاتے اور نماز جمعہ ادا کرتے۔ کشف المحجوب میں آپ نے کئی مقامات پر اس اتباع شریعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک باطنی الجھن میں گرفتار ہو گیا۔ ایک روحانی راز تھا جو مجھ پر منکشف نہیں ہوتا تھا۔ اس کے انکشاف کے لئے میں نے بڑی ریاضت کی مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس سے پیشتر بھی ایک بار ایسا ہوا تھا اور میں نے حل کے لئے حضرت ابو یزید کے مزار پر چلہ کشی کی تھی۔ اس چلہ کشی کے نتیجے میں میری وہ باطنی مشکل حل ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی میں آپ کے مزار پر معتکف ہو گیا لیکن تین ماہ تک اعتکاف میں بیٹھے رہنے کے باوجود مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس دوران میں روزانہ تین دفعہ نہاتا اور تین ہی دفعہ طہارت کرتا۔ کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر میں نے خراسان جانے کے لئے رخت سفر باندھا۔ راہ میں ایک گاؤں میں قیام کیا۔ یہاں صوفیوں کا ایک گروہ مقیم تھا۔ یہ رسم پرست لوگ تھے۔ انہوں نے مجھے سادہ جامہ پہنے دیکھ کر کہا کہ یہ ہماری جماعت سے متعلق نہیں اور واقعی میں ان کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے قیام کے لئے جو جگہ دی خود اس سے بلند جگہ پر قیام کیا۔ خود تو نہایت لذیذ و نفیس غذائیں کھائیں اور مجھے ایک سوکھی روٹی کھانے کو دی۔ وہ لوگ میرا مضحکہ اڑاتے' خربوزے کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مولا کریم اگر ان

Marfat.com

کا لباس (گودڑی) وہ نہ ہوتا' جو تیرے دوستوں کا ہوتا ہے تو میں ان کی یہ زیادتی کسی صورت برداشت نہ کرتا۔ باوجودیکہ یہ رسم پرست صوفی مجھے ہدف طنز و ملامت بنا رہے تھے لیکن انبیاء اور اولیاء کی ایک بہت بڑی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے میرے دل کو بڑی مسرت حاصل ہو رہی تھی اور اس وقت مجھ پر یہ سربستہ راز کھل گیا کہ بزرگان طریقت کم فہموں کی زیادتی کیوں برداشت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ ملامت برداشت کرنا بھی روحانی مدارج کی بلندی کا زینہ ہے اور اس میں بھی بڑے مفادات ہیں۔

مقام ابو حنیفہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں علاقہ شام میں سفر کرتا ہوا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پر پہنچا۔ جب میری آنکھ لگی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی شیبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جیسے کوئی بچے کو لئے ہوتا ہے۔ میں فرط محبت سے بے قرار ہو کر آپ کی طرف دوڑا اور آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ میں بڑا حیران تھا کہ یہ ضعیف شخص کون ہے کہ حضور نے قوت باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "یہ تمہارے امام ہیں' امام ابو حنیفہ"۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شرع کے قائم رہنے والے احکام کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضور کو جو ان سے اس قدر ربط و محبت ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا ممکن نہیں اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ سے بھی خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے

Marfat.com

ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عراق میں ایک مشاہدہ

قیام عراق کے زمانے میں، میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں قرض کے بوجھ تلے دب گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی، وہ مجھ سے طالب امداد ہوتا اور میں، کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرتا۔ اس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے اور قرض خواہوں نے الگ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ عراق کے ایک سردار نے جو میرے حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ "تو نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکر الٰہی میں مانع نہ ہو جائیں۔ یوں اندھا دھند خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کے لئے بہت کافی ہے اور اس کے سوائے کسی میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ہر بندے کی کفالت کر سکے"۔ میں نے اس نیک دل سردار کی اس پر حکمت بات کو گرہ میں باندھ لیا اور اس تنگی سے چھٹکارا حاصل کیا۔

حکم مرشد

حضرت داتا گنج بخش نے حصول معرفت کی خاطر بے حد ریاضت و عبادت کی، صوف کا لباس پہنا، رضائے الٰہی اور علم کے لئے دربدر کی خاک چھانی۔ حب الٰہی میں فقروفاقہ کیا۔ عشق حقیقی کی خاطر صبر و ضبط سے کام لیا حتیٰ کہ ایک روز ایسا آیا کہ اللہ ان پر مہربان ہو گیا اور تکمیل معرفت ہوئی اور وہ وقت آ گیا کہ آپ کے ظاہری اور باطنی علم سے مخلوق خدا فائدہ اٹھائے اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرے۔ چنانچہ آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل بن حسن ختلی نے آپ کو حکم دیا کہ تم لاہور روانہ ہو جاؤ اور وہاں جا کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دو۔ حضرت علی ہجویری کے مرشد بھائی (حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے ایک

Marfat.com

اور مرید) حضرت شاہ حسین زنجانی پہلے سے لاہور میں موجود تھے اور اپنے وقت کے کامل ولی تھے۔ اس لئے حضرت علی ہجویری نے اپنے مرشد کا حکم سن کر دریافت کیا کہ پیرو مرشد! وہاں تو حضرت حسین زنجانی موجود ہیں اور وہ قطب الاقطاب ہیں' پھر وہاں میری کیا ضرورت ہے۔ حضرت ابوالفضل ختلی نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا تم لاہور روانہ ہو جاؤ۔

سفر لاہور

مرشد سے لاہور جانے کا حکم ملنے کے بعد آپ مرشد سے رخصت ہو کر اپنے وطن غزنی آئے۔ اس زمانے میں غزنی سے لاہور تک کا راستہ کافی دشوار گزار تھا کیونکہ اس راستے میں شمالی سرحدی علاقہ پڑتا تھا جس کا زیادہ حصہ پہاڑی ہے۔ چنانچہ آپ تین آدمیوں کے قافلے کی صورت میں لاہور چل دئے۔ آپ کے ساتھ شیخ احمد حمادی سرخی اور شیخ ابو سعید ہجویری تھے۔ اللہ کے یہ تینوں درویش انتہائی مشقت کے بعد پہاڑی علاقے کو عبور کرتے ہوئے پشاور آئے اور پھر وہاں سے منزل بہ منزل لاہور آئے۔ راستے میں آپ کو پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ آپ کی لاہور میں آمد کا سن 431ھ بمطابق 1041ء ہے۔

میراں حسین زنجانی کا جنازہ

جب آپ لاہور میں آئے تو شام ہو چکی تھی اس لئے بیرون شہر ہی شب باش ہوئے۔ دوسرے روز لاہور شہر کی مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطب لاہور حضرت شاہ حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی کا ہے۔ اس وقت آپ کو اپنے مرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انہوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وہاں تو میرے پیر بھائی حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جب آپ نے حسین زنجانی کے

Marfat.com

جنازے میں شرکت کی تو مرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی۔

قیام لاہور

حضرت علی ہجویری نے تشریف آوری کے بعد لاہور میں قیام کیا جہاں آجکل آپ کا آستانہ ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں لاہور شہر کی آبادی کے باہر تھا اور بے آباد تھا۔ اللہ کے فقیروں نے ہمیشہ ہی خلوت اور ویرانے کو پسند فرمایا ہے۔ اسی لئے حضرت علی ہجویری نے آبادی سے باہر ویرانے میں ڈیرہ جمایا۔

آپ کی تشریف آوری سے قبل خطہ لاہور اسلام سے روشناس ہو چکا تھا کیونکہ آپ سے پہلے یہاں مسلمان سپاہی جو مسلمان فاتحین کے ہمراہ آئے تھے' آباد ہو چکے تھے مگر ان کے علاوہ اولیاء اللہ بھی اس سرزمین میں شمع اسلام کو منور کر چکے تھے۔ آپ سے قبل جن بزرگوں نے تبلیغی خدمات سرانجام دیں ان میں حضرت سید حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی' حضرت یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان زنجانی' حضرت موسیٰ زنجانی اور حضرت سید اسماعیل بخاری مدفون ہال روڈ لاہور کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں اور یہ حضرات آپ سے قبل رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر چکے تھے۔ مگر آپ کے آنے سے' آپ سے قبل کے سلسلہ کو مزید تقویت پہنچی اور اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

شیخ حسام الدین سے ملاقات

لاہور میں تشریف آوری پر آپ کی ملاقات ایک بزرگ شیخ حسام الدین سے بھی ہوئی۔ یہ بزرگ بھی مخدوم علی ہجویری کی آمد سے قبل اہل لاہور کو اسلام کا پیغام دے چکے تھے۔ خود حضرت علی ہجویری نے دیار ہند میں ان سے ملاقات کا حال بیان کیا ہے اور ان کے متعلق تعریفی کلمات استعمال کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

شیخ حسام الدین ایک پاک نیت بزرگ تھے انہوں نے اٹھتر سال کی عمر میں

Marfat.com

انتقال کیا۔ میں ان کی بیماری کے آخری دن ملاقات کے لئے گیا۔ اس وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان! دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو"۔

شیخ ہندی کا قبول اسلام

سب سے پہلے جس غیر مسلم کو آپ نے حلقہ بگوش اسلام کیا وہ والی کابل و غزنی کی طرف سے پنجاب کا نائب حاکم رائے راجو تھا' جو ہندو تھا۔ گورنر پنجاب رائے راجو ایک مشہور و معروف شخصیت کا حامل تھا۔ رائے راجو نے جس طرح اسلام قبول کیا اس کا واقعہ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر دودھ کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور یہ دودھ ہمیں دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا میں یہ دودھ نہیں دے سکتی کیونکہ یہ دودھ ہم کو مجبورا" رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے اگر نہ دیں تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے دودھ کے بجائے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ اس عورت کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا تم اگر یہ دودھ ہمیں دے دو گی تو اللہ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ چنانچہ اس عورت نے دودھ آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا پی لیا اور باقی دریا میں پھینک دیا۔ جب بوڑھی عورت واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سارے برتن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔ یہ خبر آناً" فاناً" قرب و جوار کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز دیہاتوں سے اپنے اپنے جانوروں کا دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے مٹکے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر

Marfat.com

اپنے اپنے جانوروں کو دوہا تو انہوں نے بھی ۔ بے حساب دودھ دیا۔ اس کرامت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی دودھ والا بھی رائے راجو جوگی کی طرف رخ نہیں کرتا تھا۔ لوگ آپ کے پاس جوق در جوق آنے لگے۔ رائے راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ دودھ تو آپ نے ہمارا بند کرا دیا ہے اب میں آپ کا کوئی اور کمال دیکھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں کوئی جادوگر تو ہوں نہیں جو کمالات دکھا سکوں میں تو ایک عاجز و مجبور انسان ہوں' باقی اگر تم میں کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔ چونکہ اس جوگی نے بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور مجاہدہ میں زندگی گزاری تھی' اس نے آپ کے سامنے کئی کرشمے دکھائے حتیٰ کہ ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ ہوا میں اڑ رہا تھا تو آپ نے اپنی جوتی مبارک اس کی طرف پھینک دی اور وہ جوتیاں اس کے سر پر پڑنے لگیں۔ جب حق کے سامنے باطل کی کوئی پیش نہ گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے دست حق پر بیعت ہو گیا۔ اس بیعت کے بعد آپ اس کی باطنی اور روحانی اصلاح فرماتے رہے۔ تحقیقات چشتی میں درج ہے:

"رائے راجو جو حاکم پنجاب کا نائب تھا وہ حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہو گیا"۔

چونکہ یہ پہلا ہندو بلکہ پہلا ہندوستانی تھا جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس لئے حضرت نے اپنی دلی خواہش سے بطور یادگار اس کا نام "شیخ ہندی" رکھا۔ سابقہ سجادہ نشین انہی کی اولاد میں سے تھے۔

لاہور میں تعمیر مسجد

حضرت داتا صاحب نے لاہور میں تشریف لا کر سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ موجودہ مسجد بعد میں از سرنو تعمیر ہوئی ہے۔ ان کے ادب و احترام اور یادگار کے طور پر یہ مسجد اسی مسجد کی زمین پر تیار کرائی گئی ہے۔ وہ مسجد آپ نے

Marfat.com

اپنی گرہ سے بنوائی اور کون کہہ سکتا ہے کہ دیگر مزدوروں کے ساتھ آپ نے بھی کس خلوص، کس جوش و شوق اور ولولہ سے دیواریں چنی ہوں گی، چھت ڈالی ہو گی اور سر پر مٹی کی ٹوکریاں اٹھائی ہوں گی۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے گو اس ملک میں اسلام کا زیادہ چرچا نہ تھا تاہم مسلمان خواہ وہ غیر ملکی حاکم تھے یا وہ لوگ جو ہندوستان میں مسلمان ہو گئے تھے، ضرور موجود تھے اور ان کے لئے مسجدیں تھیں لیکن یہ پہلی مسجد تھی جو ایک مسلمان ولی اللہ نے اپنے صرف سے اور اپنے ہاتھوں سے لاہور میں تعمیر کی۔

مسجد سے متعلق ایک کرامت

شہزادہ داراشکوہ سفینۃ اولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے جب یہ مسجد بنائی تو اور مسجدوں کی نسبت اس کے قبلہ کا رخ ذرا سا بظاہر مسجد کا رخ جنوب کی سمت کو مائل معلوم ہوتا تھا۔ لاہور کے علماء نے اس پر اعتراض کیا کہ اس مسجد کا رخ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے اس وقت تو ان کے اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب مسجد بن کر مکمل ہو گئی تو ایک دن تمام شہر کے علماء کو مدعو کیا اور جب نماز کا وقت ہوا تو خود نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اب دیکھو قبلہ کس طرف ہے۔ جب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو یکبارگی قبلہ بالمشافہ بچشم ظاہر نظر آیا۔ حضرت نے فرمایا بتاؤ قبلہ کدھر ہے۔ قبلہ کو سیدھے رخ پر دیکھ کر سب معترضین نادم ہوئے اور آپ سے معذرت چاہی۔ آپ کی کرامات کے ذریعہ گردونواح میں شہرت پھیلی اور بے شمار لوگ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل ہوئے۔

لاہور میں حضرت مخدوم علی ہجویری کی درسگاہ

جو مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی اسی کو آپ نے تمام تبلیغی و تدریسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس مسجد میں آپ باقاعدہ درس دیا کرتے تھے اور یہیں مسلمان

Marfat.com

طالب علم آپ سے عربی اور قرآن حکیم کے سبق لیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے ساتھ آپ نے ایک حجرہ تعمیر کرا لیا تھا۔ تبلیغ و تدریس کے بعد آپ اسی حجرہ میں استراحت فرماتے تھے۔ یہ مسجد اب بے نشان ہو گئی ہے البتہ اس کا نشان اس رنگ میں آج بھی موجود ہے۔

آپ نے درس و تدریس کے بارے میں خود رسالہ کشف اسرار میں تحریر کیا ہے کہ جب میں ہندوستان پہنچا اور نواح لاہور کو جنت نظیر پایا تو یہیں بیٹھ گیا اور لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس طریق سے حکومت کی بو دماغ میں پیدا ہو رہی ہے تو میں نے لوگوں کو درس دینا چھوڑ دیا۔

ازواجی زندگی

آپ نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ازواجی زندگی اختیار کی لیکن آپ اپنی زندگی کی طرف زیادہ مشغول نہ ہوئے جس طرح کہ ایک عام دنیا دار ہو جاتا ہے۔ کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویری نے دو نکاح کئے۔ پہلی شادی ابتدائی جوانی میں ہوئی مگر وہ عفیفہ جلد ہی فوت ہو گئیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد تجرد اختیار کیا۔ یہ سلسلہ گیارہ سال تک قائم رہا حتیٰ کہ دوسرے نکاح کا موقع خود بخود فراہم ہو گیا۔ جس کے بارے میں آپ اس طرح فرماتے ہیں:

"میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ خداوند کریم نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا مگر تقدیر نے آخر مجھے نکاح میں گرفتار کر دیا اور ارادہ و خواہش کے بغیر اس فتنے میں پھنس گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں ایک پری صفت کا بن دیکھے عاشق و شیفتہ ہو گیا۔ ایک سال اسی پریشانی اور اضطراب میں مبتلا رہا۔ چنانچہ نزدیک تھا کہ میرا دین و ایمان تباہ ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمال لطف و کرم سے عصمت و عفت کو میرے قلب کے استقبال کے لئے بھیجا اور

Marfat.com

اپنی رحمت و اعانت سے مجھے اس فتنہ سے نجات دلا دی"۔

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس متاہل زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے اور دونوں شادیاں آپ نے اپنے والدین کے حکم کی تعمیل میں کی تھیں۔ آپ کی دوسری بیوی بھی ایک سال زندہ رہیں اور آپ جلد ہی اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ ان دونوں میں سے کسی نہ کسی بیوی کے بطن سے اولاد بھی پیدا ہوئی کیونکہ آپ کی کنیت "ابوالحسن" سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام آپ نے حسن رکھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ بیٹا صغر سنی میں فوت ہو گیا۔

قاری زوار بہادر ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

تبلیغ و فیوض و برکات

حضرت علی ہجویری کے قدم سے اہل پنجاب اور اہل لاہور کو بالخصوص بہت سے روحانی فیوض نصیب ہوئے اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو آپ کے اخلاق حسنہ اور کلام پر تاثیر سے اسلام کی لازوال دولت نعمت میسر ہوئی۔

آپ کی زندگی اور آپ کے کلام اور کام نے وہ کام کیا جو تیرو تفنگ، تیغ و تبر اور توپ و بندوق سے بھی ناممکن تھا۔ لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور اس مظہر نور خدا، عارفوں کے پیر اور کاملوں کے رہنما کی توجہ سے تاریکی سے روشنی اور جہالت سے شائستگی، بے علمی سے علم اور کفر سے اسلام میں آتے تھے۔ بلکہ اس خطے کی خوش نصیبی تھی کہ خدائے عزوجل نے آپ جیسی ہستی کو یہاں مامور فرمایا۔ جہاں نہ صرف آپ کی حیات میں لوگ اسلام کی دولت سے مالامال ہوتے رہے بلکہ آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اس مرجع خلائق مزار پر ولی، غوث، قطب، ابدال اور قلندر حاضر ہوتے اور اپنی روحانی منازل کی تکمیل کرتے رہے۔

آپ کی تبلیغ کے بارے میں مفتی غلام سرور کا بیان ہے کہ:

"انہوں (حضرت مخدوم علی ہجویری) نے لاہور میں آکر ہنگامہ فضیلت و شیخیت کو گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس اور رات کو طالبان حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعہ سے عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رو بہ راہ، ہزاروں دیوانے صاحب عقل و ہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں

Marfat.com

فاسق نیکوکار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلا تھا۔ دور دور سے شیخ حضرت کی خدمت میں آکر بہرہ یاب ہوتے"۔

حضرت مخدوم علی ہجویری اسلام کے پہلے مبلغ نہ تھے کہ آپ سے پہلے یہاں اسلام پہنچ چکا تھا اور بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ کے زمانے میں لاہور میں ہندوؤں کا بہت زیادہ زور تھا۔ اس لئے تبلیغ دین کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے آپ کو بے شمار تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا پڑا بلکہ لاہور میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو دوبالا کرنے کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔

حضرت علی ہجویری کی لاہور میں دوبارہ تشریف آوری

آپ لاہور میں دو بار تشریف لائے۔ پہلی بار 431ھ میں آئے اور یہاں 21 سالوں سے زیادہ عرصہ گزارنے کے بعد واپس اپنے مرشد کے پاس گاؤں بیت الجن جو شام میں دمشق کے قریب تھا' گئے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے مرشد کا انتقال 453ھ میں ہوا۔ ان کے وصال کے بعد آپ دوبارہ لاہور میں تشریف لائے اور علم و عرفان کے دریا بہانے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت علی ہجویری کی تصنیفات

ذات خداوندی نے آپ کو علوم ظاہری اور باطنی سے بہت نوازا تھا اور خاص کر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اسرار و رموز عطا فرمائے جو بہت کم اولیاء کو نصیب ہوئے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حصول علم کے لئے جو سیاحت کی اس سے آپ کو بے شمار مشاہدات کا حصول ہوا۔ چنانچہ آپ نے مخلوق خدا کو

Marfat.com

راہ راست پر لانے کی خاطر اور طالبان معرفت کی راہ نمائی کے لئے چند گراں قدر کتب تصنیف کیں جن میں کشف المحجوب خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ کی تصانیف میں شریعت اور علم و عرفان کا سمندر موجزن ہے۔ اہل نظر کو آپ کی کتب سے تلاش حق کی منزل کو پانے میں راہنمائی ہوئی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس صوفی کو کوئی ظاہر مرشد کی راہنمائی نہ مل سکے لیکن وہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے تو راہ حق مل جاتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلی تصنیف بارہ سال کی عمر میں لکھی۔ آپ نے جو کتب لکھیں ان کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

1. دیوان شعر

یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ یہ دیوان صوفیانہ اور عارفانہ کلام پر مبنی تھا۔ اس کی نسبت وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے پڑھنے کے لئے لیا۔ ایک ہی نسخہ میرے پاس تھا' وہ دے دیا۔ اس غارت گر نے دیوان میں جہاں جہاں میرا نام آتا تھا' اپنا نام لکھ دیا اور میری ساری محنت ضائع کر دی۔

2. منہاج الدین

یہ آپ کی دوسری تصنیف ہے لیکن اس کا حشر بھی پہلی تصنیف ہی کی طرح ہوا۔ یہ کتاب طریق تصوف کے بیان میں تھی۔ اس میں اصحاب صفہ کے مناقب تفصیل سے بیان کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ کتاب میں حضرت الحسین بن منصور حلاج کے احوال کی ابتدا اور انتہا کو بیان کیا گیا۔

3. البیان لاہل العیان

یہ آپ کی تیسری کتاب تھی۔ اس میں اہل دنیا اور دنیا کی ناپائیداری پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جن لوگوں کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی طرف متوجہ

Marfat.com

نہیں ہوتے۔

4. اسرار الحزق والموئنیات

یہ کتاب شیخ و مرید کے باب میں لکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر بھی آپ نے کشف المحجوب میں اس موقع پر کیا ہے جہاں شیخ کے آداب و فضائل کا بیان ہے۔

5. بحر القلوب

یہ کتاب بھی ناپید ہے لیکن اس کا ذکر آپ نے کشف المحجوب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں باب جمع میں ایک طویل فصل بیان کی ہے۔

6. کتاب فنا و بقا

بچپنے اور علمی ناپختگی کے دور میں لکھی گئی۔

7. بالرعایت بحقوق اللہ

یہ آپ کی ساتویں کتاب ہے۔ اس میں مسئلہ توحید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو بھی بیان کیا گیا ہے جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں اور جو لوگ کئی خداؤں کو مانتے ہیں ان کا قوی دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

8. کشف الاسرار

یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے لیکن تصوف اور معرفت کے نکات و رموز سے مالامال ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک نکتہ کئی کئی صفحات کی تشریح کا محتاج ہے۔ یہ کتاب لاہور میں لکھی گئی۔

Marfat.com

9. شرح کلام

یہ کتاب حضرت حسین بن منصور حلاج کا کلام کی شرح پر لکھی گئی تھی جس میں منصور کے کلام کے باطنی نقاط پر روشنی ڈالی گئی لیکن یہ بھی ناپید ہے۔

10. کشف المحجوب

یہ تصوف کے موضوع پر آپ کی ایک معرکتہ الارا کتاب ہے جو ہر دور میں مقبول عام ہے۔ آپ کی تمام تصانیف سے یہی ایک تصنیف ایسی ہے جو ضخیم ہے اور عام ملتی ہے۔ کشف المحجوب میں تصوف و معرفت کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نظرانداز کیا گیا ہو۔ یہ کتاب گم گشتگان راہ ضلالت کے لئے ایک چراغ ہدایت ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر اب اس کے اردو اور دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم چھپ چکے ہیں۔ اس کتاب کو آپ نے اپنے وطن میں لکھنا شروع کیا لیکن جب آپ لاہور آئے تو اسے ساتھ لے آئے اور لاہور میں اس کی تکمیل کی اور زیادہ حصہ لاہور میں تصنیف شدہ ہے کیونکہ اسی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب حضرت ابوسعید ہجویری جو آپ کے ساتھ آئے تھے' کے کہنے پر لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ایک نادر خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت علی ہجویری کی شاعری

آپ نے عشق الٰہی کے غلبہ میں آکر کئی اشعار کہے جو حقیقت اور معرفت سے لبریز تھے۔ آپ کی شاعری پر مشتمل دو کتابیں تھیں۔ ایک دیوان شعر اور دوسرا رسالہ کشف اسرارن۔ پہلی کتاب تو ناپید ہے اور دوسری کتاب ملتی ہے۔ کشف الاسرار میں آپ نے اپنے دیوان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''میں نے

Marfat.com

بہت سے شعر کہے ہیں بلکہ ایک دیوان بھی تیار کیا ہے جو دیکھنے والوں کی نظر میں بہت پسند اور مرغوب ہوا ہے"۔

شاعری میں آپ نے کسی سے اصلاح نہیں لی اور نہ تکلف، غور، تصنع اور دماغ سوزی کو شاعری میں دخل دیا ہے بلکہ بے ساختہ جو کچھ زبان پر آیا ہے اور یاد الٰہی نے جس قسم کی تڑپ دل میں پیدا کی ہے ویسے ہی اشعار موزوں ہوتے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"اے مرید! میں ہر روز یار کے دیدار کو جاتا ہوں اور وہ کبھی کبھی مجھے جلوہ بھی دکھاتا ہے اور میں نے اپنے دیوان کو اسی حالت میں کہا ہے کہ جب یار کا منہ دیکھا، جو کچھ بے اختیار منہ سے بغیر فکر کے نکلتا گیا وہ دیوان بن گیا۔

نمونے کے طور پر آپ کی غزل کے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

اشتیاقت روز و شب دارم دلا!
عشق تو دارم نہاں و برملا

جاں بخواہم داد اندر کوئے تو
گر مرا آزار آید یا بلار

سوز تو دارم میاں جان و دل
میدہم از عشق تو ہر سو صدا

یا خداوندا رقیباں را
مست دریافت بگرداں یا مرا

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش کے ارشادات عالیہ

اللہ کے محبوب بندوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عوام الناس اور طالبان حق و صداقت کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ حکمت اور معرفت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ اور محبوب اولیاء میں سے ہیں۔ ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ ہمارے لئے نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان آپ کے ارشادات پر عمل کرنے لگ جائے تو ایک نہ ایک دن اسے ضرور حق و صداقت کا راستہ مل جائے گا۔ آپ کے چند ارشادات عالیہ پیش خدمت ہیں۔

1. آپ فرماتے ہیں دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ توبہ گناہ کو' جھوٹ رزق کو' غیبت عمل کو' غم عمر کو' صدقہ بلا کو' غصہ عقل کو' پشیمانی سخاوت کو' تکبر علم کو' نیکی بدی کو' عدل ظلم کو۔

2. نفس ایک باغی کتا ہے۔ کتے کا چمڑہ جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔

3. تصوف اور معرفت کے طریقہ کی بنیاد اور قاعدہ سب ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔

4. غافل امراء' کاہل فقراء اور جاہل درویشوں کی صحبت سے پرہیز کرنا عبادت میں داخل ہے۔

5. عارف کے لئے عالم ہونا ضروری ہے لیکن ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔

6. جب فقیر کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا سامان سفر اور توشہ آخرت برباد ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

7. سب نبی ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔
8. اپنے سے غائب ہونا حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری سے اپنی غیبت۔
9. روح ایک لطیف شے ہے جو خدائے بزرگ و بلند کے حکم سے آمدورفت رکھتی ہے۔
10. تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے دشمن ہیں جب تم مرو گے تو یہی ہاتھ کہیں گے کہ غیر چیز کو کیوں چھوا' پاؤں کہیں گے بری جگہ کیوں گئے اور آنکھیں سوال کریں گی کہ تم نے بری نگاہ سے کیوں دیکھا۔
11. نفس کی مثال شیطان کی ہے اور اس کی مخالفت عبادت کا کمال ہے۔
12. صوفی وہ ہے جس کی گفتار و کردار میں کوئی فرق نہ ہو اور جو اخلاق کی تہذیب کا کام کرے۔
13. بندہ کے لئے سب چیزوں سے زیادہ مشکل خدا کی پہچان ہے۔
14. جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی راستہ پر نہیں لا سکتا اور جس کو خدا سیدھی راہ دکھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔
15. خدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔
16. مندرجہ ذیل آٹھ کلمات پر عمل پیرا ہونے سے خدا شناسی حاصل ہوتی ہے۔

1. جب نماز ادا کرو تو دل کو قابو میں رکھو۔ 2. نماز باجماعت ادا کرو۔ 3. کسی کے گھر جاؤ تو آنکھ محفوظ رکھو۔ 4. مخلوق خدا کے پاس آؤ تو زبان کی نگہداشت لازمی امر ہے۔ 5. رب العزت کو فراموش نہ کرو۔ 6. موت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ 7. جو کسی کے لئے کرو اسے بھول جاؤ۔ 8. جو کوئی بدی کرے اسے فراموش کردو۔

Marfat.com

17. صوفی وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

18. فقیر کی معرفت (اور آزمائش اور پہچان) کے لئے سیر دنیا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔
قل سیروافی الارض

19. نماز ایسی عبادت ہے کہ طالبان حق اللہ کی راہ میں ابتدا سے لے کر انتہا تک اس ذریعے سے راستہ پاتے ہیں اور اس میں ان کے مقامات کھلتے ہیں۔

20. اولیاء اللہ خدا کے ملک کے والی اور منتظم ہیں۔ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے۔ زمین سے پیداوار ان کے احوالوں کی صفائی سے ہوتی ہے۔

21. بوڑھوں کو چاہئے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر کریں کیونکہ ان کے گناہ بہت کم ہیں اور جوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

22. جس کام میں نفسانی غرض آجائے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ نفس کو اس کی خواہشوں سے دور رکھنا جنت کے دروازے کی چابی ہے۔

23. غذا کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ طبیعتوں کا برقرار رکھنا کھانے اور پینے کے بغیر نہیں ہے لیکن شرط مروت یہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔

24. مشاہدہ حق اولیاء اللہ کے توسل عالی سے ہو سکتا ہے۔

25. اگر کسی مزار یا قبرستان کے قریب سے تمہارا گزر ہو تو ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنی چاہیے تاکہ وہ تمہارے لئے بھی رب العزت کے حضور دعاگو ہوں۔

26. سچ جانو کہ تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو پھر اس تکبر و نخوت سے کیا حاصل۔

Marfat.com

27. اگر کسی کھجور کی گٹھلی بھی تیرے پاس ہو تو اس کے حوالے کر دے اور اسے اپنے پاس نہ رکھ۔

28. رب العزت کے سوا کسی دوسری چیزیں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

29. جب کسی دوست کا راز تجھ پر آشکار ہو جائے تو اس کا اظہار نہ کر کیونکہ منصور حلاج نے ایک ذرہ برابر اظہار کیا تھا اور اس کے بدلے اسے سر دینا پڑ گیا۔

30. جو چیز بندے کو خدا سے دور اور غائب کر دے وہ عزت نہیں بدترین قسم کی ذلت ہے۔

وصال مبارک

فرمان خداوندی ہے کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کیونکہ دستور الٰہی نہیں بدلتا اور ولی کو اس دار فانی سے کوچ کرنا پڑا۔ آخر اللہ کے اس ولی کامل پر وہ وقت آ ہی گیا جس اس کی روح اس جسد خاکی سے بے نیاز ہو کر بارگاہ رب العزت میں نیازمند ہو گئی۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ بیمار ہوئے اور چند دن بیمار رہنے کے بعد اپنے حجرے میں وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے موقع پر شیخ احمد بندی اور کچھ دوسرے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اس روز اس دھرتی کو آپ کے آسودہ خاک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ فضل ربی سے اللہ کا انعام یافتہ ولی دریردہ ہو کر خلق خدا کی فیض رسانی پر مامور ہو گیا۔ حضرت علی ہجویری نے 65 برس کی عمر پا کر 465ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی تاریخ وصال 20 صفر بیان کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب لیکن کئی مورخین نے آپ سے اس تاریخ وصال سے اختلاف کیا ہے۔

Marfat.com

مزار اقدس

آپ کا مزار لاہور میں بھاٹی دروازہ کے بیرون غربی جانب ہے۔ آپ کا دربار پاک و ہند میں بہت مشہور ہے۔ اسے سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے خاندان میں سے ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی نے صرف کثیر سے بنوایا تھا۔ اس کے بعد شاہان مغلیہ نے بھی مزار مقدس کی توسیع میں تھوڑا بہت حصہ لیا۔ مزار اقدس کی مسجد کو گلزار شاہ نامی ایک مخیر شخص نے زر کثیر سے تعمیر کروایا۔

آپ کے مزار اقدس پر دن رات بے شمار خواتین و حضرات حاضری دیتے ہیں۔ آپ نہ صرف عام لوگوں میں محبوب رہے بلکہ آپ کے دربار پر تقریباً" ہر حاکم وقت حاضر ہوا اس کے علاوہ بے شمار اولیاء کرام نے بھی آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کے قدموں میں اعتکاف کیا اور فیوض و برکات کو پایا۔ انہوں نے آپ کو گنج بخش کے نام سے یاد کیا جو بعد میں ہر خاص و عام میں مقبول ہوا۔

علامہ اقبال کا نذرانہ عقیدت

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب

Marfat.com

از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد تیار عشق
از جبینش آشکار اسرار عشق

حضرت شیخ ابو سعید لاہوری

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ حضرت داتا گنج بخش کے زمانے کے بزرگ تھے اور کشف المحجوب میں کئی مقامات پر حضرت داتا گنج بخش نے آپ کو مخاطب کیا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کشف المحجوب جیسی عظیم کتاب حضرت ابو سعید کے سوالوں کی وجہ سے لکھی گئی۔ آپ کے بارے میں حضرت داتا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق مستعد ہو گیا اور اس کتاب سے تمہارا مقصود پورا کرنے کے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے مجھے سوال کے قابل سمجھا اور اپنے واقعہ کے متعلق مجھ سے پوچھا اور اس کتاب کی تالیف کی درخواست کی کیونکہ تمہارا مطلب اس سے فائدہ حاصل کرنا تھا لہٰذا تمہارے سوال کا حق ادا کرنا مجھ پر واجب ہو گیا۔ اس لئے میں نے کتاب لکھ کر تمہاری مراد پوری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کا نام کشف المحجوب رکھا۔ آگے چل کر پھر فرماتے ہیں "سائل ابو سعید ہجویری نے سوال کیا کہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں کہ راہ تصوف کیا ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کو کون کون سی منازل اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ہر مقام کی کیفیت کیا ہے۔ اہل تصوف کے مختلف مذاہب کی تفصیل کیا ہے۔ تصوف کے رموز و ارشادات کیا ہیں۔ خداوند قدوس سے محبت کا مقام

Marfat.com

کیونکر حاصل ہوتا ہے اور لوگوں میں محبت کا جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک کی حقیقت و ماہیت تک عقل انسان کی رسائی کیوں نہیں۔ نفس امارہ کی اصلاح کے کیا طریقے ہیں اور لوگ حقیقت سے آگاہی کے بعد اس طرف کیوں نہیں آتے۔ جو لوگ حقیقت پا لیتے ہیں ان کی روح کو تسکین کیسے نصیب ہوتی ہے اور دوسرے متعلقہ امور میں ان سب کا بیان کیجئے"۔ ایک اور مقام پر داتا صاحب فرماتے ہیں کہ "میں تم پر قربان جاؤں۔ علم اور عمل کو جب تک یکجا نہ کریں تو علم پاکیزہ و صاف نہیں ہوتا اور نہ اس کے حاصل کرنے والے کی زندگی میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے"۔

حضرت ابو سعید ہجویری جن کی رہنمائی کے لئے حضرت داتا صاحب نے کشف المحجوب لکھی ہے' ان کا نام کتاب مذکورہ میں ہر جگہ انتہائی محبت اور پیار سے کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

"اور ابو سعید ہجویری تجھے اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے دوسرے لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جن احکام خداوندی پر زور دیا گیا ہے ان کی ہمیشہ تکمیل کرتے رہو اور ہمت و توفیق عطا کرنا تو پروردگار کے اختیار میں ہے"۔

آپ کی قبر بھی حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس کی دوسری جانب ہے۔ حضرت داتا گنج بخش' حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی اور حضرت شیخ ابو سعید ہجویری کی قبور ایک تہ خانہ میں ہیں۔ موجودہ گنبد کے نیچے ان کے نشانات ہیں۔

حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری کے مزار پرانوار کے

Marfat.com

ساتھ سبز گنبد کے نیچے ایک چھوٹی سی قبر ہے۔ آپ سرخس کے رہنے والے اور حضرت داتا گنج بخش کے رفیق خاص تھے۔ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور قیام لاہور کے دوران آپ کے ساتھ رہے۔ سرخس خراسان کا قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ یہ شہر شیخ لقمان سرخسی کی طرف منسوب ہے۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے کہ جب وہ وہاں گیا تھا۔

شیخ احمد حمادی ماوراالنہر کے سفر میں حضرت داتا گنج بخش کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب شیخ احمد نے یہ دیا کہ "میں اپنے زمانے میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو دونوں جہانوں کی مجھے کوئی خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے بہتر سمجھتا ہوں"۔ ایک دوسرا واقعہ کشف المحجوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ تیری توبہ کس طرح ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں سرخس سے باہر جنگلوں میں چلا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جس دن میں کسی مسافر کو اپنے حصہ کا کھانا کھلا دیا کرتا تھا وہ دن میرے لئے خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر بلندی پر جا بیٹھا اور وہاں سے چیخ ماری۔ اس گرج سے اردگرد کے درندے از قسم بھیڑیئے، لومڑ اور گیدڑ وغیرہ آ گئے۔ ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور پھر دوبارہ بلندی پر جا بیٹھا۔ اب تمام جانور اونٹ کا گوشت مزے لے کر کھانے لگے۔ جب وہ سب سیر ہو کر چلے گئے تو شیر نیچے اترا کہ وہ بھی کچھ کھا

Marfat.com

لے کہ اتنے میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اس طرف کو آ رہی تھی۔ شیر واپس چلا گیا۔ جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر آ گیا اور اس نے بھی تھوڑا سا گوشت کھایا۔ میں دور سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ شیر میرے پاس آیا اور ایمائے ربانی سے یوں گویا ہوا "اے احمد! لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ تو انسان ہے تجھے لائق ہے کہ اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے۔ احمد حماد سرخسی فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیر کی باتیں سنیں تو مجھ پر ایثار کے راز کھلے اور میں نے دنیا کے تمام معاملات سے توبہ کر لی۔ یہی میری زندگی کا ابتدائی دن تھا۔

صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی کے ہمراہ وفاقی وزیر صنعت جناب لیاقت علی جتوئی اور بریگیڈیئر (ر) محمد اکرم خان

Marfat.com

حضرت شیخ حسام الدین لاہوری

حضرت داتا گنج بخش کے رسالہ کشف الاسرار میں ایک قدیم لاہوری بزرگ شیخ حسام الدین کا ذکر ملتا ہے جو حضرت سید علی ہجویری کے لاہور آنے سے قبل ہی لاہور میں رشد و ہدایت و تلقین و ارشاد میں مشغول تھے۔ حضرت داتا گنج بخش بیان کرتے ہیں کہ شیخ حسام الدین ایک پاک طینت بزرگ تھے۔ انہوں نے بعمر 78 سال لاہور میں انتقال فرمایا۔ ان کی بیماری کے آخرن دن ان کی عیادت کے لئے گیا تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ جس وقت وہ آخری سانس لے رہے تھے تو میں ان کے منہ کے قریب اپنے کان لے گیا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے اللھم انت ربی وانا عبدک (اے میرے رب تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں)۔

میں نے ان سے عرض کی کہ اے شیخ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اے علی! کسی کا دل نہ دکھانا اور کوشش کرنا کہ تجھ سے ناراض نہ ہو۔ جس قدر ممکن ہو لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا مگر باوجود اس بات کے بھی کسی کو اپنا دوست نہ سمجھنا نیز اپنے علم کو ضائع نہ کرنا بلکہ اس سے کام لینا۔ مال اور اولاد کو اپنے لئے فتنہ سمجھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے انما اموال کم و اولاد کم فتنہ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں)۔ میری حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اس وقت میری جان نکل رہی ہے مگر نہ میرا بیٹا میری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی رشتہ دار کام آسکتے ہیں۔ جو کچھ میں نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہی میرا توشہ ہے اور وہی میرے

Marfat.com

آگے میرے کام آئے گا۔ دوسری جگہ تحریر ہے۔

ایک بار شیخ صاحب مذکورہ نے کہا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعا مانگے تو اللہ اس کی مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔ نیز میں نے ان سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔ 1۔ حق کی مدد۔ 2۔ خاموشی۔ 3۔ بھوک۔ 4۔ تنہائی۔ 5۔ خلق کے میل جول کو ترک کرنا۔ 6۔ ہر وقت خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ (کشف الاسرار)

ان تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ حسام الدین نہایت ہی عابد و زاہد بزرگ تھے جنہوں نے مخدوم علی ہجویری سے قبل لاہور میں تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ وصال کے بعد آپ کو لاہور ہی میں دفن کیا گیا مگر آج ان کی قبر کا نشان نہیں ملتا۔

حضرت شیخ ہندی لاہوری

حضرت سید علی ہجویری کے قیام لاہور کے دوران وہ شخص جو سب سے پہلے آپ کے دست حق پر بیعت ہوا اس کا نام رائے راجو تھا۔ راجو غزنوی خاندان کے عہد حکومت میں پنجاب کا ایک نامور جوگی تھا۔ جب رائے راجو مشرف بہ اسلام ہوا تو سید علی ہجویری نے اس کا نام رائے راجو کی جگہ عبداللہ رکھا اور بعد ازاں حضرت عبداللہ شیخ ہندی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خاندان

حضرت شیخ ہندی کا قبول اسلام سے قبل ہندو راجپوت سورج بنسی خاندان سے تعلق تھا۔ ان دنوں سورج بنسی خاندان کا لاہور میں بہت عروج تھا۔ اس

Marfat.com

خاندان کے بیشتر لوگ علم و فن میں یکتا تھے۔ رائے راجو لاہور میں پروان چڑھا اور اس نے اپنے دور کے ہندو مذہبی علوم میں ایک ممتاز مقام پیدا کیا۔ اگرچہ خاندانی خصائل کی بنا پر اس میں بہادری اور شجاعت کی خوبی بدرجہ اتم موجود تھی لیکن وہ اپنی موروثی خصلت کو چھوڑ کر جوگیانہ زندگی میں آ گیا۔

قبول اسلام

شیخ ہندی کے بارے میں روایت ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش تبلیغ اسلام کے لئے لاہور میں تشریف لائے اور آپ نے قدیم لاہور کی شہری آبادی سے باہر غربی جانب اس جگہ قیام کیا جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کی قیام گاہ کے زمانے میں یہ علاقہ غیر آباد تھا بلکہ ویرانے اور جنگل کی مانند تھا۔ آپ کی قیام گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جوگی کا ڈیرا تھا جس کا نام رائے راجو تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک ہندو عورت دودھ کا مٹکا اٹھائے ہوئے آپ کے پاس سے گزری۔ آپ نے اس سے تھوڑا سا دودھ طلب کیا۔ اس ہندو عورت نے دودھ دینے سے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ دودھ میں رائے راجو کے لئے لے جا رہی ہوں۔ اگر ہم نے اسے دودھ نہ دیا تو ہماری بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جائے گا کیونکہ رائے راجو بہت بڑا جوگی ہے اور بڑی طاقت والا ہے۔ اس پر حضرت داتا گنج بخش مسکرائے اور فرمایا کہ بڑی طاقت والا تو اللہ ہے۔ جاؤ آج دودھ اللہ کی راہ میں مجھے دے دو اللہ تمہاری بھینسوں کے دودھ کو لہو بننے سے ضرور بچائے گا۔ ہندو عورت آپ کی بات پر مائل ہو گئی اور دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر کے چلی گئی۔ اگلے روز جب اس نے دودھ دوہا تو سا میں بہت زیادہ اضافہ وا بلکہ دودھ کی مقدار اس قدر زیادہ ہو گئی کہ گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے لیکن پھر بھی پستانوں میں

Marfat.com

ابھی دودھ باقی تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر وہ ہندو عورت پھر آپ کی خدمت میں دودھ لے کر حاضر ہوئی اور دودھ میں اضافے کا ذکر کیا۔ اس واقعہ کو سن کر گردونواح کے گوالے جو جوگی کو دودھ دیا کرتے تھے انہوں نے بھی جوگی کو دودھ دینا بند کر دیا اور اپنے مویشیوں کے دودھ کا کچھ حصہ لے کر حضرت داتا گنج بخش کی خدمت میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی اس کرامت کی شہرت دور و نزدیک تک پھیل گئی۔ جس سے آپ کے عقیدت مندوں میں اضافہ ہونے لگا اور جوگی کی شہرت و عزت ماند پڑ گئی۔ اس پر جوگی کے دل میں حاسدانہ جذبات بھڑک اٹھے اور وہ بڑا آگ بگولہ ہوا کہ اس فقیر نے کیا کر دیا ہے۔ غصے کی حالت میں اپنے ایک قریبی چیلے کو معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا مگر کافی دیر تک، وہ واپس نہ آیا۔ پھر آگے پیچھے کئی چیلوں کو بھیجا۔ جو حضرت کے پاس آتا وہ حضرت کا ہو کر وہیں بیٹھا جاتا۔ آخر رائے راجو خود آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر واقعی آپ اللہ کے فقیر ہیں تو کوئی کرامت دکھاؤ۔ آپ نے جواب دیا میں کوئی شعبدہ گر نہیں ہوں بلکہ اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ البتہ تمہیں اپنے کمالات پر ناز ہے تو تمہارے پاس جو کچھ ہے دکھلا دو۔ رائے راجو کا اپنے کمالات دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں پر اس کی فوق الفطرت طاقت کا سکہ جم جائے اور لوگ حضرت داتا گنج بخش کی طرف مائل نہ ہوں بلکہ اسی کے عقیدت مند رہیں۔ وہ بڑے گھمنڈ میں آکر کہنے لگا کہ لو میرا کمال دیکھو اور ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ اڑتا ہوا کافی بلند ہو گیا تو حضرت داتا گنج بخش نے اپنے جوتوں کو حکم دیا کہ جوگی کو مالش کرتے ہوئے واپس لے آؤ۔ جوتے اوپر جا کر جوگی کے سر پر پڑنے لگے جس کی وجہ سے وہ زمین پر آگیا۔ جب جوگی کا تمام علم اور جادو بے اثر ہو گیا تو حضرت داتا کی توجہ سے اللہ نے جوگی کو وہ بصیرت عطا

Marfat.com

فرمائی جس سے وہ حضرت داتا گنج بخش کا مقام و مرتبہ دیکھ سکے۔ جب حجاب اٹھ گیا تو جوگی فوراً آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے قدموں میں گر گیا۔ حضرت داتا گنج بخش کے لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے جوگی کو توفیق توبہ عطا فرمائی اور حضرت داتا صاحب نے ایک ہی نگاہ التفات سے اس کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دیا۔ نور اسلام کی ضیاء پاشی سے اس کا قلب منور ہو گیا اور وہ حضرت داتا گنج بخش کا صدق دل سے گرویدہ و معتقد ہو گیا اور برضا و رغبت حضرت کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت نے اسے اپنی بیعت میں لے لیا اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔

رائے راجو سے شیخ ہندی

مشرف بہ اسلام اور حضرت داتا گنج بخش کی مریدی اختیار کرنے کے بعد شیخ ہندی نے آپ کی صحبت اور خدمت کا راستہ اختیار کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شیخ ہندی نے حضرت داتا گنج بخش سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی حضرت کی توجہ سے باطنی منزلیں حاصل کیں۔ بڑھاپے کے باوجود ازحد عبادت و ریاضت کی جس سے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ کو اپنے قرب میں ایک خاص مقام عطا فرمایا اور ان کی بقیہ زندگی اپنے ہادی و رہنما کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزری۔ وہ اپنے پیر و مرشد کے چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہوتے رہے اور حضرت کے فیوض برکات اپنے دامن میں سمیٹتے رہے۔ جب آپ ہر طرح سے شریعت اور طریقت میں کامل ہو گئے تو حضرت داتا گنج بخش نے ان کو اپنا جانشین بنا دیا اور نیابت کے اعزاز سے سرفراز کیا۔

Marfat.com

فریضہ تبلیغ

حضرت شیخ ہندی نے اپنے مرشد کامل کے واصل بحق ہو جانے کے بعد بھی ان کے مشن کو جاری رکھا۔ بے شمار غیر مسلموں کو راہ ہدایت دکھائی اور قسم قسم کے خداؤں کی بجائے ایک ہی معبود حقیقی کے سامنے سربسجود ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ نے کثیر تعداد میں غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا اور اس ظلمت کدہ کفر میں شمع توحید و رسالت فروزاں رکھی۔

حضرت داتا گنج بخش نے جب مسجد تعمیر کی تو حضرت شیخ ہندی نے بھی اس تعمیر میں حصہ لیا اور بعد میں مسجد سے ملحق دو حجرے بھی تعمیر کیے۔ حضرت داتا گنج بخش کے وصال کے بعد اس مسجد کی امامت کے فرائض ادا کرتے رہے اور مسند گنج بخش پر جلوہ افروز ہو کر طالبان حق کو رشد و ہدایت کی تعلیم فرماتے رہے۔

شادی اور اولاد

آپ نے ضعیف العمری میں حضرت داتا گنج بخش کے ارشاد کے مطابق شادی کی اور پھر انہی کی دعا سے اولاد نرینہ عطا ہوئی جن سے شیخ ہندی کی نسل کا سلسلہ آگے چلا۔ موجودہ سجادہ نشین حضرات انہی کی اولاد میں سے ہیں جن میں صاحبزادہ ابوالعاصم محمد سلیم حماد صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ پشت تک ایک ہی اولاد نرینہ اس خانوادہ کا مقدر بنی رہی۔ آخر کار بعہد جلال الدین اکبر حضرت شیخ لطیف اللہ اور خاندان کے دیگر افراد نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر اولاد کے سلسلہ میں خیر کثیر کے لئے خصوصی استدعا کی تو حضرت داتا صاحب کے طفیل اللہ نے دعا قبول فرمائی اور خانوادہ شیخ ہندی میں بتدریج اضافہ ہوا۔

Marfat.com

ارشادات عالیہ

شیخ ہندی کے چند ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں۔

1. حصول توحید کا زینہ محبت رسول ﷺ ہے۔
2. موت ان کو آتی ہے جو عشق حق سے بے بہرہ ہوں۔
3. صرف وہی لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں کو ایک ہی محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار ہوں۔
4. نفرت فقراء کے قریب نہیں جاتی اور محبت کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔
5. ہر وہ عمل جس سے توحید کا پرچار ہو جہاد ہے۔
6. زندگی کے جسم میں خدمت خلق خون کی مانند اور خدمت مرشد بمنزلہ روح ہے۔
7. بے شک مرشد کامل ہی مرید کے لئے ہر درد کا درماں ہے۔
8. دشمن خدا کے سامنے سر اٹھا کے چلو مگر بندگان خدا کے حضور عقیدتوں کے نذرانے پیش کرو۔
9. مزارات اولیاء حق کے گلستان ہیں جن سے گلہائے توحید کی خوشبوئیں اٹھتی رہتی ہیں۔
10. انبیاء کی معصومیت ہی توحید حق کی سب سے بڑی دلیل ہے۔
11. عورت کو عزت دو کہ وہ تمہاری نسلوں کی امین ہے۔
12. قرآن اور اقوال رسول ﷺ ہی اعمال مومن کی بنیاد ہیں۔

وصال

حضرت شیخ ہندی حضرت داتا گنج بخش کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک زندہ

Marfat.com

رہے اور 120 سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انہیں داتا گنج بخش کے مزار کے قریب شرق رویہ دفن کیا گیا۔

مزار اقدس

موجودہ حالت میں شیخ ہندی کی قبر حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے گنبد کے باہر خواتین کے حصہ میں ہے۔ تعویذ مبارک زمین سے تھوڑا بلند ہے جس پر عرس کے موقع پر سبز رنگ کا غلاف ڈال دیا جاتا ہے۔

سابقہ گورنر پنجاب میاں اظہر کے ساتھ ملاقات

Marfat.com

حضرت عزیز الدین پیر مکی جنیدی

حضرت عزیز الدین پیر مکی جنیدی لاہور کے قدیم اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ اللہ کے اس ولی کو جو کچھ ملا خانہ خدا سے ملا۔ اللہ کے اس محبوب بندے نے بارہ سال خانہ خدا میں سجدہ ریزیوں میں گزارے' صبر و شکر سے کام لیا۔ شب سحری میں اللہ کے حضور گریہ زاریاں کیں۔ دن رات یاد الٰہی میں بسر کر دئے۔ آخر ایک روز ندائے غیبی سے اشارہ ہوا کہ جا تو میرا دوست ہے اور میں تیرا محبوب ہوں۔ تو میرے در پر جھکا رہا' جا اب دنیا تیرے در پر جھکے گی۔ تو میرے محبوب کا شیدائی' جا دنیا تیری شیدائی بنے گی۔ تو نے میرا نام ورد زبان کیا' جا میں نے تیرا نام دنیا میں بلند کر دیا۔ اس طرح اللہ کا یہ ولی فضل باری سے اکمل ہوا۔ یہ وہی فضل خداوندی ہے جو آج بھی پیر مکی کے در پر چشمہ فیض جاری ہے۔

نام و نسب

آپ کا اصل نام عزیز الدین تھا لیکن مکہ میں بارہ سال گزارنے کی وجہ سے آپ پیر مکی مشہور ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید عبداللہ تھا جو اللہ کے ایک نیک اور عابد و زاہد بندے تھے۔ آپ کے والد بغداد کے ایک نواحی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک ایماندار تاجر تھے۔ سامان خوردونوش کی خرید و فروخت پر بسراوقات تھی۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ اسی ماحول میں حضرت عزیز الدین کی پرورش ہوئی۔ ابتدا میں معمولی دینی تعلیم حاصل کی۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو کاروبار میں والد کی مدد کرنے لگے۔

Marfat.com

تلاشِ حق

آپ کا بغداد میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ایک روز اللہ کے ایک نیک بندے سے ملاقات ہوئی کہ اس نے آپ کی زندگی کی سوچ کا دھارا بدل دیا۔ انہوں نے بتایا کہ بیٹا اگر تجھے خدا مل گیا تو سمجھ دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے لیکن اگر انسان حصول دنیا کی خاطر اپنی زندگی ضائع کر دے تو پھر رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ خدا کو تلاش کرو۔ اللہ کے اس نیک بندے کی نصیحت آپ کا کام کر گئی۔ آپ اسی روز سے آخرت کے طالب' حب الٰہی کی راہ پر گامزن ہو گئے کیونکہ یہ فرمان خداوندی ہے کہ جو ایمان لائے اسے چاہیے کہ اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ مگن ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ اللہ کے اس بندے کے مرید بن گئے اور اس کی رہنمائی میں راہ حق پر چل دئے۔ یہ اللہ کا بزرگ سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لئے اپنے پیر کی نسبت سے آپ کو جنیدی بھی کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ اس پر ضرور اپنا فضل فرماتا ہے جو اس کا متلاشی بنتا ہے۔ ایسے ہی پیر مکی رضائے الٰہی کے طلب گار ہوئے اور اپنی زندگی کو عشق الٰہی کے تابع کر دیا۔ رات دن اس کی یاد میں مصروف رہے اور آخر ایک روز راہ حق کی مشقت رنگ لے آئی اور آپ ولی کامل بن گئے۔

مکہ معظمہ میں قیام

آپ پر جوانی کا عالم تھا کہ ایک روز بغداد میں آپ کو یہ پتا چلا کہ چند افراد کا قافلہ حج پر جانے والا ہے۔ چنانچہ آپ اس قافلہ کے ساتھ حج کے لئے 562ھ بمطابق 1166ء میں مکہ معظمہ کی طرف چل دئے۔ منزل بہ منزل آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں اسی سال حج ادا کیا اور اس کے بعد وہیں قیام کر لیا اور بارہ سال کا عرصہ وہیں گزارا۔ آپ نے کچھ عرصہ خانہ کعبہ میں اعتکاف کی حالت میں بھی گزارا اور اس عرصہ میں آپ نے خوب ریاضت و عبادت کی اور یاد الٰہی سے

Marfat.com

اپنے اللہ کو راضی کر لیا۔ آخر ایک روز ایسا آیا کہ رحمت خداوندی سے آپ روحانیت میں اکمل ہو کر ولی کامل بن گئے اور پیر مکی مشہور ہوئے۔

مکہ معظمہ قیام کے دوران آپ نے مکہ کے اکابر صالحین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے کسب فیض کیا۔ خاص کر اللہ کے وہ نیک اور صالحین جو خانہ کعبہ میں اس زمانے میں محو عبادت تھے اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف تھے' کی صحبتوں سے بھی آپ فیض یاب ہوئے۔

روضہ اقدس پر حاضری

جب آپ عرصہ 12 سال میں روحانی منازل طے کر چکے تو ایک دن آپ کو اشارہ غیبی بایمائے ربانی ہوا کہ ہندوستان میں جا کر تبلیغ کریں۔ چنانچہ اشارہ ربی پانے پر آپ مکہ معظمہ سے جدا ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ آئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور رسول اکرم ﷺ کی باطنی محبت سے خوب مالامال ہوئے۔ وہاں آپ نے خوب روحانی مشاہدہ کیا اور رسول کریم ﷺ کی حضوری سے فیض یاب ہوئے۔ روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے کے بعد آپ منزل بہ منزل سیاحت کرتے ہوئے اپنے وطن بغداد واپس آئے۔ شہر سے اپنے گاؤں میں گئے۔ وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کیا۔

ورود لاہور

آج کل اور قدیم زمانے کے سفر میں بہت فرق ہے۔ آپ کے زمانہ کا سفر از حد مشکل تھا۔ راستے میں بے شمار مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ بغداد سے لاہور تک کا سفر دو تین ماہ میں طے ہوتا تھا۔ آپ نے 574ھ کے آخرہ ماہ میں سفر اختیار کیا اور منزل بہ منزل ہوتے ہوئے اگلے سال 575ھ کے شروع میں لاہور پہنچ گئے۔ راستے میں آپ نے کئی مقامات کی سیر و سیاحت کی اور کئی نیک

Marfat.com

انسانوں سے ملاقاتیں کیں۔ خاص کر سرحدی پہاڑی علاقے کو عبور کرنے کے لئے خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ کی رحمت سے خدا کا یہ ولی خیر و عافیت سے لاہور پہنچ گیا۔

آپ کی آمد کے بارے میں تذکرہ پیر مکی میں لکھا ہے کہ آپ مکہ معظمہ سے تمام ممالک اسلامیہ کی سیروسیاحت کرتے ہوئے حسب القائے ربانی مدینتہ الاولیاء لاہور تشریف لائے۔ یہ اندازاً" 575ھ بمطابق 1179ء کا زمانہ تھا جب کہ لاہور کا حاکم خسرو ملک تاج الدولہ غزنوی تھا جو خاندان غزنویہ کا آخری حکمران تھا۔

صاحب خزینتہ الاصفیاء نے آپ کی آمد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ پہلے بغداد سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ بارہ سال تک وہاں قیام کیا اور مجاورت بیت اللہ میں معتکف رہے اور پیر مکی کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ بعد ازاں بایمائے ربانی مکہ معظمہ سے عازم ہندوستان ہوئے اور سال 574ھ جب کہ سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کیا ہوا تھا' لاہور میں فائز ہوئے۔ خسرو بن ظہیر الدولہ خسرو شاہ جو اولاد غزنویہ سے لاہور کا فرماں روا تھا' اس محاصرہ سے تنگ آگیا اور حضرت عزیز مکی کی خدمت میں باستدعائے دعا حاضر ہوا۔ حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ کو چھ سال تک اور امان ہے۔ بعد ازاں اس اقلیم کا قبضہ مملکت شاہان غوری کو دیا گیا۔ پس اس سال سلطان شہاب الدین لاہور سے ناکام واپس چلا گیا اور پھر 580ھ براہ سیالکوٹ عازم لاہور ہوا۔ پہلے قلعہ سیالکوٹ تعمیر کر کے لاہور کا محاصرہ کیا اور فتح حاصل کی۔

قیام لاہور

لاہور میں حضرت علی ہجویری کا مزار اقدس اولیاء اور صلحاء کے لئے ہر دور میں

Marfat.com

توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ جو بزرگان دین حضرت علی ہجویری کے بعد لاہور میں تشریف لائے' انہوں نے آپ کے مزار پر حاضری ضرور دی۔ اسی لئے جب پیر مکی لاہور میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر کچھ عرصہ مکین رہے اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ نے اس جگہ پر قیام کیا جہاں آج کل آپ کا مزار ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں آبادی سے بالکل باہر تھا۔ تاریخ لاہور اس بارے میں شاہد ہے کہ جو اولیاء کرام لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوئے انہوں نے ہمیشہ آبادی سے باہر ڈیرہ لگایا کیونکہ اللہ کے ولیوں کو خلوت سے خاص لگن ہوتی ہے۔ کیونکہ خلوت میں یاد الٰہی کا جو مزا آتا ہے وہ دنیاداروں میں کم ہو کر رہ جاتا ہے۔

فیوض و برکات

شروع میں آپ نے اپنی رہائش کے لئے کچی مٹی کا ایک حجرہ بنایا اور اس میں دن رات گزارتے۔ بارگاہ رب العزت کی طرف سے جو مل جاتا اس پر قناعت کرتے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ آپ کی طرف مائل ہونے لگے اور آپ کی قیام گاہ پر آنے لگے۔ کیونکہ آپ ولی کامل تھے اس لئے جو سائل بھی آپ کے در پر آتا مراد پاتا۔ بے شمار بیماروں کو آپ کی دعا سے شفا ہوئی۔ غم زدہ اور مصیبت زدوں کے دکھ کا مداوا ہوا۔ آپ اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کی ہدایت کرتے۔ اس طرح بے شمار مخلوق خدا نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔ طالبان سلوک کو راہ حق ملا۔ آخری عمر میں آپ کی بزرگی کی بے پناہ شہرت ہوئی۔ آپ گاہے بگاہے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دیتے رہتے تھے اور جب دل چاہتا اردگرد کے علاقہ میں گھوم لیتے۔

آپ کا مشرب عرفیانہ تھا۔ پابند صوم و صلوۃ تھے۔ آپ نے اپنے حجرے کے پاس سایہ دار درخت لگائے۔ گرمیوں میں اکثر ان کے نیچے دن کا بیشتر حصہ

Marfat.com

گزارتے۔ آپ کی راتوں کا زیادہ حصہ یاد الٰہی میں گزرتا اور دن مخلوق خدا کی خدمت میں۔

جس زمانے میں آپ لاہور میں قیام پذیر تھے اس دور میں علماء اور فضلاء کی کثرت تھی۔ اس کے بارے میں تاج الدین حسن بن نظامی صاحب تاج المآثر لکھتا ہے کہ اس زمانے میں یہ شہر مرکز اہل تقویٰ و منشاء اصحاب فضل و فتویٰ و مامن زہاد و عباد اور مسکن اخطاب و اوتاد بن چکا تھا۔ اس شہر کی نوے فیصد آبادی علم کے زیور سے مالامال تھی۔ اس جا، فخر مدبر مبارک شاہ اور تاج الدین حسن نظامی جیسے محققین اور مورخین' سید احمد توختہ ترمذی جیسے اولیاء و اصفیاء مقیم تھے۔ ان کے علاوہ بے شمار شاعر' ادیب اور فاضل موجود تھے۔ جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ مزید برآں اس لاہور میں اس زمانے میں اس قدر کتب خانے تھے کہ فخر مدبر نے صرف ایک کتاب ترتیب دینے کے لئے اس شہر کی ایک ہزار کتابوں سے مواد حاصل کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور میں علم و فضل کا دور دورہ ہونے کے باوجود بے شمار اہل علم حضرت آپ کی ذات بابرکات سے فیض یاب ہوئے۔

وصال

آپ نے لاہور میں 36 سال سے چند ماہ زائد قیام کے بعد آخری عمر میں بیماری کے باعث 612ھ بمطابق 1215ء میں اس جہان رنگ و بو سے آخرت میں کوچ کیا۔ آپ کو آپ کے حجرے میں دفن کیا گیا جہاں آج کل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کا وصال شمس الدین التمش کے زمانہ میں ہوا۔

قطعہ تاریخ وفات

تاریخ وفات مفتی غلام سرور نے یوں تحریر کی ہے۔

ز دنیا چو شد در بہشت معلے

Marfat.com

وصالش بگو آفتاب حسین
شہہ دین و شیخ زمن پیر مکی
بخواں نیز پیر حسن پیر مکی

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک بھاٹی دروازے سے آگے راوی روڈ پر ایک گلی کے آخر میں واقع ہے۔ مزار مبارک پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ایک مسجد بھی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید احمد توختہ لاہوری

حضرت سید احمد توختہ لاہوری قدیم مشائخ عظام میں سے ہیں۔ آپ کا اصلی وطن ترمذی تھا اس لئے آپ کو ترمذی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ اور جوانی کے شب و روز ترمذ ہی میں گزارے بلکہ زندگی کا زیادہ حصہ اپنے آبائی وطن میں ہی گزارا۔ لیکن رضائے الٰہی کی خاطر اور اللہ کے دین کو دوسروں کو پہنچانے کی غرض سے اپنے وطن کو ترک کر کے ہندوستان آئے۔ آپ سلسلہ جنیدیہ میں بیعت تھے۔ اسی نسبت طریقت سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔

نسبی تعلق

آپ کا اصل نام سید احمد' توختہ لقب تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت علی سے جا ملتا ہے۔ آپ حسینی سید تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی ترمذی بن سید حسین مدنی بن سید شاہ ناصر بن سید موسیٰ بن علی بن علی اصغر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لقب توختہ کی وجہ

توختہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب کھڑا ہونے کا ہے۔ آپ کو توختہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک رات آپ کے پیر نے آپ کو اپنے حجرے میں سے آواز دی۔ جب آپ پہنچے تو حجرے کا دروازہ بند تھا۔ آپ نے ادب کو

Marfat.com

ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حجرے کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا تاکہ مرشد کے آرام میں خلل نہ ہو اور تمام رات دروازے کے سامنے کھڑے رہے۔ جب صبح آپ کے مرشد نے دروازہ کھولا تو آپ کو دروازے کے باہر کھڑے پایا تو آپ کو توختہ کا لقب دیا کیونکہ عربی میں توختہ کھڑا ہونے والے کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

قبروں کی زندگی

اللہ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے۔ سرکار اقدس ﷺ اور تمام علماء اور بزرگان دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم ﷺ کا عقیدہ

(وصال اقدس 11ھ مطابق 632ء)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیا فنبی اللہ حی یرزق (ابن ماجہ مشکوۃ ص 121)

(بے شک خدائے تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں' رزق دئے جاتے ہیں)۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دینوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو درداء نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

Marfat.com

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 911ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (ابن ماجہ بو۔علی والبیہقی)

(انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں (خصائص کبریٰ ج 2 ص 281)

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث شریف کو لکھ کر قبروں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے متعلق اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 1014ھ)

آپ حضرت درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں۔

فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون فی دار الی دار (مرقاۃ ج 2 ص 212)

انبیائے کرام کی دنیوی زندگی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

ان اللہ حرم الارض احساد الانبیاء
خدائے تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرمادیا۔
(ابوداؤد، نسائی، دارمی، بیہقی، ابن ماجہ مشکوۃ ص 20)

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

الانبیاء فی قبورھم احیاء
انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مرقاۃ ج2ص 209)
اور تحریر فرماتے ہیں۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی یرزق ویستمد منہ المدد المطلق (مرقاۃ ج1ص 284)
بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں اور انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے صرف دار فانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان متوفی 1052ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم و باقی ست بر اعمال امت حاضر و ناظر و طالبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفیض و مربی (مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار ص 161)

علمائے امت میں اتنے اختلافات اور مذہب ہونے کے باوجود کسی شخص کو اس

Marfat.com

مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت نبی کریم ﷺ حیات (دنیوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم و باقی ہیں۔ اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ نیز طالبان حقیقت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے کہ آنحضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور ﷺ ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی (اشعۃ اللمعات ج1 ص576)

خدائے تعالیٰ کے نبی دنیوی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہداء راست

انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب مانتے ہیں۔ کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ انکی زندگی جسمانی حقیقی دنیوی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج1 ص574)

ان تحریروں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری نے اپنے عقیدہ واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں جس میں مجاز کی آمیزش اور کسی قسم کی تاویل کا وہم نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کرام کی زندگی دنیا کی طرح جسمانی حقیقت ہے اور شیخ محقق کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ تک اس مسئلہ پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں رہا۔

Marfat.com

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1070ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم۔ حیاۃ حقیقتہ

انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (نسیم الریاض ج1 ص 196)

آپ کا عقیدہ اس عبارت سے کھلم کھلا ظاہر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ (رحمۃ اللہ علیہ۔ متوفی 1176ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا میں محتسب لشکر مرزا زاہد ہروی سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔ اسی بہانے والد کے ہمراہ اکبر آباد گیا۔ سید عبداللہ بھی سید عبدالرحیم کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے۔ وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے۔ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ میں بھی اس دن شدید بیمار تھا۔ جنازہ کے ساتھ جانے کی سکت نہ تھی۔ جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی تو ایک مخلص کے ساتھ جو ان کے جنازہ و دفن میں موجود تھا زیارت و برکت کے لئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا۔ یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے باوجود ان کی قبر نہ پہچان سکے۔ آخر اندازے سے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہیں تمام کر لو اور اسکا ثواب اسی قبر والے کو بخشو۔ جلدی مت کرو جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔ یہ سن کر میں نے ساتھی سے کہا اچھی طرح غور کرو کہ یہ سید صاحب کی قبر ہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا تھا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے۔ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا۔ حضرت سید صاحب کی قبر تمہارے پیچھے ہے۔ میں اسی سمت ہو کر بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قران کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے۔

Marfat.com

قرات کے معاملے میں حزم واحتیاط کی ضرورت ہے۔ (انفاس العارفین ص 57)

اور لکھتے ہیں مروی ہے کہ م ابوالعلی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی سلسلہ ابوالعلائیہ) کے اہل خانہ نے ان کے فرزند میر نورالعلی کے عارضہ علالت کے سبب ایک روپیہ اور ایک چادر بطور نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار پر بھجوائی جس کی اطلاع میر ابوالعلی کو نہیں تھی۔ ایک دن حضرت خواجہ کی طرف متوجہ تھے کہ مزار سے آواز آئی کہ تمہارے فرزند کی صحت کے لئے تمہارے گھر سے یہ جو کچھ نیاز آئی ہے اور اہل خانہ نے دوسرے فرزند کے لئے بھی التجا کی ہے۔ نیاز قبول اور التجا مبذول ہے۔ (انفاس العارفین ص 69)

اور لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ شیخ بایزید اللہ گو نے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر' بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں حالانکہ زاد راہ کا کوئی انتظام نہ تھا برادر گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لایا جائے۔ جب ہم تغلق آباد پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا۔ ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس دوران تمام احباب سو گئے اور میں اکیلا ان کے کپڑوں اور سامان کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریب کی قبروں میں سے ایک صاحب قبر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا میں قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں اگر کچھ وقت اور تلاوت کر دیں تو احسان مند رہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے خاموش ہو گیا صاحب قبر نے مزید استدعا کی میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہو جانے پر اس نے تیسری مرتبہ درخواست کی۔ میں نے اس دفعہ بھی اس کی درخواست قبول کر لی اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد یہ صاحب قبر مخدومی برادر گرامی کو جو پاس ہی سو رہے تھے خواب میں آیا اور کہا میں نے ان کو بار بار تلاوت کے لئے کہا ہے۔ اب مجھے حیا آئی ہے آپ انہیں

Marfat.com

فرمائیں کہ قرآن مجید کا کچھ زیادہ حصہ تلاوت کر کے میرے لئے روح کی غذا فراہم کریں۔ وہ نیند سے اٹھے اور مجھے صورتحال سے آگاہ کیا۔ میں نے نسبتاً" زیادہ تلاوت کی اور اس پر ان اہل قبور میں خوشی و مسرت کی خاص کیفیت محسوس کی اور انہوں نے مجھے فرمایا جزاک اللہ عنی خیر الجزاء۔

اس کے بعد میں نے ان سے عالم برزخ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں ان قریبی قبروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا البتہ میں اپنا حال آپ کو سناتا ہوں۔ جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا ہے میں نے کسی قسم کا عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ اگرچہ بہت زیادہ انعام واکرام بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کی برکت سے تمہیں نجات ملی۔ اس نے کہا میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ دنیوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد رکھوں اور ذکر و عبادت سے غافل کرنے والی چیزوں سے کنارہ کش رہوں۔ اگرچہ اس ارادہ کو مکمل عملی جامہ نہ پہنا سکا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے میرے حسن نیت کو پسند فرما کر مجھے یہ صلہ عطا فرمایا۔ (انفاس العارفین اردو ص 114)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان واقعات کو کتاب میں لکھ پر اپنا عقیدہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور بوقت ضرورت دنیا والوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 1350ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صدر الدین بکری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 918ھ) جب حج کے لئے گئے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو لوگوں نے سنا کہ حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 723)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد بن شرف الدین خلیلی شافعی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 1147ھ) جو بیت المقدس میں مقیم تھے وہ اپنی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمارا واقعہ یوں ہے کہ میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے بیت المقدس پر اترا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صلوۃ و سلام والی کتاب "دلائل الخیرات" کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ ختم کر کے جب دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو مجھے خیال آیا بہتر ہے کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر صلوۃ و

Marfat.com

سلام بھیجوں۔ تو میں نے یوں درود شریف پڑھا۔ اللھم صل علی موسی واخیہ ھارون۔ یعنی اے اللہ! موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون پر درود بھیج۔ میں نے قبر شریف سے فصیح و بلیغ آواز سنی کہ "نسب کا رشتہ دِلا (آزادی) کے رشتے سے افضل اور مقدم ہے"۔ میں اس جملے کا مطلب سمجھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تم یوں منسوب ہو جیسے نسب کا رشتہ ہوتا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "میری امت میرا عصبہ و رشتہ ہے" اور دوسروں سے تمہارا رشتہ دِلا کا ہے اور نسب کا رشتہ دِلا کے رشتے سے مقدم ہے۔ یہ سن کر میں نے پھر دلائل الخیرات پڑھنا شروع کیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 840)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ بقول حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ ایک آدمی حضرت محمد بن کبیر علیہ الرحمتہ والرضوان (متوفی 617ھ) کی خدمت میں ان کی وفات کے بعد حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 536)

علامہ یوسف نبہانی علیہ رحمتہ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کر واضح کر دیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ عقیدہ حق ہے۔

Marfat.com

صاحب نور الایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی 1069ھ)

ومما ھو مقرر عند المحققین انه صلی الله تعالی علیه وسلم حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔ مراقی الفلاح مع طحطاوی ص 447)

یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ حضور ﷺ (حقیقی دنیوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں ان پر روزی پیش کی جاتی ہے۔ ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی نے کھلم کھلا اپنا اور تمام محققین کا عقیدہ لکھ دیا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں مگر عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 974ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا میں کل ظہر کے وقت انتقال کر جاؤں گا تو کہنے کے مطابق ہی ان کا انتقال ہوا اور جب قبر میں رکھے گئے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ دفن کرنے والے نے ان سے کہا کیا آپ موت کے بعد زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا انا حی و کل محب لله حی۔ میں زندہ ہوں اور اللہ سے محبت کرنے والا ہر ایک زندہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص 276)

Marfat.com

اس تحریر سے علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات کو ارفع و اعلیٰ اور بہت بلند ہے۔ اللہ کا ہر وہ نیک بندہ جو اس سے محبت کرتا ہے وہ بھی اپنی قبر میں زندہ رہتا ہے۔

Marfat.com

حضور سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 561ھ)

علامہ تادنی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کیمیائی' شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہمراہ 27 ذی الحجہ بروز چہار شنبہ 523ھ مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ فقہاء و قراء کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں آپ شیخ حماد (متوفی 525ھ) کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ گرمی نے شدت اختیار کرلی لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے خاموش کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب دیر تک کھڑا رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں جمعہ 15 شعبان 499ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ جب ہم لوگ قنطوہ یہود (یہودی پل) کے قریب پہنچے تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر غسل جمعہ کی نیت کرلی۔ اس وقت میرے جسم پر ایک اونی جبہ تھا اور دوسرا جبہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھالیا تاکہ بھیگنے سے محفوظ رہے۔ شیخ حماد مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہوگیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں نے افسوس کیا تو شیخ حماد نے انہیں

Marfat.com

جھڑک کر فرمایا میں نے تو محض امتحاناً انہیں نہر میں دھکیلا تھا لیکن یہ تو ایسا کوہ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔

پھر شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ آج میں نے شیخ حماد کو قبر کے اندر ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حلہ ہے۔ آپ کے سر پر یاقوت کا تاج' ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہوا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے تجھے میں نے پانی میں دھکا دیا تھا کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا بلاشبہ معاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا خدا سے دعا کرو کہ میرا یہ ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ میں جس وقت کھڑا ہو کر دعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیاء کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر شیخ حماد کی تکلیف دور کر دی اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہو گئی۔ (قلائد الجواہر ص 99)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اپنی قبروں میں زندہ ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت حماد نے مجھ سے گفتگو کی اور ہاتھ ٹھیک ہونے کے لئے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان متوفی 564ھ)

آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی مشائخ عراق میں بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور ان شیوخ میں سے ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ آپ اکثر غیب کی خبریں بھی بتا دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے

Marfat.com

تھے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوئے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ (قلائد الجواہر ص 313)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقا بن بطو رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ والرضوان کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر شیخ عبدالقادر جیلانی سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا کہ اے عبدالقادر! تمام لوگ شریعت و طریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔

پھر میں شیخ کے ہمراہ شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 200ھ) کے مزار پر گیا وہاں شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا السلام علیک یا شیخ معروف عبرناک بدر جتین۔ یعنی ایک شیخ معروف ہم آپ سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے قبر میں سے جواب دیا وعلیکم السلام یا سید اھل زمانہ۔ یعنی اے اپنے زمانہ کے سردار و علیکم السلام (قلائد الجواہر ص 141)

حضرت شیخ علی بن ہیتی نے اس بیان سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ بزرگان دین وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر سے نکل کر غوث پاک سے معانقہ کیا اور حضرت معروف کرخی نے قبر سے آپ کے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ باہر سنائی دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 578ھ)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمتہ والرضوان جو مشہور اکابر

Marfat.com

صوفیاء میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ 555ھ میں حج سے فارغ ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور ﷺ کے آستانہ مبارکہ کو چوما کرتی تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا۔ لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست اقدس کو باہر نکالا جس کو انہوں نے چوما۔

البیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی لیا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید کبیر احمد رفاعی کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ وہ ہرگز حضور ﷺ سے یہ عرض نہ کرتے کہ اپنا دست اقدس بڑھایئے تاکہ ہم اسے بوسہ دیں۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ

Marfat.com

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 617ھ)

آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 584ھ) کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ والرضوان کے پیرو مرشد ہیں۔ آپ ہی کی نگاہ کرم نے حضرت خواجہ کو سلطان الہند اور سلطان العارفین بنا دیا۔ آپ کا وصال مکہ شریف میں ہوا۔ مزار مبارک مسجد جن کے قریب تھا جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔ اللہ کے محبوب بندے بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ خواجگان حضرت عثمان ہارونی علیہ رحمتہ الرضوان نے فرمایا کہ شمس العارفین کا یہ حال گزرا کہ جس روز وہ حضور ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے تھے اور سلام عرض کیا تھا تو وہاں سے آواز آئی تھی وعلیک السلام یا شمس العارفین۔

پس جب رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک سے باہر نکلے تو جو کوئی ملتا تھا وہ اسلام علیک یا شمس العارفین کہتا تھا۔ پھر اسی جگہ کے متعلق یہ حکایت فرمائی کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ گزرا کہ جب شروع میں حضرت نعمان کوفی علیہ الرحمتہ الرضوان رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک یا سید المرسلین تو وہاں سے جواب سلام آیا کہ وعلیک السلام یا امام المسلمین۔ (انیس الارواح ص 28)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

Marfat.com

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان متوفی 633ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ مکہ معظمہ سے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب روضہ انور کی زیارت سے مشرف ہوئے تو خواجہ عثمان ہارونی نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اب تو حضور اقدس میں حاضر ہے سلام کر۔ میں نے سلام عرض کیا۔ روضہ انور سے آواز آئی وعلیکم السلام یا قطب المشائخ للبر و البحر۔ جب یہ آواز آئی تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح ص 6)

حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی تحریر سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب اتنی بلند آواز میں دیا کہ ہم لوگوں نے سن لیا۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 670ھ)

آپ فرماتے ہیں

الانبیاء احیاء فی القبور۔ انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں۔ (سیر الاولیاء ص 151)

اس فرمان سے انبیائے کرام کا قبروں میں زندہ رہنے کے بارے میں حضرت

Marfat.com

فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 725ھ)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اتنے کثیر لوگ ان بزرگوں کی زیارت کو آتے ہیں ان کے آنے کی اطلاع ان بزرگوں کو ہوتی ہے یا نہیں۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا ہی تھا کہ اور میں روضہ مبارک کے قریب مراقبہ میں مشغول تھا کہ میں نے روضہ مبارک سے یہ شعر سنا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ میں جان کے ساتھ آتا ہوں اگر تم جسم کے ساتھ آتے ہو۔ (سیر الاولیاء ص 117)

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ غیاث پور میں رہتے تھے۔ مولانا فصیح الدین اور قاضی محی الدین کاشانی آپ کی خدمت میں غیاث پور حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ان دونوں نے بیعت ہونے کے لئے عرض کی۔ آپ نے فوراً ہی قاضی محی الدین کاشانی کو مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق

Marfat.com

شیخ شیوخ العالم سے پوچھوں گا۔ یہ سن کر مولانا فصیح الدین کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں سلطان المشائخ ان سے کیسے پوچھیں گے۔ یہ بات ان کے دل میں گزری لیکن انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور قدم بوسی کے بعد لوٹ آئے۔ جب وہ دوسری مرتبہ سلطان المشائخ سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے عرض کیا تھا۔ آپ نے قبول فرمالیا ہے اب تم بیعت ہو سکتے ہو۔ چنانچہ وہ سلطان المشائخ سے بیعت ہو گئے۔ جب وہ بیعت کر چکے تو مولانا فصیح الدین نے عرض کی کہ مخدوم من! شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں آپ نے کس سے پوچھا ہے۔ فرمایا جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم سے ہی پوچھتا ہوں اور آپ کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں۔ (سیر الاولیاء ص 452)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے اس فرمان سے کہ میں نے روضہ مبارک سے فارسی کا شعر سنا اور اس فرمان سے کہ جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم سے ہی پوچھتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کے ولی وصال کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور پہلے واقعہ سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگان دین قبروں میں رہتے ہوئے دلوں کے حالات سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

حضرت جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 898ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر شخص سے جو حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس سرہ (متوفی 822ھ) کے صاحبزادے خواجہ برہان الدین ابونصر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 865ھ) کے خواص میں سے تھے۔ وہ خواجہ برہان الدین ابونصر سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی روح پرواز ہوئی تھی تو اس وقت میں حاضر نہ تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے روئے مبارک کو اس غرض سے کھولا کہ اس کی زیارت کروں۔ آپ نے فورا" اپنی آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا جس سے میرا قلق اور اضطراب بہت بڑھ گیا۔ میں آپ کے پائنتی گیا اور اپنا چہرہ آپ کے کف پا سے ملنے لگا۔ آپ نے اسی وقت اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ (نفحات الانس ص 631)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو بلا تردید تحریر فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد زندہ رہتے ہیں۔

Marfat.com

1. حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ (مسلم مشکوۃ ص 154)

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں) ان کی زیارت کرو۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کرلیں۔ پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔ (اشعۃ اللمعات ج 1 ص 717)

2. حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ابن ماجہ۔ مشکوۃ صل 154)

3. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لکما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع۔

جس رات کو رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخر رات میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ (مسلم۔ مشکوۃ صل 154)

4. حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعتہ غفرلہ وکتب برا۔ (مشکوۃ ص 154)

Marfat.com

جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کے دن تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ ہر جمعہ کو جو شخص اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے اسے بخش دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 204ھ)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 1253ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمتہ الرضوان نے فرمایا۔

انی لا تبرک بابی حنیفتہ واہی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجتہ صلیت رکعتین وسئالت اللہ تعالی عند قبرہ فتقضی سریعا۔ (ردالمحتار ج 1 ص 38)

میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کا پاس آتا ہوں۔ تو جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعارا

حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کی قبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔ (اشعتہ اللمعات ج 1 ص 715)

ان تحریروں سے حضرت امام شافعی کے یہ عقیدے معلوم ہوئے کہ بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جانا' صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا' ان کے مزاروں کے پاس جا کر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہرانا جائز

Marfat.com

ہے اور بعض بزرگوں کا مزار دعا کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔

عارف باللہ علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان)

آپ آیت کریمہ وابتغوا الیہ الوسیلتہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

من الضلال المبین والخسران الظاهر تكفیر المسلمین بزیادة اولیاء الله زاعمین ان زیارتهم من عبادة غیر الله كلا بل هی من جملته المحبتہ الی اهله۔ (تفسیر صاوی ج 1 ص 245)

اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت غیراللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے۔ اولیاء اللہ کی زیارت عبادت ہرگز غیراللہ نہیں بلکہ یہ الحب فی اللہ میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ عارف باللہ حضرت علامہ صاوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ کر نزدیک اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کہ وہ عبادت غیراللہ نہیں ہے بلکہ الحب فی اللہ میں سے ہے۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 677ھ)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری بیوی سیدہ خدیجہ کی قبر پر جا کر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازے سے محروم نہیں کیا۔ (سلطان التارکین ص 93)

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمتہ الرضوان کے اس فرمان سے ان

Marfat.com

کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کے محبوب بندے اپنی قبروں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جائیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 725ھ)

آپ نے فرمایا مولانا کتھیلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک سال قحط پڑا۔ میں کرباسی بازار سے گزر رہا تھا اور بھوکا تھا۔ میں نے کھانا خریدا اور خود سے کہا کہ اس کھانے کو تنہا نہیں کھانا چاہیے کسی کو بلا کر کھانے میں اس کو بھی شریک کرو۔ ایک کملی والے درویش کو میں نے دیکھا جو گدڑی پہنے ہوئے میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے میرے خواجہ! میں درویش ہوں اور تم بھی درویش ہو۔ میں غریب ہوں اور تم بھی غریب دکھائی دیتے ہو۔ کچھ کھانا موجود ہے آؤ تاکہ مل کر کھائیں۔ وہ درویش راضی ہوئے۔ ہم نانبائی کی دوکان کے اوپر گئے اور کھانا کھایا۔

اس دوران میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے خواجہ مجھ پر بیس روپے قرض ہو گیا ہے میرا وہ قرض ادا ہونا چاہیے۔ اس درویش نے کہا تم اطمینان سے کھانا کھاؤ میں بیس روپیہ تم کو دیتا ہوں۔ مولانا کتھیلی نے کہا میرے دل میں خیال آیا کہ اس پھٹے حال شخص کے پاس بیس روپے کہاں سے ہوں گے جو مجھ کو دے گا۔ الغرض جب کھانا کھا چکے وہ اٹھے اور اپنے ساتھ مجھ کو لے چلے۔ وہ مسجد کی طرف گئے مسجد میں ایک قبر تھی۔ اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ مانگا اور ایک چھوٹی سی لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی۔ آہستہ سے

Marfat.com

اس کو دوبارہ قبر پر مارا اور کہا اس درویش کو بیس روپے کی ضرورت ہے اس کو دو۔ یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا مولانا! واپس جاؤ بس آپ کو بیس روپے مل جائیں گے۔

مولانا حمید الدین نے کہا جب میں نے یہ بات سنی تو اس درویش کا ہاتھ چوما اور ان سے جدا ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں اس وقت حیرت میں تھا کہ وہ بیس روپے مجھ کو کہاں سے مل جائیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو میں نے کسی کے گھر میں دینا تھا۔ اس دن وہ خط لے کر دروازہ کمال پہنچا۔ ایک ترک اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا تھا۔ اس نے مجھ کو دیکھا اور آواز دی اور اپنے غلاموں کو دوڑایا۔ وہ مجھے پوری کوشش سے اوپر لے گئے۔ اس ترک نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی مگر اس کو نہیں پہچان سکا۔ وہ ترک یہی کہتا کیا تم وہ عقل مند نہیں ہو جس نے فلاں جگہ میرے ساتھ نیکی کی تھی۔ میں نے اس سے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں۔ خود کو کیوں چھپاتے ہو۔ الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں اس کے بعد بیس روپیہ لایا اور بڑی معذرت کے ساتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ (فوائد الفواد مجلس بست 21 ویکم ص 124)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بلا تردید بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے کسی چیز کو دینے کے لئے عرض کرنا جائز ہے ایسے ہی بعد وصال ان کی قبر کے پاس حاضر ہو کر کسی چیز کو دینے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً" دینے والا اللہ ہے اور اولیاء اللہ کی طرف نسبت مجازا" ہے جیسے حقیقتاً" بیمار کو اچھا کرنے والا اللہ ہے لیکن مریض کہتا ہے ڈاکٹر صاحب ہم کو اچھا کر دیجئے۔

حضرت علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 898ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحارث اولاسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں

Marfat.com

نے حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ الرضوان کی بہت شہرت سنی تھی۔ چند مسئلوں کو حل کرنے کے لئے میں نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں مصر پہنچا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں ان کے مزار پر گیا۔ وہاں پہنچ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں ان کا دیدار ہوا اور مجھے جو مشکل مسئلے درپیش تھے وہ میں نے ان سے دریافت کئے۔ انہوں نے ان سب کا جواب مجھے مرحمت فرمایا۔ (نفحات الانس ص 193)

حضرت علامہ جامی نے اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اپنی کسی حاجت کو لے کر جانا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے لوگوں کی مشکلات کو حل فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 973ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے' اس کے وسیلے سے قضاء حاجت چاہتے' اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ ازاں جملہ رکن اسلام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں فروکش تھے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت لیتا ہوں۔ ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں۔ خداوند عالم سے وہاں دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ (الخیرات الحسان مترجم ص 166)

اس تحریر سے علامہ ابن حجر مکی کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان کے وسیلہ سے حاجت روائی چاہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

Marfat.com

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1052ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

زیارت قبور مستحب ست بالاتفاق۔

قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

واجب ست احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں و مراعات ادب برقدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود۔ زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ ست مر زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشاں۔ (اشعۃ اللمعات ج 1 ص 720)

میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے خصوصاً بزرگان دین کا۔ اور ادب کی رعایت ان لوگوں کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اس لئے بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کے لئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔

ان تحریروں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کے یہ عقیدے کھلم کھلا ثابت ہوئے کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک و بدعت نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے بزرگوں کی مدد پہنچتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1253ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اما الاولیا فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالی و نفع الزائرین بحسب معارفهم و اسرارهم۔

اولیاء اللہ، اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجہ رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو

Marfat.com

اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (رد المحتاج ج 1 ص 604)
اور تحریر فرماتے ہیں۔

التبرک بزیادۃ قبور الصالحین فلا یاس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعتہ فی المساجد۔

بزرگوں کی قبروں سے زیارت حاصل کرنا بوڑھی عورتوں کو حرج نہیں اور جب کہ جوان ہوں تو ناجائز ہے جیسے کہ جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں۔

ان تحریروں سے حضرت علامہ بن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ اولیائے اللہ اپنے درجے کے اعتبار سے زیارت کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے میں حرج نہیں البتہ جوان عورتوں کو ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 1176ھ)

آپ لکھتے ہیں والد گرامی شاہ عبدالرحیم نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہو گا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے سوچا اس سے مراد شاید بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔ میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہو گئے اور فرمایا میرا یہ مقصد نہیں۔ بلکہ یہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمہارے صلب سے پیدا ہو گا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے عقد کا خیال پیدا ہوا اور اسی سے کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں واقعہ یاد آیا تو

Marfat.com

انہوں نے میرا نام قطب الدین رکھا۔ (انفاس العارفین ص 110)

اس واقعہ کے تحریر کرنے سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے یہ عقیدے واضح طور پر ثابت ہوئے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے۔ اولیاء اللہ کو بعد وصال بھی علم غیب ہوتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر کئی سال پہلے دے دی تھی اور صاحب مزار بزرگ زیارت کرنے والوں کے خطرات قلب پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1239ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس اخیار از اموات بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقے ہست بہ بدن و تربتے کہ دفن کردہ شود در آں پس چوں زیارت می کند زندہ آں تربت را متوجہ می شود بسوئے نفس میت حاصل می شود میان ہر دو نفس ملاقات وفائضات و اختلاف کردہ اند در آنکہ امداد حی قوی تر ست از امداد میت یا بالعکس مختار بعضے محققین ثانی ست و دریں باب بعضے روایات کنند کہ فرمود آں حضرت ﷺ چوں متحیر شوید شما در امور یعنی برآمد کارہا پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔ شیخ اجل در شرح مشکوۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکہ مخالف و منافی ایں باشد و رد کند ایں را (فتاوی عزیزیہ ج 2 ص 108)

شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں کی زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس سے وفات کے بعد فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بیشک وفات کے بعد نفس کا بدن اور قبر کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے۔ لہذا جب کوئی شخص اس قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے

Marfat.com

یا میت کی۔ بعض محققین نے میت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے۔ بعض حضرات ۔۔۔ں سلسلے میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ شیخ اجل حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں فرمایا کہ کتاب و سنت نیز اقوال سلف میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس کے مخالف و منافی ہو اور اس ۔ یت کی ۔ کرے۔

اس تحریر سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ واضح ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے مزاروں کی زیارت کرنا اور اپنی مشکلات کے حل ہونے کے لئے ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

کتابیات

کتاب ہذا کی تحریر و تدوین میں بے شمار کتب سے استفادہ کیا گیا ہے مگر اس کتاب کا زیادہ مواد ملفوظات قاسمیہ سفینۃ الاخبار اور شجرہ خاندان زنجانیہ سے اخذ کردہ ہے۔ ان کتب کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں سے تحقیق تصدیق میں مدد لی گئی ہے۔ بعض مقامات پر حوالہ جات، کی حیثیت سے اصل ... اقتباسات کو ویسے ہی درج کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا ماخذ مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

1. ملفوظات قاسمیہ قلمی از سید محمد قاسم زنجانی
2. سفینۃ الاخبار از سید محمد بڈھا زنجانی
3. شجرہ خاندان زنجانیہ سید محمد یوسف زنجانی
4. فوائد الفواد حضرت نظام الدین اولیاء
5. تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی
6. جنید بغداد ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر ترجمہ محمد کاظم
7. انوار اصفیاء پبلشر شیخ غلام علی اینڈ سنز
8. سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ
9. تاریخ ایران قدیم غلام سرور
10. حدیقتہ اولیاء مفتی غلام سرور لاہوری
11. بزم صوفیاء صباح الدین عبدالرحمن
12. کشف المحجوب حضرت ن ہجویری
13. گلزار ابرار محمد غوث شطاری مانڈوی
14. خزینتہ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری

Marfat.com

15. تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ عطار
16. مآثر لاہور محمد دین فوق
17. تاریخ جلیلیہ پیر غلام دستگیر نامی
18. اولیائے لاہور محمد لطیف ملک
19. آفتاب زنجان عالم فقری
20. تذکرہ اولیائے لاہور عالم فقری
21. تاریخ سادات زنجانیہ عالم فقری
22. یاد رفتگان محمد دین فوق
23. دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ
24. لاہور عہد مغلیہ محمد دین فوق
25. نقوش لاہور نمبر عبداللہ قریشی
26. تاریخ پنجاب جج عبداللطیف
27. بزرگان لاہور پیر غلام دستگیر نامی
28. بزرگوں کے عقیدے مفتی بلال الدین
29. آئین اکبری ابوالفضل فیضی
30. مخزن اسرار نظامی گنجوی
31. تاریخ لاہور کنہیا لال ہندی
32. رسالہ حقیقت اسلام از پیکو لیٹڈ لاہور
33. تذکرہ اولیائے لاہور محمد وارث کامل
34. ہسٹری آف لاہور جج عبداللطیف
35. عرب کا مسافر مولوی محمد شریف نوری
36. تاریخ ہند مولانا ذکاء اللہ

Marfat.com

Marfat.com

صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com